# معارف القرآن

از قلم

قاضی محمد زاہد الحسینی غفرلہ

شائع کردہ

دارالارشاد - کیمبل پور

AL-MASHRAQ PUBLISHERS
22-ABKARI ROAD.
LAHORE.

DATA ENTERED
۱۷۸۵۰

قَالَ اللہ تعالیٰ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰہُ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ (الشوریٰ ۱۷)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ہی نے کتاب (قرآن مجید) اتاری ساتھ حق کے اور اسی نے میزان بھی اتاری۔

Marfat.com

DATA ENTERED

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد للّٰه رب العلمين والصلوٰة والسلام علی انبیاءہ والمرسلین الذین بلغوا رسالات ربھم بالیقین وعلی سید الرسل خاتم النبیین محمد ن الامین ولآیات ربہ المبین وعلی آلہ واصحابہ الذین فازوا منہ بحظٍ سمینٍ ومن تبعھم الی یوم الدین۔ اما بعد

اس قاعدہ کا کوئی بھی عقلمند انکار نہیں کر سکتا کہ ہر زبان اور کلام کے سمجھنے کے لئے کچھ قاعدے اور ضابطے ہوتے ہیں ان کے بغیر وہ کلام نہیں سمجھی جا سکتی اور نہ ہی اس کا کچھ مفید مطلب نکل سکتا ہے ایک بالکل سادہ سی مثال سمجھ لیجیئے کہ ایک کے ہندسہ کے آگے ایک صفر لگا دینے سے دس اور دو لگا دینے سے سو اور اسی طرح عدد کا معنیٰ بڑھتا چلا جائے گا۔ .... لیکن اگر اس سے پہلے صفر لگا دیا جائے تو اس سے دس کا مفہوم اور معنیٰ نہیں نکل سکتا ۔.... اس لئے کہ عدد بنانے والوں کے قانون کے خلاف ہے۔ اسی طرح ہر کلام اور بولی کے لئے قاعدے اور ضابطے ہیں جو اس زبان کا ادب، گرامر وغیرہ کہلاتے ہیں یہی قاعدہ اور ضابطہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو سمجھنے کے لئے ہے آخر اللہ تعالیٰ کا کلام بندے کس طرح بلا کسی قاعدے اور ضابطے کے سمجھ سکتے ہیں نصیحت اور وعظ کے لئے بلاشبہ قرآن مجید آسان ہے جیسا کہ فرمایا وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ (القمر) لیکن قرآنی آیات سے حکم نکالنا، معارف اور نکات کا سمجھنا، رموز اور فوائد کا مرتب کرنا، اس کے لئے اس معیار کا سمجھنا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور جس کی تشریح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی جن پر

Marfat.com

قرآن مجید نازل ہوا۔ اس کو قرآن مجید نے یوں ارشاد فرمایا :-

اَللّٰهُ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِیْزَانَ (الشوریٰ) ترجمہ :- اللہ تعالیٰ ہی نے کتاب (قرآن مجید) اتاری اور اسی نے میزان بھی، اس آیت کریمہ میں دو باتوں کو بیان فرمایا۔

الف - کتاب اللہ تعالیٰ ہی نے نازل فرمائی۔

ب - جس طرح ہر کتاب کو سمجھنے کے لئے کچھ نہ کچھ قواعد اور ضوابط ہوتے ہیں۔ تاریخ کی کتاب کے لئے علیحدہ ضوابط، ریاضی حساب کے لئے علیحدہ اور دوسرے مضامین کے لئے علیحدہ علیحدہ ضوابط اور علیحدہ علیحدہ اصطلاحات ہیں، حالانکہ ان اصطلاحات کا اگر لحاظ نہ رکھا گیا تو اس سے دین و ایمان میں کوئی فرق نہ آئے گا مثلاً اگر آج یہ فارمولا بنا دیا جائے کہ بارہ انچ کا فٹ نہیں بلکہ دس انچ کا فٹ ہے اور جسے تم فٹ کہتے ہو اس کا نام آج سے انچ اور انچ کا نام آج سے فٹ ہے تو اس سے کوئی دینی اور ایمانی نقصان نہ ہو گا۔ لیکن اگر خدانخواستہ آج یہ کہہ دیا جائے کہ لفظ ربوٰ سے مراد بیع اور لفظ زکوٰۃ سے مراد رشوت ہے تو بتائیے یہ بات کہاں تک پہنچے گی اس لئے اس کتاب کو سمجھنے اور حصولِ مطالب کے لئے جو قانون اور ضابطے ضرورت تھے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی نے نازل فرمائے۔

چنانچہ قرآنی معارف اور مطالب کو سمجھنے کے لئے جن قواعد اور ضوابط کی ضرورت ہے علمائے کرام نے خصوصی طور پر اس موضوع پر مستقل اور علیحدہ علیحدہ کتابیں لکھیں۔ جن میں چند کے اسماء مع مختصر کیفیت کے درج ذیل ہیں :-

علامہ برہان الدین زرکشی کی البرہان اور الجزائری کی البیان اور ابن عطیہ غرناطی کا مقدمہ فی علوم القرآن اور امام راغب کا مقدمہ فی علوم التفسیر وغیرہا۔ کافی کتابیں اس موضوع پر مستقل لکھی گئی ہیں۔

لیکن ان سب میں سے زیادہ قبولیت اور شہرت امام جلال الدین سیوطی کی الاتقان کو حاصل ہوئی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے الفوز الکبیر تحریر فرمائی جس کا ترجمہ اردو زبان میں

Marfat.com

کیاگیا۔ مگر مفصل اور آسان زبان میں ابھی اس موضوع پر لکھنے کی ضرورت تھی اور اب بھی ہے۔
احقر درسِ قرآن کے دوران طلباء اور شرکاءِ درس کو جو فوائد تحریر کراتا رہتا ہے ۱۹۵۴ء میں حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ ثانی کے بعد **قواعد ترجمۃ القرآن** کے نام سے اس کتاب کو شائع کیا گیا جسے بحمدہٖ تعالیٰ ہر طبقہ میں قبولیت حاصل ہوئی۔ اکابر علماء کرام اور مفسرین حضرات کی آراء گرامیہ آنے والے صفحات پر ثبت ہیں، مگر جلد ہی یہ تعداد ختم ہو گئی اور ضرورت اس سے زیادہ لاحق ہوتی گئی کہ آج کل بعض نئے متفسّرین نے قرآن مجید کو لاوارث کتاب سمجھ کر اس کی تفسیر کو اپنا مشغلہ بنالیا ہے اس لئے اب کافی اضافہ کے ساتھ تیسری مرتبہ شائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور مسلمانوں کو اس کتاب کی روشنی میں قرآن مجید سمجھنے کی توفیق عطا فرماوے۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْز واللّٰہ الموفق والمعین ۰

**قاضی محمّد زاہد الحسینی**

۲۸ر شوال ۸۶ھ

۹ر فروری ۶۷ء

Marfat.com

# تعارف و تقریظ

از استاذ العلماء شیخ التفسیر مولانا الحاج احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

(محترم المقام حضرت مولانا) قاضی زاہد الحسینی (صاحب) موجودہ دور کے ان علماء کرام میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے کتاب و سنّۃ کے سمجھنے کے لئے ایک خصوصی ملکہ عطا فرمایا ہے اس کے علاوہ اپنے مضامین کو ضبط تحریر میں لانے کی بہترین صلاحیت عطا فرمائی ہے میں نے معارف القرآن کا بغور مطالعہ کیا ہے الحمد للہ ثم الحمد للہ حسب ارشاد رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی امت میں سے ما انا علیہ و اصحابی والا فقط ایک ہی فرقہ ہو گا۔ میں نے قاضی صاحب کی ساری کتاب کو (جہاں کہیں سے دیکھا) اسی ما انا علیہ و اصحابی کے مسلک کا حرفاً حرفاً مطابق پایا۔ اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے قاضی صاحب پر ایک احسان یہ بھی ہے کہ باوجود اپنے بے نظیر کمالات کے ہستی نہیں (میرے خیال میں آپ کو یہ نعمت شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی دامت برکاتہم (رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت میں نصیب ہوئی ہے) جہاں اپنا ذکر فرماتے ہیں تو جاہل اور سیہ کار کے نام ہی سے موسوم کرتے ہیں۔ اللہ والوں کا یہ بھی ایک خاص شعار ہے کہ اپنے تمام محاسن کو محض اللہ تعالیٰ کا فضل خیال کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو فقط ان کا مظہر خیال کرتے ہیں۔ اور اپنے وجود مسعود کو ان کمالات سے بالکل خالی سمجھتے ہیں۔

علم تفسیر کی مختصر سرگذشت۔ قاضی صاحب نے اس عنوان کے تحت سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات تفسیریہ سے لے کر آج چودھویں صدی کے مفسرین اور

Marfat.com

مترجمین حضرات کے اسماءِ گرامی اور ان کے سنین پر ایک مختصر مگر جامع ذخیرہ معلومات جمع کر دیا ہے اس مضمون کو پڑھ کر ساڑھے تیرہ سو سال کے علم التفسیر کے ذخیرہ کا سارا نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ قاضی صاحب نے عنوانِ ذیل "قرآن کریم کے سمجھنے کے لئے بنیادی شرط" میں جو کچھ بیان فرمایا ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے قاضی صاحب کو فہمِ قرآن کے لئے وہ فہم عطا فرمایا ہے جو کسی کسی خوش نصیب ہی کو حاصل ہوتا ہے فرقہ باطلہ مرزائیت کے نظریات کا بطلان باحسن وجوہ ثابت کیا ہے مودودیت۔ شیعیت نیچریت کے متعلق خیر الکلام ما قل و دل کے طور پر تبصرہ فرمایا ہے متلاشئ حق کے لئے اس تبصرہ میں نورِ ہدایت ہے۔

**حق پرست کی تسلّی طبع** قاضی صاحب نے اپنے ہر عنوان کو مدلل بنانے کی ایسی تفصیل تشریح کی ہے جس سے ہر حق پرست کے لئے اطمینانِ قلب اور تسلّی طبع ہو جاتی ہے ہر موقع کے مناسب حسبِ ضرورت عقلی اور نقلی دلائل سے اپنے مطمح نظر کو روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا ہے۔

میں عدیم الفرصت ہونے کے باعث معارف القرآن کی ہر سطر کو نہیں دیکھ سکا البتہ جرأت سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے معارف القرآن کے معتدبہ حصہ کو کافی غور سے مطالعہ کیا ہے اور **ماشاء اللہ ایک لفظ بھی ما انا علیہ واصحابی کے مسلک کے خلاف نہیں پایا** وذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے معارف القرآن، قرآن مجید کے مطالب اور معارف کے شائقین کے لئے مشعلِ راہ ہدایت بنے گا اور اس کی برکت سے ان کے قلوب قرآن مجید کے انوار سے روشن ہو جائیں گے۔

**ایک اور کمال** قاضی صاحب نے معارف القرآن میں یہ کمال بھی دکھایا ہے کہ ایک عنوان کو ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کے شواہد مختلف سورتوں سے پیش کئے ہیں اس طریقہ سے "**کتاب اللہ یصدق بعضہ بعضاً**" کی دل میں تصدیق ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ قاضی صاحب کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور معارف القرآن

Marfat.com

کو خلق اللہ کی ہدایت اور قاضی صاحب کی نجات کا ذریعہ بنائے آمین یا الہ العالمین۔

احقر الانام احمد علی عفی عنہٗ

۷ ر رجب ۱۳۷۶ھ - ۳ ر فروری ۱۹۵۷ء

---

(۲) تقریظ از علامہ دوران مولانا شمس الحق افغانی دامت برکاتہم

(سابق استاذ اعلیٰ دار العلوم دیوبند، وزیر معارف قلات) حال شیخ التفسیر اسلامی یونیورسٹی بہاول پور۔

"میں نے معارف القرآن مولفہ جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی کو اول سے آخر تک دیکھا مصنّف علّام کو فہم قرآن میں خصوصی رسوخ اور امتیازی ذوق حاصل ہے جس کے لئے زیر تقریظ کتاب اور مصنّف کی دیگر مصنفات شاہد صدق ہیں۔ معارف القرآن قدیم و جدید معلومات پر حاوی ہے اور کمال یہ ہے کہ فہم سلف سے ذرہ برابر اس میں انحراف نہیں۔ جن لوگوں نے علوم اسلامیہ سے تہیدستی کے باوجود قرآن کی تفسیریں لکھی ہیں۔ اور قرآن ہی کے نام پر الحاد و زندقہ مسلمانوں میں پھیلانے کی سعی نامسعود کی ہے ان تمام کج فہمیوں اور الحاد آفرینیوں کا جواب اس کتاب میں موجود ہے۔ فجزاہ اللہ عنا وعن الاسلام خیر الجزاء۔

شمس الحق عفا اللہ عنہٗ (ترنگ زئی پشاور) ۱۴ ر ربیع الثانی ۱۳۷۸ھ

---

(۳) تقریظ از استاد العلماء مولانا الشاہ عبد الرحمٰن نور اللہ مرقدہٗ (سابق صدر مدرس مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور)

"معارف القرآن اس پُر فتن اور پُر آشوب دَور میں گم کردہ راہوں کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ شمعِ روشن کا کام دے گی"

عبد الرحمٰن حال بہبودی ۲۷ ر رمضان ۱۳۷۶ھ

Marfat.com

(۴) تقریظ از مفسر القرآن شارح الحدیث مولانا السیّد گل بادشاہ شیخ الجامعہ الاسلامیہ اکوڑہ خٹک۔

"معارف القرآن تمام عالم اسلام کے لئے تعلیمات قرآنی میں شکوک و شبہات کے ازالہ کے لئے حجۃ بالغہ ہے۔"

(۵) زبدۃ العلماء مولانا السید محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بڑی عرق ریزی کے ساتھ علوم قرآنیہ کو اردو میں اس جامعیت کے ساتھ پیش کیا ہے کہ اس سے پہلے اس کی مثال میرے دیکھنے میں نہیں آئی۔ میری رائے میں تمام عربی مدارس کے طلباء اور مشتاقانِ علوم قرآنی کو اس کے مطالعہ سے بہرہ اندوز ہونا چاہیے۔"

(۶) شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے فرمایا۔

"معارف القرآن میں بہترین معلومات کا ذخیرہ جمع ہے جو شائقین علوم کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگا۔"

(۷) فاضل علوم عصریہ مولانا عبدالماجد دریابادی نے فرمایا:۔

"کتاب متفرق تفسیری افادات سے بھری پڑی ہے۔ صرف، نحو، معانی، بیان، لغت، زبان اور کلام کے بھی متعدد مسائل کا حل موجود ملے گا۔ جدید گمراہ فرقوں کے رد میں اشارات اچھے خاصے موجود ہیں۔"

(۸) مفکر اسلام سید سلیمان ندوی نوراللہ مرقدہ نے فرمایا۔

"آج کل لوگوں نے قرآن پاک سے مطالب اخذ کرنا اور اس پر اپنے اجتہاد کی دیوار کھڑی کرنا آسان سمجھا ہے۔ حالانکہ اس کے لئے عربی زبان اور اصول و قواعد کی بڑی واقفیت اور لغت کی بڑی تحقیق اور اصول فقہ اور مبادی فہم قرآن جاننے کی ضرورت ہے جناب مولوی قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کو دین کی خدمت اور قرآن پاک کے حقائق کی تلاش کا بڑا شوق ہے جو ان کی تصنیفات سے ظاہر ہے موصوف نے اس سلسلے میں یہ کتاب لکھی ہے جس میں زبان و محاورہ اور قواعد و اصولِ زبان کے بہت سے ایسے نکتے

Marfat.com

جمع کردئے ہیں جو عام کتابوں میں نہیں ملتے لیکن فہم قرآن کے شائقین کے لئے ان کا جاننا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزاء خیر دے۔ آمین

سید سلیمان ندوی ۔ ۳ ر رجب ۱۳۷۱ھ

مندرجہ بالا تقاریظ اور آراء ان آراء کثیرہ کا خلاصہ ہیں جو ملت کے اکابرین علماء اسلام نے اس کتاب کے متعلق ارشادات فرمائے ہیں۔ کتاب کی اشاعت اول تھوڑی تعداد میں تھی خیال یہ تھا کہ اس گنہ گار کی تالیف کو شاید اتنی قبولیت حاصل نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اکابر کی دعاؤں اور خصوصی توجہ سے اس کو بہت زیادہ قبولیت حاصل ہوئی۔ اور اب اہل علم حضرات کے پیہم تقاضوں سے جو مجھ جیسے طالب علم کے لئے حکم کا درجہ رکھتے ہیں دوبارہ کئی مفید اضافوں کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے۔ آمین

Marfat.com

# لفظ قرآن، سورۃ اور آیت کی تشریح

قرآن کریم کا مشہور نام قرآن شریف، قرآن مجید ہے اور یہ اس کا ذاتی نام ہے قرآن حکیم کی اکثر آیات میں آپ پر نازل ہونے والی کلام کو قرآن ہی کا نام دیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا:-

انا انزلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون (یوسف ۲) — ہم نے اتارا ہے اس کو قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو

لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہ (الحشر ۲۱) — اگر ہم اتارتے یہ قرآن ایک پہاڑ پر تو تو دیکھتا وہ دب جاتا۔ پھٹ جاتا اللہ تعالیٰ کے ڈر سے

انّ ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم (اسراء ۹) — یہ قرآن بتاتا ہے وہ راہ جو سب سے سیدھی ہے۔

وان اتلوا القرآن (النمل ۹۲) — اور مجھے حکم دیا گیا ہے یہ کہ قرآن سناؤں۔

وعداً علیہ حقاً فی التوراۃ والانجیل والقرآن (توبہ ۱۱۱) — وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا توریت اور انجیل اور قرآن میں۔

مندرجہ بالا آیات سے ظاہر ہے کہ اسی کتاب مجید کا نام قرآن ہی ہے۔ باقی تمام نام صفاتی ہیں۔ قرآن مجید میں جو صفاتی نام درج ہیں ان کی مختصر سی فہرست درج ذیل ہے:-

الکتاب۔ کتاب مفصل۔ کتاب مبین۔ ذِکرٰی۔ عَلِیٌّ۔ کتاب حکیم۔ کتاب کریم کلام اللہ۔ نور۔ ھُدٰی۔ رحمۃ۔ فرقان۔ شفاء۔ موعظۃ۔ ذکر مبارک۔ حَبل حکمۃ بالغۃ۔ مھیمن۔ الصراط المستقیم۔ قَیِّمٌ۔ قول فصل۔ نبأ عظیم۔ اَحْسَنَ الحدیث۔ متشابہ۔ مثانی۔ تنزیل۔ روح۔ وحی۔ عربی۔ بصائر۔ بیان۔ علم۔ حق۔ ھادی۔ عجبا۔ تذکرہ۔ عروۃ وُثقیٰ۔ صدق۔ عدل۔ امر

Marfat.com

منادی - بشیر - نذیر - بلاغ - قصص صحف - مکرمة - مرفوعة - بشری مجید"
لفظ قرآن کا لفظی معنی پڑھنا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی سورۃ القیامہ میں ارشاد ہے۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (آیت نمبر ۱۷، ۱۸)

یہ آیت سورۃ القیامہ کی ہے جو مکہ مکرمہ میں سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی اس سورہ کا نزولی نمبر ستائیسواں ہے۔ گویا یہ آیت ابتدائی آیتوں میں سے ہے جب کہ مکہ مکرمہ کے پہلے مخاطبین یہ کہتے تھے

لا تسمعوا لهذا القرآن والغوا فيه لعلكم تغلبون (حم السجدہ ۲۶)
ترجمہ: اس قرآن کی طرف کان نہ لگاؤ بلکہ گڑ بڑ مچا دو تاکہ تم غالب آجاؤ۔

ایسے لوگوں کو قرآن کریم نے شروع ہی میں متنبہ فرما دیا تھا کہ تمہاری اس طرح کی محنت برباد جائے گی جس کلام کو آج تم سننا نہیں چاہتے بلکہ اوروں کو بھی روک رہے ہو تمہارا یہ خیال خام ہے کہ قرآن کے پڑھنے والے تو چند آدمی ہیں۔ ہماری اس طرح کی حرکات سے یہ پڑھنا اور پڑھانا بند ہو جائے گا مگر تم کو سمجھ لینا چاہیے کہ ہم نے اس کتاب کو نام ہی قرآن کا دیا ہے۔ یعنی وہ کتاب پڑھی جانے والی ہے۔ گویا یہ ایک سچی پیشین گوئی اور ایک حقیقی اعلان تھا کہ جس کلام کو تم آج سننا گوارا نہیں کرتے یہ کتاب دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جائے گی۔ اور اس کے سننے والے بھی سب سے زیادہ ہوں گے۔ قرأت اور قرآن مصدر ہے اس کا معنیٰ اسم مفعول کا ہے بمعنی (مقروٗ) بات ظاہر ہے کہ جتنا زمانہ دورِ نبوت سے دوری کا آتا ہے اسی قدر اس کلام حکیم کے پڑھنے والے اور سننے والے بڑھ رہے ہیں۔ آج دنیا میں جس قدر قرآن مجید کو پڑھا جاتا ہے اتنا کسی اور کتاب اور کلام کو نہیں پڑھا جاتا جزوی طور پر تو روزانہ کروڑوں مسلمان اپنی نمازیں قرآن مجید کے کسی نہ کسی حصے کی تلاوت ضرور کرتے ہیں۔ اور بطور تلاوت کے بھی اس سعادت کو حاصل کرتے ہیں اس لئے کہ ارشاد ربانی ہے:۔

اُتْلُ مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ (العنکبوت ۴۵)

Marfat.com

وان اتلوا القرآن (النمل ۹۲)

جس عشق اور محبت اور عقیدت سے مسلمان قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں اس کی نظیر نہیں ملتی جیسا کہ :-

حضرت عثمان رضی اللہ اور حضرت تمیم داری صرف ایک رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔

سعید بن جبیر نے خانہ کعبہ میں صرف ایک رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھا۔

سلیمان بن عنز رات میں پورا قرآن مجید تین دفعہ پڑھ لیا کرتے تھے۔

مشہور مفسر حضرت مجاہد نماز مغرب اور عشاء کے درمیان پورا قرآن مجید پڑھ لیا کرتے تھے۔

منصور بن زاذان ایک ختم نماز ظہر اور عصر کے درمیان اور دوسرا مغرب اور عشاء کے درمیان کر لیا کرتے تھے۔

ابن الکاتب اس قدر قرآن مجید کے عاشق تھے کہ چار ختم دن کو اور چار ختم رات کو کر لیا کرتے تھے

امام ابو حنیفہ رمضان مبارک میں ۶۱ ختم کرتے تھے ایک ختم دن میں اور ایک ختم رات میں اور ایک ختم تراویح کی نمازیں کر لیا کرتے تھے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایک مسئلہ معلوم کرنے کے لئے تین سو دفعہ قرآن مجید کی باغور وفکر تلاوت فرمائی۔

شیخ ابو طاہر مقدسی کے متعلق ہے کہ وہ دن رات میں پندرہ بار قرآن مجید کا ختم کر لیا کرتے تھے۔ (فضائل القرآن۔ سندی علی البخاری)

یہ بھی صرف قرآن مجید ہی کا اعجاز ہے کہ اس کو بار بار پڑھنے سے دل نہیں گھبراتا اور نہ ہی دل میں تنگی پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ اس کو جس قدر زیادہ پڑھا جاتا ہے شوق اور محبت کے جذبات زیادہ پیدا ہوتے ہیں آج بھی ایسے خوش بخت موجود ہیں جو صرف پانچ گھنٹوں میں پورا قرآن مجید پڑھ لیتے ہیں۔ تو یہ اس اعلان کی تصدیق ہے کہ یہ کتاب سب سے زیادہ پڑھی جائے گی یہ تو قرآن مجید کے لفظ کا لفظی اعجاز ہے۔ اور قرآن مجید کے قرآن نام میں معنوی اعجاز بھی ہے۔ کہ یہ کتاب صرف

Marfat.com

وقتی طور پر چند عقائد یا چند احکام کا مجموعہ نہیں بلکہ یہ کتاب تو حسب اعلان قرآن مجید:۔

لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (انعام ۵۹) (ترجمہ) ہر خشک و تر روشن کتاب میں ہے

عربی زبان کا محاورہ ہے قرات الحوض میں نے حوض کو پانی سے بھر دیا یعنی اس کتاب میں وہ آب حیات بھرا ہوا ہے جس سے مسلمانوں کی دونوں جہانوں کی نجات وابستہ ہے۔ قرآن مجید ہی وہ واحد کتاب ہے کہ اس میں عقائد۔ عبادات۔ معاملات۔ اخلاق۔ آداب۔ معاشیات۔ اقتصادیات۔ سیاسیات اور انسانی زندگی کے تمام راہ نما اصول جمع ہیں جو اور کسی کتاب میں موجود نہیں آج تک قرآن مجید کی جامعیت کی جو تشریح اور تفسیر کی گئی ہے اتنی اور کسی کتاب کی نہیں کی گئی۔ جیساکہ:۔

تفسیر ابن جریر تیس جلدوں میں۔ تفسیر مکی پندرہ جلدوں میں۔ تفسیر جوینی جس میں ہر آیت کی تاویل دس طریقوں پر کی گئی ہے۔ تفسیر اصفہانی قدیم تیس جلدوں میں۔ تفسیر شیرازی کل نظم میں اشعار کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ تفسیر غزالی چالیس جلدوں میں۔ تفسیر انوار الفجر اسی (۸۰) جلدوں میں، تفسیر ابن الجوزی ستائیس جلدوں میں، تفسیر ابن النقیب حنفی چار سو جلدوں میں مرتبہ موجود ہیں (از تذکرۃ المفسرین) مگر ابھی تک قرآنی معارف اور علوم نکھرتے جا رہے ہیں۔ اور ہر مفسر آخر میں واللہ اعلم ہی لکھنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے۔

**فائدہ!** بعض علماء قرآنیات نے کہا ہے کہ قرآن مجید کے ذاتی نام چار ہیں "قرآن۔ فرقان۔ ذکر۔ کتاب۔"

**لفظ "سورۃ کی تفسیر"** لفظ سورۃ کا لغوی معنیٰ وہ دیوار ہے جو پہلے زمانہ میں شہر کے ارد گرد بطور فصیل کے بنائی جاتی تھی آج بھی بعض شہروں میں وہ پرانی فصیلیں موجود ہیں۔ فصیل کو عربی میں سور البلد کہتے ہیں جس طرح وہ دیوار ایک خاص شہر کو محفوظ رکھتی ہے اور دوسری جگہوں سے جدا اور علیحدہ کرتی ہے اسی طرح قرآن مجید کا ایک حصہ جو کسی خاص مضمون یا واقعہ کو بیان کرتا ہے اس کو سورۃ کہا جاتا ہے۔ سورۃ کا لفظ اس معنیٰ میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں بولا جاتا تھا۔ جیساکہ قرآن مجید نے منکروں کو دعوت دی کہ:۔

Marfat.com

| | |
|---|---|
| وَاِن کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (بقرہ ۲۳) | (ترجمہ) اور اگر تم شک میں ہو اس کتاب سے جس کو ہم نے اتارا اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی ہی اگر تم سچے ہو۔ |

یہ سورہ بقرہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اسی طرح مکی سورہ ہود میں ارشاد فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| فاتوا بعشر سُوَرٍ مفتریاتٍ وَادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین (سورہ ھود ۱۳) | (ترجمہ) پس لے آؤ تم دس سورتیں اپنی طرف سے بنائی ہوئی اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔ |

سورتوں کا تعین اور ان کی ترتیب اور ان کے نام بھی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مقرر ہو چکے تھے اس لئے بعض سورتوں کے اجر و ثواب خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جیسا کہ فرمایا یٰسٓ قرآن مجید کا دل ہے۔ ایک روایت میں فرمایا سورہ اخلاص قرآن مجید کے ثواب کے تیسرے حصے کے برابر ہے۔ اسی طرح سورۃ الم السجدہ، الدہر، قٓ، اقتربت، الاعلیٰ، الغاشیہ، بقرہ، آیۃ الکرسی، حٰم الدخان، الملک، الکہف، الرحمٰن، النجم، الذٰریٰت، الطور، الحاقہ، الواقعہ، نٓ، النازعات، المعارج، المزمل، المدثر، عبس، التطفیف، القیامہ، المرسلٰت، النباء، التکویر کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیلی اجر و ثواب کو ذکر فرمایا ہے۔

"سورتوں کے نام" سورتوں کی حدبندی اور ان کے نام بھی توقیفی ہیں۔ یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سورتوں کے نام بھی خود ہی تجویز فرمائے ہیں۔ جیسا کہ جب آپ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ کاتبانِ وحی کو حکم فرماتے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں فلاں جگہ لکھ دیا جائے۔ اور یہ ارشاد بھی اسی طرح جبریل علیہ السلام کی نشان دہی پر فرماتے جس طرح حضرت جبریل آیات لے کر نازل ہوتے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ۲۸۱ وَاتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ نازل ہوئی تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا

"حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کو سورہ بقرہ کی آیت دو سو اسی پر لگا دیجئے۔"

Marfat.com

طلباء معارف قرآنی کی راہ نمائی کے لیے اسی سلسلہ میں چند باتیں عرض کی جاتی ہیں جن کا تعلق سورتوں کے ناموں کے ساتھ ہے تاکہ ترجمہ کرتے وقت آسانی رہے۔

بعض سورتوں کا نام کسی خاص واقعہ کی مناسبت سے رکھا گیا ہے جیسا کہ سورۃ بقرہ میں ایک قصہ یہودیوں کا گائے ذبح کرنے کا آیا ہے اس مناسبت سے اس کا نام سورہ بقرہ تجویز فرمایا۔

سورۃ آل عمران میں حضرت عمران کی بیوی اور حضرت کی بیٹی مریم علیہا السلام کا ذکر ہے اس کو آل عمران کا نام دیا۔ سورہ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی یوسف علیہ السلام کی پوری زندگی ارشاد فرمائی اس مناسبت سے اس کا نام سورہ یوسف تجویز فرمایا۔

بعض سورتوں کے ابتدائی کلمے یا ابتدائی جملے کے کسی کلمے کی مناسبت سے نام تجویز فرمایا جیسا کہ سورہ یٰس، سورہ الحاقہ، وغیرہما یا سورۃ الملک، الغاشیہ وغیرھما۔

ف۔ سورۃ اخلاص کا نام اس کے معنیٰ کے اعتبار سے تجویز فرمایا کہ اس میں خالص توحید کا بیان ہے توحید ذاتی، توحید صفاتی کا جامع اور کامل بیان ہونے کی وجہ سے اخلاص نام تجویز فرمایا۔ امام سیوطی نے اس کا نام الصمد بھی فرمایا۔

بعض سورتوں کے نام دو اور اس سے زیادہ بھی آئے ہیں جیسا کہ سورہ محمد کو سورۃ القتال بھی فرمایا اور سورۃ الماعون کو سورہ الیتیم بھی فرمایا۔ سورۃ الفاتحہ کے نام بڑے کافی آئے ہیں جن میں سے ام القرآن۔ فاتحۃ الکتاب۔ اساس۔ کنز۔ وافیہ۔ شافیہ۔ نور۔ رقیہ۔ سورۃ الحمد۔ دعا۔ سورۃ المسئلہ اور سورۃ الصلوٰۃ زیادہ مشہور ہیں۔

فائدہ۔ کلمات قرآنی کی کثرت اور قلت کے لحاظ سے علماء تفسیر و فقہ نے سورتوں کی مندرجہ ذیل تقسیم فرمائی ہے۔

(۱) السبع الطوال (سات لمبی سورتیں) بقرہ۔ آل عمران۔ النساء۔ المائدہ۔ الانعام۔ الاعراف۔ یوسف۔

(۲) مئیون۔ وہ سورتیں جن کی آیتوں کی تعداد ایک سو سے زیادہ ہو جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل

Marfat.com

(۳) **المثانی**۔ ابن عباس اور ابن جبیر کے ہاں وہ سورتیں ہیں جن میں فرائض، حدود، قصص اور امثال کو بار بار بیان فرمایا ہو (جیسا کہ سورہ بقرہ)

(۴) **المفصل**۔ وہ سورتیں جن کے درمیان فاصلہ کے طور پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بار بار آئی ہے اکثر علماء کرام کے ہاں سورۃ حٰمٓ سے لے کر سورۃ الناس تک مفصل ہیں۔ ان کی تین قسمیں ہیں جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو تحریر فرمایا تھا۔ اگرچہ اس فرمانِ فاروقی میں صرف اوساط مفصل اور قصار مفصل کا ذکر ہے مگر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے طرزِ عمل کو ساتھ ملا کر یہ تین قسمیں کی گئی ہیں۔

**طوال مفصل**۔ سورۃ الحجرات پارہ ۲۶ سے لے کر سورۃ البروج پارہ ۳۰ تک

**اوساط مفصل**۔ سورۃ البروج سے لے کر سورۃ البینۃ تک

**قصار مفصل**۔ سورۃ البینۃ سے لے کر آخر قرآن مجید تک

**لفظ آیت**۔ آیت کا معنیٰ نشانی اور علامت ہے قرآن مجید کے چند کلمات جو کسی معنیٰ اور مطلب کو بیان فرماتے ہیں ان کو آیت فرمایا۔ قرآن مجید میں لفظ آیت موجود ہے یعنی یہ کلمہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں اصطلاحی صورت اختیار کر چکا تھا۔ جیسا کہ فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| و اذا بدلنا ایۃ مکان ایۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر (النحل ۱۰۱) | (ترجمہ) اور جب بدل ڈالتے ہیں ہم ایک آیت کو ایک آیت کی جگہ اور اللہ خوب جانتا ہے اس کو جس کو اتارتا ہے کہتے ہیں تو خود ہی گھڑ کر لانے والا ہے۔ |

اس کی جمع آیات کا کلمہ بھی قرآن مجید میں موجود ہے فرمایا **تلك ايت الكتاب المبين** وغیرہ۔ قرآن مجید کی سورتوں کی جس طرح ترتیب توقیفی ہے اسی طرح آیتوں کی ترتیب اور جمع کرنا بھی توقیفی ہے اس پر امت کا روز اول سے لے کر آج تک اجماع ہے کہ آیتوں کا جمع کرنا اور ان کی ترتیب بھی الہامی ہے یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ان کو ترتیب دیا ہے

Marfat.com

اس کی تبدیلی کا اب امت میں سے کسی کو بھی اختیار نہیں (مناہل ج ۱ ص ۳۳۹)

آیتوں کی بھی الفاظ کی مناسبت سے تین قسمیں ہیں۔

(۱) چھوٹی آیات۔ جیسا کہ فرمایا طٰہٰ ۝ (اے مرد جواں مرد) والضحیٰ ۝ مجھے قسم ہے دوپہر کے وقت کی۔ والعصر ۝ مجھے قسم ہے زمانے کی۔

(۲) درمیانی آیات۔ فرمایا اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین (بقرہ ۴۳)

(۳) لمبی آیات۔ فرمایا۔ ان اللہ وملٰئکتہٗ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما (احزاب ۵۶)

قرآن کریم کی لمبی آیات میں دو زیادہ لمبی سمجھی جاتی ہیں ایک آیۃ الکرسی جو تیسرے پارے کے شروع میں ہے اور ایک آیۃ مداینۃ جو سورہ بقرہ کی آیت ۲۸۶ ہے۔

(فائدہ) آج کل سب مصاحف میں رکوع کا نشان موجود ہے یہ زمانہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ تھا بلکہ بعد میں آسانی کے لئے کیا گیا ہے۔ رکوع کا لفظی معنیٰ جھکنا ہے۔

## کیفیت نزول کلام اللہ

سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف چالیس کی تھی کہ آپ پر وحی قرآنی کا نزول شروع ہوا اور یہ سلسلہ تئیس سال تک جاری رہا تا آنکہ سارے قرآن مجید کا نزول ختم ہوگیا۔

امام ابو العالیہ (م ۹۳ھ) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب مہینوں میں سے صرف رمضان مبارک کو یہ شرف بخشا ہے کہ اسی ماہ مقدس میں الہام خداوندی کا نزول ہوا۔ سارے صحیفے انبیاء علیہم السلام پر رمضان کی پہلی تاریخ کو نازل ہوئے۔ تورات رمضان کی چھ تاریخ کو نازل ہوئی۔ اور زبور دس رمضان کو انجیل چوبیس رمضان کو نازل ہوئی۔

مشہور مفسر سدی اور ابن جبیر اور اعمش نے کہا ہے کہ لیلۃ القدر کو سارا قرآن لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر اترا اور پھر تھوڑا تھوڑا تیئس سال کی مدت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ ارشاد قرآنی میں نزول قرآن مجید کے لئے دو طرح کے ارشادات گرامیہ آئے ہیں۔

Marfat.com

(۱) وَقُرْآنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (بنی اسرائیل ع۱۰۶)

(ترجمہ) اور قرآن میں ہم نے جا بجا فصل رکھا تاکہ آپ اس کو لوگوں کے سامنے ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو تدریجاً اتارا۔

اس کی تفسیر کرتے ہوئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر قرآن مجید کبھی تو ایک ایک آیت کی شکل میں نازل ہوا اور کبھی حرف حرف کی صورت میں بھی نازل ہوا جیسا کہ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ کا حصہ علیحدہ بعد میں نازل ہوا۔ البتہ سورہ انعام، سورہ براۃ اور سورہ اخلاص سب اکٹھی نازل ہوئیں تو ان کے ساتھ ستر ہزار صفیں فرشتوں کی نازل ہوئی تھیں۔ صرف ایک آیت وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ (الانعام ع۷) کے ساتھ بارہ ہزار فرشتے نازل ہوئے۔

اس میں تنزیل سے مراد پہلے آسمان سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منور پر قرآن مجید کا نزول مراد ہے۔

(۲) فرمایا اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ (النساء ع۱۰۵)

اس میں اِنْزَال کا مصدر ارشاد فرمایا۔ جس کا معنی ایک دفعہ اتارنا ہے۔ لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر سارا قرآن مجید ایک ہی دفعہ اترا اور وہ رات ستائیسویں رمضان کی تھی جس کو لیلۃ القدر سے ذکر فرمایا۔ جیسا کہ فرمایا شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (بقرہ ع۱۸۵)

اکثر علماء قرآنیات کے نزدیک سب سے پہلا حصہ جو قرآن مجید کا نازل ہوا وہ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ہے اور آخری کلام ربانی اليوم اكملت لكم دينكم الاية ع۳ سورہ المائدہ) ہے۔

## "دو سوال اور ان کے جواب"

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر واقعی تفسیر کیلئے علوم و فنون کی ضرورت تھی تو پھر صحابہ کرام نے ان سے علوم کس مدرسے میں حاصل کئے تھے حالانکہ وہ قرآن مجید کے بہترین مفسر بن گئے۔ اس

Marfat.com

سوال کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مادری زبان وہی تھی جس میں قرآن مجید کا نزول ہوا پھر ان کے سامنے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات موجود تھی آپ کی عملی زندگی خود قرآن مجید کی تفسیر ہے۔ نور نبوت سے ہر مسلمان کے دل میں ایمانی تجلیات موجود تھیں۔ بعض صحابہ کرام کا سینہ اس قدر منور تھا کہ نزولِ قرآن سے پہلے ہی وہ اپنی زبانوں سے ایسی بات کہہ دیتے تھے جس کے بعد نزولِ قرآن اس کی تائید اور تصدیق نظر آتا۔ لیکن جب اسلام حدود عرب سے نکل کر حدودِ عجم میں پہنچا۔ اور ساتھ ہی ساتھ نئے فتنوں نے سر اٹھانا شروع کیا جو قرآنی الفاظ کی آڑ میں اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے تو علماء اسلام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ان علوم اور قواعد کی ترتیب دی جو فہم قرآن کے لئے ضروری تھے۔ علامہ ابن خلدون نے فرمایا۔

"جس طرح قرآن مجید آج تک محفوظ رہا اور محفوظ رہے گا اسی طرح اس کی تفسیر بھی باقی رہے گی لیکن اسلام کے پہلے دور میں صحابہ کرام قرآنی رموز اور معارف سے واقف تھے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ سنتے تھے آپ کی عملی زندگی ان کے مشاہدہ میں تھی اور وہ خود صاحبِ زبان تھے اس لئے کسی فن اور علم کے سیکھنے کے بغیر بھی وہ قرآن مجید کی تفسیر اور مطالب کو سمجھتے تھے۔ لیکن جب اسلام حدودِ عرب سے باہر نکلا تو ان لوگوں کے لئے جو نہ تو صاحب زبان تھے اور نہ ہی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارکہ اور اقوال مبارکہ کے مشاہدہ سے مشرف تھے اس لئے ان کی تعلیم اور تفہیم کے لئے علم تفسیر اور اس کے قواعد مرتب اور مدون کیئے گئے۔ (مقدمہ)

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا اپنا ارشاد ہے **ولقد یسرنا القرآن للذکر** (سورہ القمر) کہ ہم نے قرآن مجید کو ذکر کے لئے آسان کر دیا ہے۔ تو پھر اس قدر علوم و فنون کی ضرورت ہونے سے آسانی کہاں رہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ ذکر سے ذکر سے مراد حفظ کرنا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اس کتاب مقدس کا یہ معجزہ آج تک موجود ہے اور آئندہ بھی رہے گا کہ اس کتاب کا یاد کرنا بڑا ہی آسان ہے یہ شرف کسی اور کتاب کو حاصل نہیں کہ آنکھوں کا

Marfat.com

نابینا آدمی، چھوٹے بچے، اور بوڑھے، عورتیں تک اس کتاب کو اس قدر جلدی یاد کر سکیں۔ یہ شرف صرف قرآن مجید ہی کو حاصل ہے کہ اس کا یاد کرنا آسان ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں لفظ ذکر سے مراد نصیحت ہے۔ قرآنی تعلیمات نصیحت اور عبرت کے حاصل کرنے کے لئے تو واقعی بڑی آسان ہیں۔ اس کی قرأت بھی ان لوگوں کو متاثر کر دیتی ہے جو اس کو ناظرہ بھی نہیں پڑھ سکتے اور نہ اس کا معنیٰ جانتے ہیں، لیکن اس کے مطالب پر غور و فکر کرنا اس کی تعلیمات سے مسائل کا نکالنا اس کے لئے کئی علوم کی ضرورت ہے خود صحابہ کرام بھی جن کے سینے انوار قرآنیہ سے مشرف تھے معارف قرآنی کے حاصل کرنے کے لئے کئی سال خرچ کر ڈالے تھے جیساکہ

(۱) حضرت عثمان اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

"ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف دس آیت قرآنیہ پڑھا کرتے تھے اور پھر ان کی تفسیر سمجھا کرتے تھے جب تک ہم ان دس آیات کو علمی اور عملی طریقہ سے نہ سمجھ لیتے تھے اور آگے نہ پڑھا کرتے تھے۔ (المدخل المنیر ص۳۲)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سال صرف سورہ بقرہ کے سمجھنے میں صرف فرمادئے۔

(۳) حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن کی خدمت میں بارہ سال گذار دئے۔

(۴) امام زہری (جن کی وفات ۱۲۴ھ کو ہوئی) نے فرمایا کہ میں حضرت سعید بن المسیب کی خدمت میں تعلیمات قرآنی سیکھنے کے لئے آٹھ سال تک رہا۔

(۵) حضرت مجاہد بن جبیر نے تیس دفعہ حضرت ابن عباس کے ساتھ قرآنی تفسیر کا دورہ کیا۔

خلاصہ یہ کہ ہر دور میں علماء کرام نے قرآن فہمی کے سلسلے میں پوری پوری عمریں صرف فرمادیں اس ہمارے پچھلے دور کے مشہور مفسر القرآن شاہ عبدالقادر نور اللہ مرقدہ نے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی جو نہایت ہی مختصر اور جامع ہے مگر آج تک اس قدر مستند تفسیر کسی کی نہیں مانی جاتی۔ آپ نے بارہ سال اکثر بحالت اعتکاف رہ کر اس تفسیر کو مکمل کیا۔

اس لئے ضروری ہے کہ ان تمام قواعد اور اصول کو پیش نظر رکھا جائے جن کے بغیر قرآنی تفسیر

Marfat.com

سمجھ نہ آسکے گی۔ نصیحت اور دینی اثر کے لئے واقعی قرآن مجید سے آسان کتاب اور کوئی نہیں مگر اس میں غور و فکر کے لئے ان تمام علوم اور قواعد و ضوابط کی ضرورت ہے جن کے بغیر قرآنی معارف اور مطالب سمجھے نہیں جا سکتے۔

# تفسیر، تاویل، تحریف

**تفسیر** کا لفظی معنیٰ وہ طریق کار ہے جس سے کسی چیز کی حقیقت تلاش کی جائے جیساکہ طبیب مریض کا حال معلوم کرنے کے لئے پوری غور و فکر سے کام لیتا ہے۔ اصطلاح میں علم تفسیر کی تعریف یہ ہے۔

علم معرفة احوال کلام اللہ سبحانه وتعالی من حیث القرانیة ومن حیث دلالته علی ما یعلم او یظن انه مراد اللہ سبحانه وتعالی بقدر الطاقة الانسانیة۔ (کشف) یا علم یبحث فیه عن القرآن الکریم من حیث دلالته علی مراد اللہ تعالی بقدر الطاقة البشریة۔ (مناہل ج ۱ ص ۴۷۱)

یعنی علم تفسیر وہ علم ہے جس کی رو سے قرآن کریم کی آیات سے اللہ تعالیٰ کی مراد کو معلوم کیا جا سکے جس قدر انسان کی علم اور فکر کی رسائی ہو سکے۔

**تاویل** کا لفظی معنیٰ تو پھیرنا ہے مگر اصطلاح میں تاویل سے مراد یہ ہے کہ الفاظ قرآنی سے جن معانی کا احتمال ہو سکے ان میں سے ایک کو مقرر کر لیا جائے۔

**فائدہ!** علمائے سلف لفظ تفسیر کو صرف تفسیر ماثور پر بولا کرتے تھے یعنی قرآن مجید کی جو تفسیر صاحب وحی نبی امین صلی اللہ علیہ وسلم نے مراد لی ہو وہ تفسیر ہے اس لئے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کا نزول ہوا اور آپ کو قرآنی مفہوم کی تعلیم بھی دی گئی جیساکہ ارشاد قرآنی ہے۔

اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (النساء ع ۱۱۳)

Marfat.com

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ (الانعام ۱۹)

اور یہ بھی فرمایا۔ عَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء ۱۱۳)

تو اب جس آیت کی تشریح محمود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی اس میں دوبارہ لب کشائی اور تحقیق کرنا امت کا طریق کار نہیں ورنہ یہ ایسی گستاخی ہے جس کی سزا میں سب اعمال برباد ہو جائیں گے ارشاد فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| یاایھاالذین آمنوالاتقدموابین یدی اللہ ورسولہ (الحجرات ۱) | ترجمہ اے ایمان والو! آگے نہ چلو اللہ کے اور اس کے رسول کے۔ |
| یاایھا الذین امنوالاترفعوااصواتکم فوق صوت النبی (الحجرات ۲) | اے ایمان والو! نہ بلند کرو اپنی آوازوں کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز پر۔ |

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنا اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آواز پر اپنا آواز بلند کرنا۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ جو بات اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرمادے اب امت اس کے خلاف اپنی رائے پیش نہ کرے۔

اسی احتیاط کے پیش نظر اکثر علمائے تفسیر نے اپنی اپنی تفسیروں میں اکثر جگہ لفظ تفسیر کی بجائے لفظ تاویل اختیار کیا ہے جیسا کہ سب سے پہلے جامع اور محقق مفسر محمد ابن جریر طبری اپنی تفسیر میں لفظ تاویل لائے۔ اگرچہ علمی اور اصطلاحی اعتبار سے لفظ تفسیر اور تاویل میں فرق ہے مگر اب امت میں ان دونوں کے لئے لفظ تفسیر ہی لایا جاتا ہے۔ تفسیر کے لئے جن امور کا ہونا ضروری ہے ان کا خلاصہ برصغیر کے مفسر جلیل شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہما نے یوں فرمایا۔

(۱) الفاظ قرآن مجید کا معنی حقیقی یا مجاز متعارف

(۲) سیاق وسباق کا پورا لحاظ رکھنا جیسا کہ لاتقربوا الصلوٰۃ پڑھ کر وانتم سکاریٰ بھی پڑھے۔

Marfat.com

(۳) اقوال صحابہ کرام و تابعین سے دلیل لے کر قرآن حکیم کو سمجھے۔

اگر مندرجہ بالا تین شرطوں میں سے پہلی شرط نہ پائی جائے پچھلی دو موجود ہوں تو اس کو تاویل قریب کہتے ہیں اور اگر دوسری شرط فوت ہو جائے مگر پہلی اور تیسری موجود ہوں تا تیسری فوت ہو جائے مگر پہلی اور دوسری موجود ہوں تو اس کو تاویل بعید کہتے ہیں۔

تفسیر اور تاویل کے لئے مندرجہ بالا تین اصول ہیں مگر ان کا احاطہ اور ان کو پورے طور پہ سمجھنے کے لئے جن علوم و فنون کی ضرورت ہے ان کے بارے میں:۔

امام ابن ابی الدنیا نے تو فرمایا ہے کہ قرآنی علوم و معارف ایک ناپیدا کنار سمندر ہے جس کی شناوری ناممکن ہے

امام جلال الدین سیوطیؒ نے الاتقان کتاب دو سو ان کتابوں کی مدد سے مرتب فرمائی جو تفسیر قرآنی سے متعلق ہیں

قاضی القضاۃ علم الدین البلقینی نے فرمایا ہے کہ کم از کم پچاس علوم کے جاننے پر ہی صحیح تفسیر کی جا سکتی ہے

اگرچہ ان سب علوم کا احاطہ تو مشکل ہے مگر انسانی ہدایت اور راہ نمائی کے لئے علماء کرام نے ان کا جو خلاصہ بیان فرمایا اس کا اجمالی نقشہ درج ذیل ہے۔

# عُلُوم القرآن

ویسے تو صرف، نحو، معانی، بدیع، بیان وغیرہا تمام علوم آلی ہیں یعنی فہم قرآن مجید کے لئے یہ بطور آلہ اور ذریعہ کے پڑھائے جاتے ہیں مگر جن علوم میں ان سب علوم کو سمیٹ دیا گیا ہے ان میں سے چند درج ذیل ہیں:۔

(۱) **غریبُ القرآن** اس علم کا موضوع یہ ہے کہ قرآنی الفاظ کے معانی مراد سمجھے جائیں ایک لفظ بظاہر ایک ہی معنیٰ رکھتا ہے مگر اس کے کئی معانی ہوتے ہیں اور ان ہی کی مناسبت سے علیحدہ

Marfat.com

علیحدہ آیات علیحدہ علیحدہ معانی رکھتی ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس علم کو سیکھا جیساکہ لفظ اَب تخفیف کے ساتھ بھی ہے اور اَبّ تشدید کے ساتھ بھی ہے مگر دونوں کا معنیٰ علیحدہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اَبًّا کا معنیٰ پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ اگر میں قرآن میں کوئی ایسی بات کہہ جاؤں کہ جس کا مجھ کو پورا علم نہیں تو پھر میرے لئے ساری کائنات میں کوئی جائے پناہ نہیں۔ اَب کا معنیٰ باپ اور اَبّ کا معنیٰ گھاس، چارہ ہے۔ اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے قرآن کریم کے معانی سمجھو اور اس کے نکات ڈھونڈو ایک ارشاد میں ہے قرآن کی تلاوت کرنے والے کو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے مگر قرآنی ارشاد میں غور و فکر کرنے والے کو بیس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور ایک روایت میں فرمایا:-

قرآن کریم کے علوم و معارف کا ماہر باعزّت فرشتوں کے ساتھ ہو گا۔ (الحدیث)

اس موضوع پر کتاب العزیزی کی تصنیف پر پندرہ سال کا عرصہ صرف ہوا۔ امام راغب اصفہانی (م ۵۰۲ھ) کی کتاب مفردات القرآن جامع اور مستند کتاب ہے جو مطبوعہ ہے۔ اس فن کو سمجھنے کے بعد کئی غلطیوں سے بچ جائے گا جیساکہ حضرت ابن عباس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ قرآن مجید کی سورہ انبیاء میں حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا:-

فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ (آیت ۸۷)

یعنی اس لفظ نقدر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدرت سے مشتق ہے تو معنیٰ یہ ہو گا کہ یونس علیہ السلام نے یہ خیال کیا ہم اس پر قادر نہ ہوں گے یعنی اب وہ ہماری گرفت سے بچ گئے۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام پر یہ قیاس کرنا گناہ عظیم ہے انبیاء علیہم السلام تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر پورا یقین اور ایمان رکھتے ہیں۔ حضرت معاویہ نے فرمایا یہ لفظ قدر سے مشتق ہے قدرت سے نہیں (مدارک) یعنی قدر کا معنیٰ تنگ کرنا ہے جیساکہ سورۃ والفجر میں فرمایا فَقَدَرَ عَلَیْہِ رِزْقَہٗ پس تنگ کر دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے رزق اس کا۔ تو یہاں بھی یہی معنیٰ مراد ہے یونس علیہ السلام نے خیال فرمالیا کہ اب ان پر کوئی تنگی باقی نہ رہے گی جیساکہ ہجرت کے بعد ہر نبی علیہ السلام کو آسانی دی گئی

Marfat.com

فرمایا کہ من یہاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ (النساء)
مگر یونس علیہ السلام کی قوم کی خوش بختی سے ان کے لئے ہدایت کا فیصلہ ہو چکا تھا اس لئے یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں رکھ کر پھر واپس اپنی قوم میں لایا گیا اور لوگ دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے۔

اگر لفظ قدر کے اس معنی کا نہ پتہ چلتا تو معنی میں کس قدر غلطی ہو جاتی۔ اسی طرح :۔

(۲) علم نظائر القرآن بھی ہے جس میں ایک لفظ اور کلمہ جو متعدد آیات میں علیحدہ علیحدہ معانی کے لئے آیا ہے ان معانی کو متعین کیا جاتا ہے اس موضوع پر متقدین میں سے مقاتل بن سلیمان نے اور متاخرین میں سے ابن فارس، ابن الجزری نے جامع کتابیں تحریر فرمائی ہیں جیسا کہ عتیا کا کلمہ قرآن مجید میں ایک تو حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق سورہ مریم میں آیا ہے اور اسی طرح اسی سورۃ میں دوزخیوں کے متعلق بھی یہی کلمہ آیا ہے حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں اس کلمہ کا ترجمہ تو یہ کیا جائے گا کہ میرا بڑھاپا حد سے بڑھ چکا ہے اور دوزخیوں کے بارہ میں ترجمہ یہ کیا جائے گا کہ تم میں سے کون اللہ تعالیٰ کے سامنے زیادہ سرکش ہے۔ ان کی مزید مثالیں ان شاء اللہ آگے آجائیں گی۔

(۳) مشکلات القرآن۔ اس علم کا موضوع یہ ہے کہ قرآن مجید کی بعض آیات بعض کے مقابل معلوم ہوتی ہیں اس لئے ناواقف لوگ غلط ترجمہ کر ڈالتے ہیں یا کسی ذہنی اور اعتقادی غلطی کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ خاص کر یہ مشکل اس وقت آپڑتی ہے جب دو علیحدہ علیحدہ حکم ایک ہی کلمہ یا ایک ہی طرز بیان سے ارشاد ہوئے ہوں جیسا کہ المحصنٰت کا کلمہ سورہ النساء میں دو حکموں میں آیا ہے۔ ایک جگہ تو آیا ہے کہ محصنٰت (۲۴) کے ساتھ نکاح حرام ہے اور ساتھ ہی (۲۵) میں فرمایا ہے۔ تم محصنٰت کے ساتھ نکاح کرو۔ تو جب تک محصنٰت کے سب معانی معلوم نہ ہوں ترجمہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس کے لئے علماء تفسیر نے علم اضداد القرآن مدون فرمایا ہے جس پر علامہ انباری (م ۳۲۸ھ) کی جامع اور مفید کتاب اضداد القرآن پہلی مرتبہ کویت کی حکومت نے شائع کر دی ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ اسی طرح کلمات اللہ کے بارے میں سورہ الکہف میں فرمایا :۔

Marfat.com

قل لوکان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا اور سورہ لقمٰن میں فرمایا ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ (آیت ۲۷)

ان دونوں آیتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم ہونے میں نہیں آتیں لیکن سورہ الانعام میں فرمایا وتمت کلمت ربك صدقا وعدلا (آیت ۱۱۶)

تو ان دونوں آیتوں کا باہمی تعارض دور کرنے کے لئے جس علم کی ضرورت ہے اس کو علم مشکلات القرآن کہا جاتا ہے اس علم کی رو سے ان کا معنی یہ کیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے کلمات اور ارشادات کی تفسیر اور تشریح تو کبھی بھی ختم نہ ہو سکے گی اگر ساری کائنات جمع ہو کر بھی اس کی تشریح اور تفسیر لکھے تو ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کلام کے معانی رموز اور اسرار کو مکمل طور پر لکھ سکیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر اس کے علم اور حکمت سے کسی کا مقابلہ کیسے ہو سکتا ہے۔ بندے کے علم کو بیان کرتے ہوئے فرمایا وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (اسراء ۸۵) تمہیں جو علم دیا گیا وہ تو بہت ہی تھوڑا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کی تفاسیر کئی کئی جلدوں میں لکھی گئیں۔ ابن النقیب حنفی (م ۶۶۸ھ) نے چار سو جلدوں میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ لیکن بالآخر واللہ اعلم ہی لکھنا پڑا۔ اور دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی ہدایت اور فلاح کے لئے جو جو باتیں ارشاد فرمانی تھیں وہ فرما دیں اب قرآن مجید کے بعد کوئی دوسری کتاب انسانوں کی راہ نمائی کے لئے نازل نہ ہو گی قرآن کریم ان کلمات کا مجموعہ ہے جو صدق سچائی اور عدل کے اعتبار سے کامل اور تام ہیں اب اس کے بعد اگر کوئی کسی کلام کے نزول کا دعویٰ کرے گا تو وہ کذب اور ظلم ہو گا۔ اب ان دونوں مقامات کا تعارض دور ہو گیا۔ اس موضوع پر بھی علماء کرام نے کافی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ جن میں سے ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) کی کتاب تاویل مشکل القرآن بہتر کتاب ہے۔ اسی طرح مشکلات القرآن کے لئے حضرت شیخ الحدیث انور شاہ صاحب قدس سرہ العزیز

Marfat.com

کی کتاب مشکلات القرآن بھی مفید ہے۔

(۴) اقسام القرآن۔ قرآن کریم انسانوں کی ہدایت اور راہ نمائی کے لئے نازل ہوا ہے اس لئے اس میں ان تمام طریقوں کو اختیار فرمایا ہے جو ان کی تفہیم کے لئے مفید ہیں، اسی ضمن میں اکثر جگہ خداوند قدوس نے خود اپنی ذات پاک کی اور بعض دوسری چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں قسموں کا آنے والے حکم کے ساتھ کیا تعلق ہے اس سے کیا بات واضح ہوتی ہے اس کا سمجھنا بھی ضروری ہے۔ اس موضوع پر علماء تفسیر نے کافی کتابیں لکھی ہیں جامع اور مختصر کتاب اقسام القرآن ہے جو علامہ ابن القیم (م ۷۵۱ھ) نے تحریر کی ہے۔ کتاب مطبوعہ ہے۔

(۵) امثال القرآن۔ قرآن کریم نے کافی ارشادات سمجھانے کے امثال بھی بیان فرمائی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔

وتلك الامثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون (الحشر ۲۱)

مگر امثال میں غور و فکر کے لئے بھی تو علم کی ضرورت ہے فرمایا وتلك الامثال نضربها للناس وما يعقلها الا العالمون (عنکبوت ۴۳) ایک مثال کو سمجھنا پھر اس کو اس حکم پر منطبق کرنا اس کا نتیجہ نکلنا ضروری ہے۔ امثال کے لئے محاورات کا سمجھنا بھی ضروری ہے اس موضوع پر عبدالعزیز بن عبدالسلام (م ۶۶۰ھ) کی کتاب کتاب الاشارہ مختصر ہونے کے باوجود جامع اور مفید ہے

(۶) مبہمات القرآن۔ قرآن کریم میں بعض شخصیتیں مبہم انداز میں ذکر کی گئی ہیں۔ اسی طرح بعض دوسرے مقامات میں مبہم ہیں۔ جن کو سمجھنا نہایت ہی ضروری ہے سلف صالحین نے اس میں پوری عمریں صرف کر دیں۔ حضرت عکرمہ قرآن مجید کی آیت (النساء ۱۰۰) میں ذکر ہونے والے مہاجر کے متعلق ومن يخرج من بيته مهاجرا کون سا خوش بخت ہے چودہ سال پوچھتے رہے۔ آخر معلوم ہوا کہ یہ جندع بن ضمرہ صحابی تھے۔

اس موضوع پر قاضی بدرالدین، ابن عساکر، سہیلی نے کتابیں لکھی ہیں، امام سیوطیؒ نے اسی نام سے ایک مختصر رسالہ لکھا ہے جو مطبوعہ ہے اور اس موضوع میں اچھا راہ نما ہے۔

Marfat.com

(۷) احکام القرآن - قرآن کریم کا نزول انسانوں کو نیک کاموں کا حکم کرنے اور برے کاموں سے روکنے کے لیے ہے۔ امر و نہی کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ اس کو فقہ میں حل کیا جاتا ہے۔ ترجمہ اور تفسیر جاننے والوں کے لئے احکام القرآن کا جاننا بھی نہایت ہی ضروری ہے، ہر دور میں علماء اسلام نے اس موضوع پر مستقل اور علیحدہ کتابیں لکھی ہیں۔ خصوصاً امام جصاص (م ۳۷۰ھ) کی کتاب جامع اور مفید ہے۔ برصغیر کے مشہور عالم ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفسیر احمدی صرف اسی موضوع پر تحریر فرمائی ہے۔ اردو زبان میں میری مطبوعہ کتاب احکام القرآن سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

(۸) لغۃ القرآن - یہ بات درست ہے کہ قرآن مجید کا نزول عربی زبان میں ہے اس لئے عربی زبان کا جاننا ضروری ہے عربی زبان دانی کے لئے لغت عرب کا سمجھنا اور اس کے اسلوب بیان کو جاننا نہایت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کاتبان قرآن مجید (حضرت زید سعید بن العاص، عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمٰن بن حارث) رضی اللہ عنہم کو حکم دیا تھا کہ جب تمہارا اور حضرت زید کا کسی لغت میں اختلاف ہو جائے تو تم کو لغت قریش پر ہی فیصلہ کرنا ہوگا چنانچہ لفظ تابوت کے تلفظ میں ان کی رائے یہ تھی کہ تابوت ہے۔ مگر حضرت زید کی رائے تھی کہ تابوہ ہا کے ساتھ ہے۔ آخر حضرت عثمان کے حسب فرمان قریش کی لغت کو فیصلہ کن سمجھ کر تابوت ہی پڑھا اور لکھا گیا۔ اب آئندہ کے لئے نہ کسی اور لغت میں پڑھا جائے اور نہ ہی لکھا جائے گا جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک قاری سورہ یوسف میں لَیَسۡجُنُنَّہٗ (صرف ایک نون) پڑھ رہا ہے آپ نے اس سے وجہ پوچھی تو اس نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا حوالہ دیا۔ اس پر حضرت عمر فاروق نے عبداللہ بن مسعود کو لکھا:-

> "خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید کو فصیح اور صاف عربی زبان میں نازل فرمایا اور یہ وہ عربی ہے جو قریش بولتے ہیں میل خط پا کر لوگوں کو فصیح عربی میں قرآن پڑھاؤ اور ہذیل کی عربی میں قرآن نہ پڑھاؤ۔"

(۹) معارف القرآن - یہی اس کتاب کا موضوع ہے اس سے مراد ان تمام علوم اور قواعد کا

Marfat.com

مجموعی خلاصہ ہے جو علماء کرام نے قرآن فہمی کے لئے مدون فرمائے ہیں۔ ویسے تو اکثر مفسرین قرآن مجید نے اپنی تفاسیر میں ان قواعد اور اصول کو ضمنی طور پر بیان فرمادیا ہے مگر جامع طور پر امام جلال الدین سیوطیؒ نے اتقان میں کافی معلومات کا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ مگر اس سے بھی مختصر اور مفید کتاب الفوز الکبیر ہے جس کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ) نے مرتب فرمایا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن فہمی کی وہ دولت عطا کی تھی جو کم ہی خوش بختوں کو دی گئی شاہ صاحبؒ نے فرمایا:-

"اگر سچ پوچھتا ہے تو میں قرآن مجید کا بلاواسطہ ایسا ہی شاگرد ہوں جیسا کہ روح پُرفتوح رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اویسی ہوں"

(الفوز الکبیر فارسی ص ۴۵ اردو ص ۱)

حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ الفوز الکبیر کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:-

"جب اس فقیر پر کتاب اللہ کے سمجھنے کا دروازہ کھولا گیا تو میں نے چاہا کہ بعض مفید نکات جو کتاب اللہ کے سمجھنے میں دوستوں کو کارآمد ہو سکتے ہیں۔ ایک مختصر رسالہ میں منضبط کرے خداوند تعالیٰ کی عنایت بے غایت سے امید ہے کہ طالب علموں کو صرف ان قواعد کے سمجھ لینے سے ایک وسیع شاہ راہ کتاب اللہ کے سمجھنے میں کھل جائے گی کہ اگر وہ ایک عمر کتب تفاسیر کا مطالعہ کرنے یا ان کو تفسیروں سے جن کی تعداد اس زمانہ میں بہت ہی کم رہ گئی ہے پڑھنے میں صرف کریں تو اس قدر ضبط کے ساتھ حاصل نہیں ہو سکتی"

ان شاء اللہ احقر کی مرتب کردہ کتاب معارف القرآن کو مطالعہ کرنے کے بعد قرآن کریم کے سمجھنے کا ایک خاص ذوق اور ملکہ پیدا ہو جائے گا اور صحیح ترجمہ سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔

(۱۰) **معانی القرآن**۔ اس موضوع کا تعلق بھی الفاظ قرآنی اور ان کے معانی کے ساتھ ہے اس موضوع پر بھی علماء سلف نے کافی کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ مگر ان سب سے زیادہ مستند کتاب

Marfat.com

فراء نحوی (م ۲۰۷ھ) کی معانی القرآن ہے۔ علماء تفسیر نے اس سے کافی استفادہ فرمایا ہے اور اس کو دلیل سمجھا ہے۔

یہ ان علوم میں سے چند علوم کا اجمالی تعارف ہے جن کے بغیر قرآن مجید کی تعلیمات اور اس کے معارف کا سمجھنا مشکل ہے اور ان علوم سے بہرہ ور ہونے کے بغیر قرآنی تفسیر ہدایت کی بجائے دین سے دور لے جائے گی۔

# قرآنی تفسیر کی مختصر سرگذشت

قرآن مجید نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو فرض منصبی بیان فرمائے ہیں:۔

ایک تو اللہ تعالیٰ کی کلام کا لوگوں تک پہنچانا۔ فرمایا۔ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیك (المائدہ ۶۷) اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے کلام کو سمجھانا۔ فرمایا۔ الا لتبین للناس ما نزل الیھم (النحل ۴۴) ان دونوں اور اسی مضمون کی دوسری آیات کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح قرآن مجید کے الفاظ امت تک پہنچائے ہیں اسی طرح آپ نے قرآن مجید کے الفاظ کی تفسیر اور تشریح بھی پہنچائی ہے اور اسی کا اقرار آپ نے اپنی امت کے پہلے بابرکت گروہ صحابہ کرام کے عظیم مجمع سے کرانے کے بعد یوں فرمایا۔ اَللّٰھم اَشْھَد اے میرے اللہ اس بات پر گواہ رہ۔ کہ میں نے تیرا کلام کریم لوگوں تک پہنچایا بھی اور ان کو سمجھایا بھی ہے، تو سب سے پہلے مفسر قرآن حکیم کے خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے پھر اسی کے ساتھ ساتھ آپ نے امت کے ذمے یہ فریضہ لگایا کہ اِلا فلیبلغ الشاھد الغائب جو حاضر ہے وہ ان تک پہنچا دے جو اس وقت موجود نہ ہوسکے۔ اس لئے امت نے دور رسالت سے لے کر آج تک اس فریضہ کو باحسن وجوہ ادا کیا۔ اس کی چند وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ تو اسی فریضہ نبوت کی ادائیگی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق تک اس کا کلام پہنچایا جائے اور

Marfat.com

ان کو سمجھایا جائے۔ دوسری وجہ اس اجر و ثواب کا حصول ہے جو قرآن مجید کے ساتھ نسبت اور ربط رکھنے والوں کو ملتا ہے۔

تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ دشمنان اسلام کے ایک گروہ نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر قرآن ہی کے لباس میں دین کے خلاف مذموم کوشش ہے اس مذموم حرکت کا جواب دینے کے لئے علماء اسلام نے دفاعی طور پر قرآن کریم کی تفاسیر مرتب فرمائی ہیں۔

چوتھی وجہ یہ ہے اور یہ سب سے بڑی وجہ ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری اور کامل دین ہے جس کی ہدایات کا سرچشمہ قرآن مجید ہے۔ قرآن کریم میں ہر زمانہ میں پیدا ہونے والے مسائل کا کامیاب حل موجود ہے اور یہی قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ اس میں تمام انسانی حالات اور زمانے کے راہ نما اصول موجود ہیں جس سے دوسری آسمانی کتابیں خالی ہیں۔ اس لئے ہر زمانے میں علماء اسلام نے قرآن مجید کی تفسیر کی سعادت حاصل کی۔ اور یہ سعادت آخر تک حاصل ہوتی رہے گی۔ علم تفسیر کی پوری سرگذشت کو بیان کرنے کے لئے تو کئی دفتر درکار ہیں۔ یہاں اجمالی طور پر چند سطور میں اس کا تذکرہ کر دیا جاتا ہے۔

**طبقہ اولیٰ**۔ یہ طبقہ ان مفسرین قرآن مجید پر مشتمل ہے جنہوں نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین کے تفسیری اقوال کی روشنی میں تفسیر کو مرتب فرمایا جیسا کہ عبد اللہ بن مسعود۔ عبد اللہ بن عباس (صحابہ) علقمہ بن قیس، مسروق ابن اجدع، عامر شعبی (تابعین) اور یزید بن ہارون السلمی، شعبہ بن الحجاج، وکیع بن الجراح جیسے مفسرین قرآن موجود ہیں۔

**طبقہ دوم**۔ ان علماء تفسیر کا ہے جنہوں نے تفسیر میں اقوال ماثورہ کے ساتھ لغت اور دوسرے علوم پر بھی بحث کی ہے۔ اور پھر قرآن مجید کی آیات کی تاویل کی ہے جیسا کہ محمد بن جریر طبری م ۳۱۰ھ اور ان کے ہم عصر مفسرین قرآن کریم ہیں۔ اسی طرح ہر دور اور ہر زمانے میں قرآن مجید کی جامع اور خاص خاص موضوعوں پر بھی تفاسیر مرتب کی گئی ہیں۔ جن کی پوری تفصیل اور تشریح تو میری جامعہ کتاب تذکرۃ المفسرین میں ملے گی۔ جو اپنے موضوع میں بفضلہ تعالیٰ پہلی کتاب ہے۔ اجمالی طور پر تعارف کے لئے ایک نقشہ پیش کیا جاتا ہے جس میں دور اول سے لیکر آج تک کے مفسرین قرآن مجید کی فہرست موجود ہے:

Marfat.com

# مشہور مفسّرین قرآنِ حکیم

| صدی | |
| --- | --- |
| پہلی | اُبیؓ بن کعب - عبداللہ بن مسعود - مسروق بن اجدع - عبداللہ بن عباس - ابوالعالیہ<br>۲۰ھ ۳۲ھ ۶۸ھ ۶۸ھ ۹۳ھ<br>سعید بن جبیر<br>۹۵ھ |
| دوسری | ابوالاسود بن عمر - ضحاک - عکرمہ - مجاہد - طاؤس - عطا بن ابی رباح - قتادہ<br>۱۰۱ھ ۱۰۲ھ ۱۰۴ھ ۱۰۴ھ ۱۰۶ھ ۱۱۴ھ ۱۱۷ھ<br>محمد بن کعب - سدی - زید بن اسلم - علی بن ابی طلحہ - کلبی - مقاتل بن سلیمان<br>۱۱۸ھ ۱۲۷ھ ۱۳۶ھ ۱۴۳ھ ۱۴۶ھ ۱۵۰ھ<br>مقاتل بن حبان - عبدالملک بن عبدالعزیز - زائدہ بن قدامہ - امام مالک - یونس<br>۱۵۰ھ ۱۵۰ھ ۱۶۰ھ ۱۷۹ھ ۱۸۲ھ<br>وکیع - سفیان بن عیینہ - ابوزکریا بن سلام<br>۱۹۷ھ ۱۹۸ھ ۲۰۰ھ |
| تیسری | قطرب - فراء - محمد بن عبداللہ - حافظ عبدالرزاق - اخفش - السمین - عبد بن حمید<br>۲۰۶ھ ۲۰۷ھ ۲۰۸ھ ۲۱۱ھ ۲۱۵ھ ۲۳۵ھ ۲۴۹ھ<br>امام دارمی - محمد بن سحنون - امام بخاری - مسلم بن قتیبہ - ابوحنیفہ دینوری - امام ثعلب<br>۲۵۵ھ ۲۵۶ھ ۲۵۶ھ ۲۷۶ھ ۲۹۰ھ ۲۹۱ھ |
| چوتھی | علی بن موسیٰ - ابوالاسود موسیٰ - ابنِ جریر - قتیبہ بن احمد - ابراہیم بن محمد (زجاج)<br>۳۰۵ھ ۳۰۶ھ ۳۱۰ھ ۳۱۶ھ ۳۱۶ھ |

Marfat.com

| | |
|---|---|
| | ابوبکر سیستانی - امام ماتریدی - ابنِ نحاس - نقاش - امام ابونصر منصور - محمد بن القاسم<br>۳۱۶ھ ۳۳۳ھ ۳۳۷ھ ۳۵۱ھ ۳۵۵ھ<br>امام طبرانی - قفال شاشی - امام جصاص - ابواللیث سمرقندی<br>۳۶۵ھ ۳۶۵ھ ۳۷۰ھ ۳۹۳ھ |
| پانچویں | احمد بن علی احمد - محمد بن الحسن بن فورک - محمد بن الحسین - قنازعی - ثعالبی<br>۴۰۱ھ ۴۰۶ھ ۴۱۲ھ ۴۱۳ھ ۴۲۷ھ<br>الحوفی - جوینی - امام صابونی - ماوردی - طوسی - ابوالقاسم عبدالکریم<br>۴۳۰ھ ۴۳۷ھ ۴۴۹ھ ۴۵۰ھ ۴۶۰ھ ۴۶۵ھ<br>الواحدی - شہفور - ناصر خسرو - ابوالقاسم<br>۴۶۸ھ ۴۷۱ھ ۴۸۱ھ ۴۸۹ھ |
| چھٹی | ابوالقاسم اصفہانی - خطیب - امام غزالی - فرّاء بغوی - زمخشری - اسماعیل طلحی قرشی<br>۵۰۲ھ ۵۰۲ھ ۵۰۵ھ ۵۱۶ھ ۵۲۸ھ ۵۳۵ھ<br>عالی بن غزنوی - عمر بن محمد نسفی - ابن العربی - امام بیہقی - شہرستانی - زین المشائخ<br>۵۳۷ھ ۵۳۸ھ ۵۴۳ھ ۵۴۴ھ ۵۴۷ھ ۵۶۳ھ<br>حجۃ الدین - نیشاپوری - ابن الجوزی - خزرجی<br>۵۶۶ھ ۵۷۷ھ ۵۹۷ھ ۵۹۹ھ |
| ساتویں | شیخ ابومحمد روزبہان - طبرستانی - مبارک شیبانی - عبداللہ بن الحسن العکبری - قطب مغزلی<br>۶۰۶ھ ۶۰۶ھ ۶۰۶ھ ۶۱۶ھ ۶۱۸ھ<br>ابوبکر یحییٰ ابن احمد - شیخ حسام الدین سمرقندی - شیخ اکبر - امام بکر فضل - زملکانی<br>۶۲۳ھ ۶۳۸ھ ۶۴۰ھ ۶۵۱ھ |

Marfat.com

| | |
|---|---|
| | ابن النقیب۔ ابن فرحون۔ امام کواشی۔ ابن المنیر۔ امام بیضاوی۔ برہان نسفی۔ عبدالعزیز دیرینی<br>۶۶۸ھ ۶۶۹ھ ۶۸۰ھ ۶۸۳ھ ۶۸۵ھ ۶۸۷ھ ۶۹۴ھ |
| آٹھویں | ابوالبرکات نسفی۔ امام بدرالدین حلبی۔ ابوجعفر غرناطی۔ قطب الدین شیرازی۔ عماد الکندی<br>۷۰۱ھ ۷۰۵ھ ۷۰۸ھ ۷۱۰ھ ۷۲۰ھ<br>احمد بن محمد بن جبارہ۔ امام ابن تیمیہ۔ علی بن عثمان۔ اسکندری۔ علامہ طیبی۔ ابن حیان<br>۷۲۷ھ ۷۲۸ھ ۷۳۹ھ ۷۴۱ھ ۷۴۳ھ ۷۴۵ھ<br>جاربردی۔ السمین۔ ابن نقاش۔ محمد بن محمد الرزای۔ محمود بن احمد قنوی<br>۷۴۶ھ ۷۵۶ھ ۷۶۳ھ ۷۶۶ھ ۷۷۱ھ<br>تفتازانی۔ امام زرکشی۔<br>۷۹۲ھ ۷۹۴ھ |
| نویں | احمد بن مسعود۔ ابوزرعہ عراقی۔ فیروزآبادی۔ گیسو دراز۔ شیخ علی مہائمی۔ شہاب الدین<br>۸۰۳ھ ۸۰۶ھ ۸۱۷ھ ۸۲۵ھ ۸۳۵ھ ۸۴۰ھ<br>ابن حجر عسقلانی۔ علاء الدین سمرقندی۔ جلال محلی۔ ثعالبی۔ قاسم بن قطلوبغا۔ منلا خسرو<br>۸۵۲ھ ۸۶۰ھ ۸۶۴ھ ۸۷۵ھ ۸۷۹ھ ۸۸۳ھ<br>امام بقاعی۔ اخی زادہ۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی۔<br>۸۸۵ھ ۸۸۶ھ ۸۹۸ھ |
| دسویں | حسین کاشفی۔ جلال الدین سیوطی۔ شیخ زادہ۔ امام ابوالسعود۔ بدالدین۔ زنجانی<br>۹۰۶ھ ۹۱۱ھ ۹۵۱ھ ۹۸۲ھ ۹۸۵ھ ۹۹۳ھ |
| گیارھویں | شیخ مبارک ناگوری۔ ابوالفیض۔ طاہر سندھی۔ منورالدین لاہوری۔ ملا علی قاری<br>۱۰۰۱ھ ۱۰۰۴ھ ۱۰۰۴ھ ۱۰۱۱ھ ۱۰۱۴ھ<br>نظام الدین۔ عبدالحکیم سیالکوٹی۔ خفاجی۔ معین الدین<br>۱۰۳۶ھ ۱۰۶۷ھ ۱۰۷۰ھ ۱۰۸۵ھ |

Marfat.com

| | |
|---|---|
| بارہویں | امام زاہدی۔ رستم علی قنوجی۔ ملا جیون۔ امان اللہ بنارسی۔ محمد عابد لاہوری<br>۱۱۰۱ھ ۱۱۱۵ھ ۱۱۳۰ھ ۱۱۳۳ھ ۱۱۶۰ھ<br>شاہ محمد غوث پشاوری۔ شاہ ولی اللہ دہلوی<br>۱۱۵۲ھ ۱۱۷۶ھ |
| تیرھویں | سید علی بن ابراہیم۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ محمد بن عبد اللہ غزنوی۔ نواب قطب الدین خان<br>۱۲۱۳ھ ۱۲۲۵ھ ۱۲۹۶ھ ۱۲۸۹ھ<br>شاہ عبد العزیز دہلوی۔ شاہ عبد القادر۔ محمد سعید مدراسی<br>۱۲۳۹ھ ۱۲۳۰ھ ۱۲۷۲ھ |
| چودھویں | مفتی محمد عبدہٗ۔ شاہ عبد الحق (شیخ الدلائل) عبد الحق حقانی۔ فتح محمد تائب۔ نواب صدیق حسن خاں<br>۱۳۲۳ ۱۳۳۳ ۱۳۳۵ ۱۳۰۹ ۱۳۰۷<br>بارک اللہ۔ حضرت تھانوی۔ مولانا آزاد۔ علامہ آلوسی۔ مولانا احمد علی لاہوری۔<br>۱۳۱۱ھ ۱۳۶۲ھ ۱۳۰۴ھ ۱۳۸۱ھ<br>حضرت شیخ الہند۔ انور شاہ صاحب وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم<br>۱۳۳۹ھ |

# برصغیر میں تفسیر کی سرگذشت

برصغیر کا وہ حصہ جو اب مستقل علیحدہ ایک ملک پاکستان کی حقیقت بن چکا ہے خوش بختی سے اسلام کے ابتدائی دور ہی سے ایمان اور اسلام کی کرنوں سے منور ہو چکا تھا تحقیقات سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ بحری راستے سے کراچی اور سندھ کا علاقہ صحابہ کا قدم بوس ہو چکا تھا (بلکہ مشہور تو یہ ہے کہ بمبئی کے قریب راندیر نامی بستی میں صحابہ کرام کے مزارات بھی ہیں) اور برّی راستے سے بتوں اور قلات صحابہ کے لئے اپنی آنکھوں کو فرشِ راہ بنا چکا تھا۔ مسلمان

Marfat.com

جہاں پہنچے ہیں قرآن کریم اور مسجد ساتھ لے گئے ہیں۔ اسی بنیاد پر سندھ کے علاقے میں تفسیر قرآن کے مفسر گذرے ہیں جن میں سے مشہور مفسّر قرآن حکیم عبد بن حمید جن کا پورا نام عبد الحمید ہے سندھی تھے۔ آپ کا تعلق اس علاقہ سے تھا جس کو رن کچھ کہا جاتا ہے۔ علم البلدان کا محقق عالم یاقوتی ان کے متعلق لکھتا ہے من بلاد السند، علامہ ابن حجر عسقلانی نے عبد ابن حمید کی مرتبہ تفسیر قرآن کا ایک حصہ محمد بن مزاحم کے قلم سے لکھا ہوا دیکھا ہے۔ جو محمد بن مزاحم نے صرف ایک واسطہ سے عبد بن حمید سے حاصل کیا ہے۔ عبد بن حمید کی تفسیر کے بارے میں حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ تفسیر دیار عرب میں مشہور اور متداول ہے۔ عبد بن حمید کا انتقال ۲۹۴ھ کو ہوا۔

اس کے بعد تفسیر قرآن مجید کا کام ہوتا رہا جس کی مختصر سی فہرست درج ذیل ہے۔

علامہ مخلص بن عبد اللہ دہلوی م ۶۴۰ھ نے قرآن مجید کی ایک تفسیر بہ نام کشف الکشاف لکھی۔

امیر کبیر تاتارخان دہلوی م ۷۹۰ھ نے قرآن مجید کی ایک تفسیر تاتارخانی لکھی۔

پہلا فارسی ترجمہ آٹھویں صدی ہجری میں نظام الدین قمی شافعی نیشاپوری نے کیا جو دولت آباد آکر آباد ہو گئے تھے۔

شیخ اشرف جہانگیر سمنانی ۲۳ سال کی عمر میں ہندوستان آیا۔ اور کچھوچھہ شریف میں آکر سکونت اختیار کر لی۔ قرآن مجید کی ایک تفسیر بنام نور بخشیہ لکھی۔ ۸۰۸ھ کو کچھوچھہ میں وفات پائی۔

حضرت سید محمد گیسو دراز نے تفسیر کشاف کا حاشیہ اور علیحدہ تفسیر لکھی۔ آپ کی وفات ۸۲۵ھ کو ہوئی۔

شیخ احمد بن علی قصبہ مہائم متصل بمبئی میں پیدا ہوئے قرآن کریم کی جامعہ تفسیر بہ نام تفسیر رحمانی لکھی جو مطبوعہ ہے آپ کا انتقال ۸۳۵ھ کو ہوا۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی آپ نے قرآن مجید کی تفسیر فارسی زبان میں لکھی جو مشہور اور جامع ہے۔ تفسیر کا نام بحر مواج ہے ۸۴۰ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔

خواجہ حسین ناگوری۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ والہانہ محبت تھی۔ قرآن شریف کی

Marfat.com

ایک تفسیر تیس جلدوں میں بہ نام نور النبی لکھی۔ آپ کی وفات ۹۰۱ھ کو ہوئی۔

مولانا اللہ داد جونپوری نے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھی جو تفسیر مدارک کے حواشی پر مشتمل ہے۔ وفات ۹۲۳ھ کو ہوئی۔

شیخ محمد بن عاشق چڑیا کوٹی نے قرآن مجید کی ایک تفسیر بہ نام تفسیر محمدی لکھی ہے۔

شیخ حسن محمد مشہور بہ شیخ احمد گجراتی نے قرآن مجید کی تفسیر بہ نام تفسیر محمدی لکھی۔ احمد آباد ۹۸۲ھ کو فوت ہوئے۔

مولانا وجیہ الدین بن نصر اللہ گجراتی نے بیضاوی کا حاشیہ لکھا۔ ۹۹۶ھ کو احمد آباد ہی میں فوت ہوئے۔

شیخ طاہر سندھی ثم برہانپوری نے قرآن مجید کی تفسیر بہ نام مجمع البحار لکھی شیخ کا وصال دسویں صدی کے آخر میں ہوا۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے جس طرح حدیث کی خدمت کی اسی طرح تفسیر قرآن مجید بھی فرمائی حضرت شیخ عبد الحق کی وفات ۔۔۔ھ کو ہوئی مزار گرامی دہلی میں ہے۔

حجۃ اللہ فی ارضہ السید شاہ ولی اللہ دہلوی برصغیر میں ترجمۃ القرآن اور تفسیر کے امام ہیں۔ آپ نے فارسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ لکھا جس پر مختصر مگر جامع تفسیری فوائد دئے۔ آپ کا وصال ۱۱۷۶ھ کو دہلی میں ہوا۔ آپ کے فرزند ارجمند شاہ رفیع الدین نے اردو زبان میں ترجمہ فرمایا۔ آپ کے دوسرے گوہر نامدار شاہ عبد القادر نے تفسیر موضح القرآن لکھی۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حضرت شاہ ولی اللہ کے شاگرد رشید اور شیخ طریقت مرزا مظہر جانجاناں دہلوی کے خلیفہ طریقت قاضی ثناء اللہ نے تفسیر مظہری عربی میں لکھی جس پر اہل علم کو پورا پورا اعتماد ہے قاضی صاحب کا انتقال ۱۲۲۵ھ کو ہوا۔

نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے قرآن و حدیث کی قابل قدر خدمت کی تفسیر فتح البیان اور احکام قرآن میں نیل المرام عربی زبان میں تفاسیر لکھیں۔ آپ کا وصال ۱۳۰۷ھ کو بھوپال میں ہوا۔

مولانا عبد الحق دہلوی نے عیسائیت اور دہریت نیچریت کا دفاع کرتے ہوئے قابل قدر تفسیر

Marfat.com

حقانی لکھی۔ جو اردو زبان میں اس موضوع پر بہتر تفسیر ہے آپ کا انتقال ۱۳۳۵ھ کو ہوا۔

ہمارے اس دور میں تفسیری اصول کے مطابق جن حضرات نے قرآن مجید کی خدمت کی ہے ان میں حضرت مولانا محمود الحسن معروف شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بلند ہے آپ نے مالٹا کی اسارت کے زمانہ میں قرآن مجید کا ترجمہ فرمایا۔ جو دراصل اس علمی جماعت کا کارنامہ ہے جو حضرت مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ اور حضرت مولانا عزیز گل دامت برکاتہم کے علمی غور و تدبر کا خلاصہ ہے آپ کے اس مترجمہ مصحف پر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی اور تفسیری فوائد بہترین علمی خزانہ ہیں۔

جامع اور مکمل تفسیر بیان القرآن جو اس زمانہ میں تفسیر کے اساتذہ کے لئے بھی مشعلِ راہ ہے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی، علمی، روحانی بصیرت کا بہترین شاہکار ہے

قرآن مجید نے جو دینی اور فکری انقلاب پیدا کر کے صحرانشینوں کو قربِ خداوندی کا شرف بخشتے ہوئے قیصر و کسریٰ پر حکمران بنایا۔ اس انقلاب کو قرآن کریم کی روشنی میں سمجھنے کے لئے آج کل مسلمانوں کو بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس کے لئے فکر ولی اللہی کے ترجمان حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا محشّٰی قرآن مجید بہترین راہ نما ہے ؏

## "مشورہ"

قرآن شریف کے علوم اور تعلیم کی تشریحات کے متعلق خداوند قدوس کا ارشاد ہے۔

وَلَتَعۡلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعۡدَ حِيۡنٍ (ص ۸۸)

اسی اعجاز کا نتیجہ ہے کہ آج تک اس قدر تفاسیر قرآن مجید کی لکھی گئی ہیں کہ ان کا شمار ہم سے تو ناممکن ہے جس خوش بخت انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نوازا ہے وہ اپنی بساط کے مطابق ان کے مطالعہ سے لطف اور ایمانی سرور حاصل کرتا ہے مگر تاہم احقر اپنی حقیر معلومات کی بنا پر یہ مشورہ طلبائے علوم قرآنیات کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ مندرجہ ذیل تفاسیر کا مطالعہ قرآنی تعلیمات کے لئے

Marfat.com

مفید رہتا ہے۔

(۱) **تفسیر بغوی** - یہ تفسیر ابو محمد فرّاء بغوی م ۵۱۶ھ نے مرتب فرمائی ہے اس تفسیر میں ایک آیت سے متعلقہ دوسری آیات سے بھی تفسیر کی جاتی ہے۔ اس سے تفسیر القرآن بالقرآن کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے

(۲) **تفسیر ابن کثیر** - یہ تفسیر امام ابن کثیر دمشقی م ۷۷۴ھ کی مرتبہ ہے اس میں **تفسیر بالماثور** کا التزام ہے یعنی آیات کی تفسیر آیات سے اور پھر احادیث سے کی گئی ہے۔ تفسیر مستند روایات کا مجموعہ ہے اور سب کے ہاں تقریباً مُسَلّم ہے اب اس کا ترجمہ اردو میں بھی کیا گیا ہے۔

(۳) **تفسیر بیضاوی** - یہ تفسیر امام بیضاوی م ۶۸۵ھ کی مرتبہ ہے اگرچہ امام بیضاوی شافعی مذہب کے مقلد ہیں۔ مگر اس تفسیر میں تفسیر بالماثور کے ساتھ درانیہ کو بھی شامل کیا گیا ہے اس تفسیر کا مطالعہ معلومات افزا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی شرح **شیخ زادہ** کا مطالعہ نصیب ہو جائے تو پھر دوسری کسی تفسیر کی زیادہ ضرورت نہیں رہتی۔ شیخ زادہ حنفی مذہب کا مقلد ہے۔

(۴) **تفسیر مدارک** - یہ تفسیر اگرچہ بیضاوی کی طرح نہیں مگر پھر بھی قرآن فہمی کے لئے کافی حد تک مفید ہے احناف کے ہاں اس تفسیر کا بلند پایہ ہے اس کے مرتب ابوالبرکات نسفی م ۷۰۱ھ ہیں۔

(۵) **جلالین** - یہ تفسیر درس نظامی میں شامل ہے ازہر ہند کے مایۂ ناز فرزند شیخ الہند محمود الحسن نور اللہ مرقدہ نے اسارت مالٹا میں ترجمۃ القرآن کرتے ہوئے اس کو راہ نما بنایا۔ اور مصر کے ازہر کے شیخ مفتی محمد عبدہٗ نے بھی اسی کو قرآن فہمی کے لئے مشعلِ راہ بنایا۔ اس کا مطالعہ نہ صرف مفید بلکہ ضروری ہے — محمد سلیمان جمل حنفی نے اس کا حاشیہ مفصل لکھا ہے اس کا مطالعہ زیادہ مفید رہے گا۔

جو طلباء علوم قرآنیہ عربی سے ناواقف ہیں ان کے لئے مولانا اشرف علی تھانوی کی بیان القرآن (جو روح المعانی کا اردو ایڈیشن کہلائے جانے کا مستحق ہے) بہترین ذخیرہ علوم قرآنیہ ہے۔ اردو تراجم میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ جس پر مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری حاشی ہیں مفید ہے۔ احقر کی اپنی رائے ہیں اس دور کے شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا

Marfat.com

تفسیری حاشیہ ربط آیاتِ قرآنی اور قرآنی مطالب کے خلاصہ کے لئے بڑا ہی مفید ہے احقر آج تک اسی پر درسِ قرآن مجید دینے کی سعادت حاصل کر رہا ہے (واللہ الموفق)

بعض تفاسیر ایسی بھی ہیں جن کو اپنے مخصوص عقائد اور نظریات کی اشاعت پر مرتب کیا گیا ہے۔ ان کا مطالعہ محقق عالم کے سوا دوسرے طلبا کو نہ کرنا چاہئے۔ جیسا کہ زمخشری م ۵۳۸ھ کی تفسیر کشاف کے متعلق علماء تفسیر نے لکھا ہے:۔

"اس نے اپنے معتزلی عقائد کو قرآنی آیات سے ثابت کرنے کی کوشش کی"

اگرچہ معتزلہ دوسرے عقائد میں بھی جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف ہیں لیکن ان کی خصوصی علامت یہ ہے کہ ان کی کتابوں میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر نہیں پائی جاتی بلکہ ان آیتوں کی تحریف معنوی تک کر جاتے ہیں جن سے شانِ رسالت سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہوتی ہے جیسا کہ قرآن مجید کی آیت انہ لقول رسولٍ کریم کی تفسیر میں کہا ھو جبریل حالانکہ علماء تفسیر کا جم غفیر اس سے مراد سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو لیتا ہے۔ اسی طرح سورۃ الفتح میں توقروہ کا مرجع ذات باری تعالیٰ کو بنایا حالانکہ جمہور کے نزدیک اس کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے آٹھویں صدی ہجری کے مفسر محقق علامہ سبکی م ۷۷۱ھ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایسی عبارات کو پڑھنے کے بعد اس تفسیر کشاف کا مطالعہ ترک کر دیا ہے (معید النعم از سبکی ص ۸۰)

دورِ حاضر کے مادر زادہ ولی سیدی عبدالعزیز مصری نے ابریز میں فرمایا جس کا ترجمہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمایا:۔

اسی نکتہ کی وجہ سے دیندار اتقیاء نے تفسیر کشاف کے پڑھنے اور پڑھانے سے منع کیا ہے (ص ۲۶۶)

**فائدہ!** کشاف پر تنقیدی کتب کے لئے کتاب تذکرۃ المفسرین کا مطالعہ کیجئے۔

اسی طرح علماء عصر نے ان مفسرین کی تفاسیر سے احتراز کیا جائے جنہوں نے صرف اپنی آنکھ سے قرآن مجید کو دیکھا اور تفاسیر لکھ دی۔ خصوصاً ان تفاسیر کا مطالعہ نہ کیا جائے جن میں شانِ سید دو عالم صلی اللہ علیہ پر بھی تنقید کی گئی ہے:

Marfat.com

# تحریف

"تحریف" کا لفظ حرف سے مشتق ہے حرف کا معنی کنارہ۔ اصطلاح میں تحریف سے مراد یہ ہے کہ معنی اس طرح کیا جائے کہ جو بات کہنے والے کی مراد نہ ہوں۔ یہی مراد تحریف کی تفسیر کے سلسلے میں ہے قرآن کریم میں آیا ہے کہ تحریف کتاب اللہ یہودیوں کی بری عادت تھی فرمایا

وقد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون (بقرہ ع ۷۵)

ترجمہ اور ان میں سے ایک گروہ اللہ کا کلام (تورات سنتے تھے مگر پھر بدل ڈالتا تھا اس کو سمجھ لینے کے بعد اور یہ بھی اس بات کو جانتے ہیں۔

تحریف کی دو قسمیں ہیں۔ تحریف لفظی اور تحریف معنوی۔

تحریف لفظی کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ الفاظ ہٹا کر دوسرے الفاظ لے آئیں۔ یہودیوں میں تحریف لفظی کی عادت بد بھی موجود تھی جیسا کہ فرمایا:۔

یحرفون الکلم عن مواضعہ (النساء ع ۴۶) تحریف (بے ڈھب) کرتے تھے بات کو اس کے ٹھکانے سے

اسی تحریف لفظی کا نتیجہ یہ نکلا کہ تورات دنیا سے ضائع ہو گئی۔

اور آج بھی تورات اور انجیل کے ترجموں میں یہ چیز واضح ہے کہ ہر نیا ایڈیشن پہلے ایڈیشن سے الفاظ اور عبارت میں مختلف ہوتا ہے۔

قرآن کریم کے خلاف اگرچہ کھل کر تو تحریف لفظی کرنے کی جرأت کسی مسلمان کہلانے والے کو نہ ہو سکی البتہ یہودیوں نے اس کا اعادہ قرآن کریم کے متعلق بھی کیا کہ اسرائیل نے قرآن مجید عربی میں اپنے ردّ و بدل کے ساتھ طبع کرا کے افریقی قبائل میں تقسیم کیا مگر حکومت مصر نے اس کا ازالہ کر دیا۔ جس کے لئے وہ ساری امت کی طرف سے شکریہ کی مستحق ہے۔

مگر بعض مصری مسلمانوں نے تجدد کے نشہ میں قواعد اور شروط سے بے نیاز ہو کر:۔

۱۳۱۵ھ میں قرآن مجید کی عربی (مُنَزَّل) کو آسان عربی کے الفاظ میں ڈھال کر قرآن مجید کا نام

Marfat.com

دے کر شائع کر دیا مگر اس وقت کے علماء کرام نے اس فتنے کا مقابلہ کر کے اس کو جڑ سے کاٹ ڈالا۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء (المدخل ص ۴۹)

اسی بدعت کا ارتکاب برصغیر کی تقسیم سے پہلے لاہور کے بعض تاجروں نے کیا تھا کہ عربی متن کو بالکل اڑا کر صرف اردو زبان کو قرآن کا نام دے روشن چراغ قرآن مجید کے نام سے طبع کیا ظاہر ہے کہ یہ اقدام تحریف پر جا کر رکتا جیسا کہ انجیل اور تورات کا حشر ہوا اس لئے اس وقت احقر نے احتجاج کیا جسے اکابر علماء کرام کی سرپرستی حاصل ہوئی اور حکومت نے اسے ضبط کر لیا تھا مگر اب پھر وہ اسی طرز پر شائع ہو رہا ہے۔ اسی طرح پکتھال نومسلم کا انگریزی ترجمہ پہلے تو عربی متن کے بالمقابل حیدر آباد دکن سے شائع ہوا تھا مگر اب امریکہ سے بڑی کافی تعداد میں بغیر عربی متن کے شائع ہو رہا ہے مگر یاد رہے یہ تحریف قرآنی ہے۔ اور خطرناک فتنہ ہے۔ قرآن لفظ اور معنیٰ کا نام ہے۔ صرف معنٰی کو قرآن نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے تحریف سے پورے طور پر تب ہی محفوظ رہ سکتا ہے جب کہ لفظی ترجمہ کیا جائے۔ البتہ تفسیر اور تشریح میں وسعت کر سکتا ہے۔

مقام حیرت ہے کہ جناب ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں آیات قرآنیہ کا ترجمہ لفظی ترجمہ کرنے کی بجائے سلیس کر دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:۔

"لفظی ترجمے کے طریقے میں کسر اور خامی کے یہی وہ پہلو ہیں جن کی تلافی کے لئے میں نے ترجمانی کا ڈھنگ اختیار کیا ہے میں نے اس میں قرآن کے الفاظ کو اردو جامہ پہنانے کی بجائے یہ کوشش کی ہے کہ قرآن کی ایک عبارت پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے اسے حتی الامکان صحت کے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دوں۔ اسلوب بیان میں ترجمہ پن نہ ہو عربی مبین کی ترجمانی اردوئے مبین میں ہو۔"

حالانکہ مبین صرف عربی زبان ہے جس میں قرآن کا نزول ہوا بلسان عربی مبین (الشعراء ۱۹۵)

بہر حال محتاط اور انسب طریقہ یہی ہے کہ قرآن مجید کا عربی متن ساتھ رکھ کر لفظی ترجمہ کیا جائے اور پھر

Marfat.com

اس کی تفسیر و تشریح دوسری زبانوں میں کر دی جائے۔ **علماء سلف** نے قرآن مجید کی تفسیر بھی عربی زبان کے سوا کسی دوسری زبان میں کرنے سے گریز کیا چنانچہ :-

"امیر ابو صالح منصور بن نوح سامانی نے جب چوتھی صدی ہجری کی مشہور تفسیر ابن جریر طبری کا مطالعہ کرنا چاہا تو اس کا ترجمہ فارسی زبان میں کرانے کے لئے عالم اسلامی کے محققین علماء مثلاً امام ابو بکر بخاری م ۳۸۱ھ اور خلیل سمرقندی م ۳۶۵ھ اور علماء ماوراء النہر سے فتویٰ حاصل کرنے کے بعد اس تفسیر کا ترجمہ فارسی زبان میں کرایا جو بنام تفسیر منصوری مشہور ہوئی" (اورینٹل میگزین)

یہی وجہ تھی کہ سر سید احمد خان جیسے جدت پسند مفکر نے بھی ایسے ترجمہ کو **مردود** اور **گناہ عظیم** قرار دیا جیسا کہ مولانا حالی نے حیات جاوید حصہ دوم میں فرمایا ص ۹۶۴

"ایک شخص نے سر سید سے استفسار کیا تھا کہ اگر نماز میں قرآن شریف اردو پڑھ لیا جائے تو آپ کے نزدیک کچھ قباحت تو نہیں ہے۔ اس کے جواب میں انہوں نے یہ لکھ بھیجا۔ مخدومی نماز میں قرآن مجید بلفظہٖ نہ پڑھنے اور اس کا ترجمہ پڑھ لینے میں بجز اس کے اور کچھ قباحت نہیں کہ نماز نہیں ہوتی۔"

ایک اور شخص نے ان سے دریافت کیا تھا کہ قرآن مجید کا ترجمہ جو آپ نے اپنی تفسیر میں کیا ہے اگر قرآن سے علیحدہ چھاپ لیا جاوے تو آپ اس کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے لکھا اول تو یہ بتلاؤ کہ ایسے **مردود ترجمہ** کو خریدے گا کون؟ دوسرے یہ کہ جو ترجمہ تفسیر کے ساتھ کیا گیا ہے وہ نہایت سرسری طور پر ہوا ہے اگر صرف ترجمہ چھاپا جائے۔ تو نظر ثانی کا محتاج ہے اس کا اہتمام اس طرح پر کہ صرف اردو بغیر متن قرآن چھاپا ہو ہرگز پسند نہیں ہے نہ میں اس کی اجازت اپنی زندگی میں دوں گا۔ میں اس کو نہایت **عظیم گناہ** سمجھتا ہوں۔"

# "تحریف کے اسباب"

۱۔ انسان کی عادت ہے کہ جس بات کو اپنے ذہن کے مطابق نہ پائے اس کو نہیں مانتا یا اس طرح اس کی قطع و برید کر دیتا ہے کہ اصلی مطلب فوت ہو جاتا ہے اسی طرح قرآن کریم کا جو ارشاد واضح طور پر نہ سمجھ سکے

Marfat.com

س میں دور از کار تاویلات شروع کردیں قرآن شریف نے اسی حقیقت کو یوں فرمایا:۔

بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہٖ ولما یاتھم تاویلہ (یونس ۳۹) | ترجمہ: بلکہ جھٹلانے لگے اس بات کو جس پر قابو نہ پایا اور نہ آئی ان کے پاس ابھی تک حقیقت اس کی۔

ایسی تاویلات جو دراصل تحریفات ہوتی ہیں۔ تکذیب تک پہنچا دیتی ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ تحریف کرنے والا جان بوجھ کر قرآن کریم کی مخالفت کر رہا ہو بلکہ کسی کی نیک نیتی یا بدنیتی کا اس میں دخل نہیں۔ یہی وہ سبب تھا جس نے بیسویں صدی کے بعض مسلمانوں کو نصوص قرآنی کے ترجمہ اور اس کی تفسیر میں ایسی راہ پر لگا دیا جو بجائے ہدایت کے گمراہی کا موجب بن گئی اس حقیقت کو سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں درج کیا جاتا ہے:۔

"یورپ کی نئی نئی سائنس اور قوانین فطرت کے نئے نئے اسرار کے انکشافات نے جو شبہات پیدا کئے ان کا اصلی جواب تو وہ علماء دے سکتے تھے جو ہمارے قدیم متکلمین کی طرح جو قدیم فلسفہ میں ماہر تھے اس نئے زمانہ کے نئے علوم اور نئی تحقیقات سے واقف ہوتے مگر بہرحال "مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ" کہ اگر پورا نہ مل سکے تو ادھورا بھی سنہی کے اصول کے مطابق انہی لوگوں میں سے جو گو نیم عالم تھے لیکن انگریزوں سے دن رات ملتے تھے اور ان کے علوم و خیالات سے کچھ کچھ واقف تھے سر سید مولوی چراغ علی اور مولوی کرامت علی صاحب جونپوری وغیرہ چند ایسے اشخاص کھڑے ہوئے جنہوں نے اپنے اپنے خیال کے مطابق اس فرض کو ادا کرنا چاہا اور ان سے بہتوں کو ایک معنیٰ فائدہ بھی پہنچا لیکن وہ باقاعدہ عالم نہ تھے اور نہ علماء حق کی صحبتوں سے مستفید تھے۔ انہوں نے اپنے کاموں میں جگہ جگہ غلطیاں کیں اور ایسی تاویلوں کے شکار ہوئے جو حقیقت سے بہ مراحل دور تھیں ان کی غلطیوں کا سبب ایک ہی تھا اور وہ یہ کہ وہ اپنے زمانہ کی طبعی تحقیقات اور ان کے قیاسی نتائج کو یقینی اور قطعی مان کر مسائل شرعیہ کو ان کے مطابق کرنے لگے اور یہ وہی غلطی تھی جس میں بہ مقابلہ فلسفہ یونان تیسری اور چوتھی صدی میں باطنیہ فرقہ کے علماء اور مصنفین مبتلا ہو چکے تھے ان کا یہ کہنا تھا کہ علمائے فلاسفہ جو کچھ

Marfat.com

کہتے ہیں وہی انبیاء اور رسل علیہم السلام کہتے ہیں اس لئے دونوں میں ایسی تطبیق دی جائے کہ انبیاء کا کلام کسی نہ کسی تاویل سے حکماء و فلاسفہ کے خیال کے مطابق ہو جائے لیکن متکلمین اہل سنت نے یہ غلط راستہ اختیار نہیں کیا بلکہ یہ کیا کہ انبیاء علیہم السلام نے جو کچھ فرمایا اس کو قطعی و یقینی مان کر حکماء و فلاسفہ کے ان مسائل کی جو قطعاً مخالف تھے دلائل سے غلطی ثابت کی اور جو کسی قدر تصحیح سے صحیح ہو سکتے تھے اس کی تاویل کر دی اور جو تمام تر مطابق تھے یا کم از کم مخالف نہ تھے یا انبیاء علیہم السلام نے ان سے نفیاً یا اثباتاً بحث ہی نہیں کی ان کی توثیق کی۔ (حیات شبلی ص ۱۶-۱۷)

۲- بعض دفعہ یہ بھی ہو جاتا ہے کہ ایک آدمی اپنے ذوق اور وجدان کو تفسیر قرآنی کے لئے سب سے بڑا راہ نما سمجھ لیتا ہے۔ قواعد اور ضوابط سے بے نیاز ہو کر اپنے دلی فیصلہ کو حاکم بنا کر الفاظ قرانیہ کی تشریح کرنے لگ جاتا ہے حالانکہ انسانی ذوق اور وجدان ناقص ہے اور لحظہ بہ لحظہ بدلتا رہتا ہے۔ اس لئے ناقص اور بدلنے والے عقل کو قرآن حکیم کی وحی کا شارح سمجھ لینا بہت بڑی غلطی ہے۔ امام ابن تیمیہ نے فرمایا:۔

فکان من الاصول المتفق علیها بین الصحابة والتابعین لهم باحسان انه لا یقبل من احدٍ قط ان یعارض القرآن لا برایه ولا ذوقه ولا معقوله ولا قیاسه ولا وجده (الفرقان ۱۹)

ترجمہ: یہ بات صحابہ کرام اور تابعین کے درمیان اجماعی بات ہے کہ کسی آدمی سے ہرگز یہ بات قبول نہ کی جائے گی جو قرآن کا مقابلہ اپنی رائے اپنے ذوق اپنی سمجھ اور قیاس کرے۔

اپنے ذوق کو راہ نما بنانے کا خیال اکثر صاحب قلم حضرات کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے جیسا کہ سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے اصول تفسیر پر بحث کرتے ہوئے فرمایا۔

"بس یہ جان لیجئے کہ میں پچھلے زمانہ کے ائمہ حدیث و فقہ و تفسیر ہی سے استفادہ کرتا ہوں اور ان کا پورا ادب ملحوظ رکھتا ہوں مگر کسی بات کو صرف اس بنا پر نہیں مان لیتا کہ یہ فلاں بڑے شخص نے کہی ہے بلکہ خود بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور اپنے دماغ سے سوچتا ہوں اور جو بات

Marfat.com

مجھے تحقیق سے صحیح معلوم ہوتی ہے اسے مانتا ہوں اور جو غلط معلوم ہوتی ہے اُسے چھوڑ دیتا ہوں۔ (مکاتیب زندان ص۸۹)

اسی طرح تفہیم القرآن کے دیباچہ میں فرمایا۔ قرآن کی ایک عبارت پڑھ کر جو مفہوم میری سمجھ میں آتا ہے اور جو اثر میرے دل پر پڑتا ہے اسے ساتھ اپنی زبان میں منتقل کر دوں۔" (ص۱)

بالفاظِ دگر جناب مودودی صاحب کے ہاں صحت کا معیار ان کا اپنا دل اور دماغ ہے۔ جو بات ان کو بذاتِ خود صحیح معلوم ہوتی ہے اس کو مان لیا جاتا ہے۔ یہاں اتنی بات اور یاد رکھی جائے کہ جناب مودودی صاحب کی نظر میں پرانی کتابیں دین کا قائل نہیں کرتیں بلکہ دین کا منکر بنانے میں معاون بن جاتی ہیں جیسا کہ فرمایا۔

"میں نے تفسیر قرآن اور شرح حدیث اور فقہ کی پرانی کتابوں کو بھی پڑھا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ جدید زمانے کے علوم پڑھنے والے لوگوں کے ذہن میں شکوک و شبہات کے جو کانٹے چبھے ہوئے ہیں صرف یہی نہیں کہ ان کتابوں میں ان کو نکال دینے کا کوئی سامان نہیں ہے بلکہ قدم قدم پر وہ چیزیں ملتی ہیں جو نئے تعلیم یافتہ لوگوں کے دل میں مزید شبہات پیدا کرنے والی ہیں اور بسا اوقات ان کی وجہ سے ایک مشکک شک کے مقام سے آگے بڑھ کر جمود و انکار کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔"

(رسائل و مسائل مندرجہ ترجمان القرآن ج ۳۷ عدد ۶)

پرانے ذخیرہ تفسیر و حدیث و فقہ سے بے نیاز ہو کر جو تفسیر قرآنی اور تعبیر احکام اسلامیہ کی جائے گی اس کی صرف ایک مثال مودودی صاحب کے نظریات سے دی جاتی ہے۔ قرآنِ حکیم میں واضح طور پر موجود ہے کہ جب غیر مسلموں کے ساتھ معاہدہ ہو جائے مگر وہ اس معاہدہ کے بعد دین اسلامی میں طعن اور تشنیع شروع کر دیں تو اب یہ معاہدہ ٹوٹ جائے گا خصوصاً جب کہ سید دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی معاہد (ذمی) گستاخی کر گذرے تو وہ ناقابل معافی ہے۔

ارشادِ قرآنی ہے:۔

Marfat.com

| وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون (توبہ ع ۱۲) | ترجمہ: اور اگر توڑیں وہ اپنی قسمیں اپنے عہد کرنے کے بعد اور عیب دیں تمہارے دین میں تو کفر کے سرداروں کے ساتھ لڑو۔ ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں شاید وہ اس طرح باز آجائیں۔ |
| --- | --- |

مفسر القرآن حضرت شاہ عبدالقادر نور اللہ مرقدہ نے فرمایا :۔

"اگر ثابت ہوا ایک کافر عیب دیتا ہے ہمارے دین کو وہ ذمی نہ رہا۔

مگر مودودی کا نظریہ کیا ہے وہ ان ہی کے الفاظ میں پڑھ لیجئے :۔

"ذمی خواہ کیسے ہی بڑے جرم کا ارتکاب کرے اس کا ذمہ نہیں ٹوٹتا حتی کہ جزیہ بند کردینا مسلمان کو قتل کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا یا کسی مسلمان عورت کی آبرو ریزی کرنا بھی اس کے حق میں ناقص ذمہ نہیں" (الجہاد فی الاسلام ص ۲۴۰)

اس نظریہ کا اصلی محرک کیا ہے وہ بھی اسی الجہاد کی وجہ تالیف میں دیکھ لیجئے جو اسی کتاب کے ص ۱ پر درج ہے۔

"لیکن دسمبر ۱۹۲۶ء کی آخری تاریخوں میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مجھے مشکلات سے قطع نظر کرکے اقدام عمل پر مجبور کردیا یہ واقعہ شدھی کی تحریک کے بانی سوامی شردھانند کے قتل کا واقعہ تھا جس سے جہلا اور کم نظر لوگوں کو اسلامی جہاد کے متعلق غلط خیالات کی اشاعت کا ایک نیا موقع مل گیا کیونکہ بدقسمتی سے ایک مسلمان اس فعل کے ارتکاب کے الزام میں گرفتار کیا گیا تھا اور اخبارات میں اس کی جانب یہ خیالات منسوب کئے گئے تھے کہ اس نے اپنے مذہب کا دشمن سمجھ کر سوامی کو قتل کیا ہے اور یہ کہ اس نیک کام کرنے سے وہ جنت کا امیدوار ہے حقیقت کا علم تو خدا کو ہے مگر منظر عام پر جو کچھ آیا وہ یہی واقعات تھے ان کی وجہ سے عام طور پر اسلام کے دشمنوں میں ایک ہیجان پیدا ہوگیا"

Marfat.com

جب ایک کتاب کی تالیف کا محرک یہ بات ٹھہری کہ لوگوں کو جہاد کے متعارف معنٰی کے علاوہ دوسرا معنٰی بھی سمجھایا جائے تو ظاہر ہے کہ اب ان اقوال کا سہارا لیا جائے گا جو اپنے ذوق کی تفسیر کے موید ہوں ورنہ آج کل کے گستاخی اور اہانت کے دَور میں ان اقوال اور تشریحات کو ترجیح دی جائے جو تحفظ عقائد اسلامیہ میں معاون ہوں۔ جیسا کہ شاہ عالمگیر کے عالی مرتبہ استاد ملاجیون رحمتہ اللہ علیہ کی تفسیر میں فرمایا۔

"وظاهر عبارة القرآن يقتضى هذا الحكم لانه قال وان طعنوا فى دينكم فقاتلوا ولاشك ان ليس طعن فى الدين اكبر من سب النبى عليه السلام اذ فيه اهانة الشرع وهتك حرمة الاسلام والحق ان يكون فتوىٰ اهل العلم فى زماننا على هذا"

(تفسیر احمدی)

"فائدہ" اس مسئلہ کی توضیح بھی کر دی جاتی ہے تاکہ مسئلہ ذہن نشین ہو جائے۔

"اگر ایک ذمی (غیر مسلم) کسی اسلامی حکومت کے ساتھ اعلانِ وفاداری کر دے تو اب اس کی جان مال اور عصمت کی حفاظت لازم ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة جو کوئی کسی ذمی کو قتل کر دے گا وہ جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔ لیکن ذمی کے لئے لازم ہے کہ وہ اسلام کا احترام کرے اور اپنے عہد کی پاسداری کرے اور اگر ذمی نے اپنے عہد اطاعت کو توڑ دیا اس کی کئی صورتیں ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے اور یہ سب سے بڑا نقض عہد اور غداری ہے کہ جس حکومت کے زیر سایہ آرام سے زندگی بسر کر رہا ہے اسی کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں گستاخی کر ڈالے تو اب جمہور ائمہ اسلام کے ہاں اس کو قتل کر دیا جائے گا جیسا کہ سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے زمانہ میں ایسے گستاخوں کو جہنم رسید کر دیا گیا۔ قرآن حکیم کی اس آیت کا یہی مطلب ہے اور اس میں حنفی شافعی سب متفق ہیں۔ حتیٰ کہ علامہ زمخشری (جس کو اعتزال کا ترجمان سمجھا جاتا ہے) نے بھی فرمایا۔

"قالوا اذا طعن الذمى فى دين الاسلام طعنا ظاهرا جاز قتله لان العهد معقود معه على ان لا يطعن

فاذا طعن فقد نکث عهده وخرج من الذمة ۔ (کشاف) (مدارک)

اس آخری دور کے محقق فقیہ علامہ شامی نے اسی موضوع پر ایک مستقل رسالہ بہ نام **تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام** تحریر فرمایا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو یہ فرمایا ایسے گستاخ سے بھی ذمہ نہیں ٹوٹتا اس کا مطلب تو یہ ہے کہ اس ذمی کے مال اور اس کی اولاد، بیوی، کی حفاظت کی جائے لیکن جہاں تک اس گستاخ کو کیفر کردار تک پہنچانے کا معاملہ ہے اس میں امام ابوحنیفہ کا بھی یہی قول ہے جو باقی اماموں کا ہے" اس لئے فہم مطالب قرآن مجید کی بنیادی شرط یہ ہے کہ

# "ذاتی خیالات کو بنیاد نہ بنانا"

یہ شرط قرآن مجید کا صحیح مطلب اور اس کی صحیح تفسیر سمجھنے کے لئے ضروری اور بنیادی ہے، ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن مجید کا مطالعہ اور اس کی تعلیمات پر غور و فکر اس حیثیت سے کرے کہ قرآن مجید کو ہادی اور راہ نما سمجھے اور خود اپنے کو پیرو کار اور متبع سمجھے، یقین رکھے کہ قرآن مجید ہی

ھُدًی للمتقین (بقرہ ۲) قرآن پرہیز گار بننے والوں کے لئے ہدایت ہے

ھُدًی للناس (بقرہ ۱۸۵) قرآن سب انسانوں کے لئے ہدایت ہے

اس کتاب مجید کو اللہ تعالیٰ نے **انزلنا الیکم نوراً مبینا** کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی یقین رکھے کہ جس تعلیم کی راہ نمائی قرآن مجید نے فرمائی ہے وہ سب تعلیمات سے اعلیٰ اور درست اور عالمگیر ہے ارشاد قرآنی ہے:۔

**ان ھٰذا القراٰن یھدی للتی ھی اقوم** (بنی اسرائیل ۹)

بیشک یہ قرآن سب سے زیادہ سیدھی راہ کے لئے راہ نما ہے۔

اس کتاب مقدس کی تعلیمات عالمگیر اور جامع ہونے کے ساتھ ساتھ وقتی نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی ہدایت کے لئے جو دستورِ نجات اور نظامِ زندگی نازل فرمانا تھا وہ اب فرما دیا جیسا کہ فرمایا

**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی** (المائدہ ۳)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔

Marfat.com

اور دین کا سرچشمہ کلام الٰہی ہے وہ کلمات کاملہ قرآن مجید کی شکل میں امت کے سامنے پیش ہیں۔ فرمایا

تمت کلمات ربك صدقا وعدلا (الانعام ۱۱۶) تیرے رب کے کلمے سچائی اور عدل میں تمام ہو چکے

ان کلمات کا محافظ خود خداوند قدوس ہے اس لئے یہ رہتی دنیا تک باقی رہیں گے اور خلق اللہ کے لئے شمع ہدایت کا کام دیں گے فرمایا۔

لامبدل لکلماته وهو السميع العليم (الانعام ۱۱۶) اس کے کلموں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون (الحجر ۹) بے شک ہم ہی نے قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

اب اگر کوئی انسان بری نیت کے ساتھ باطل نظریات لے کر قرآن مجید کا مقابلہ کرے گا یا باطل نظریات اور لادینی تعلیمات کو قرآنی الفاظ کے جامہ میں پھیلانے کی مذموم سعی کرے گا وہ ہرگز کامیاب نہ ہو سکے گا فرمایا۔

انه لکتٰب عزیز لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید (حم السجدہ ع ۱۷۔ ۴۱، ۴۲)

ترجمہ بے شک یہ قرآن غالب رہنے والی کتاب ہے اس کے آگے اور پیچھے سے باطل نہیں آسکتا یہ بڑی حکمت والے اور ستودہ صفات خدا کا اتارا ہوا ہے۔

اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے، ترجمہ اور تفسیر کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ نور معرفت حاصل کرنے کی نیت سے قرآن مجید کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

لا یمسه إلا المطهرون (الواقعہ ع ۷۹) اس کو صرف پاکیزہ لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں

اس کی تفسیر میں مفسر القرآن مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"یعنی جو صاف دل اور پاک اخلاق رکھتے ہیں وہ ہی اس کے علوم و حقائق تک ٹھیک رسائی پا سکتے ہیں۔"

اس لئے پانچویں ہجری کے مفسر القرآن امام مکی بن ابی طالب (وفات ۴۳۷ھ) نے فرمایا۔

مفسر قرآن کے لئے ضروری ہے کہ اس کا اعتقاد درست ہو اور وہ دینی احکام کا پابند ہو۔

اور اگر مفسر نے ذاتی خیالات کو بنیاد بنا کر قرآنی تعلیمات کو بطور دلیل کے بنانا چاہا تو اس سے معاملہ

Marfat.com

برعکس ہو جائے گا۔ گویا مفسر نے اپنی رائے کو تو فوقیت دی اور قرآن مجید کو اپنا پیرو بنانا چاہا یہی وہ تفسیر بالرائے ہے جس کی سزا کا ذکر فرماتے ہوئے رب العلمین نے یہودیوں کی تحریف اور تحریف معنوی کا ذکر فرمایا۔

ومنهم اميون لا يعلمون الكتب الا امانى وان هم الا يظنون فويل للذين يكتبون الكتب بايديهم ثم يقولون هذا من عند الله ليشتروا به ثمنا قليلا فويل لهم مما كتبت ايديهم وويل لهم مما يكسبون ۰
(سورۃ بقرہ آیت ۷۸)

ترجمہ: اور ان میں سے کچھ اَن پڑھ ہیں جو کتاب کو صرف اپنی آرزوؤں کے مطابق ہی جانتے ہیں اور وہ گمان سے باتیں کرتے ہیں پس ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جو ایک بات اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں اور پھر کچھ دنیاوی فائدہ کے لئے لوگوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے سو ان کے لئے ہلاکت ہے ان کے یہ لکھنے کی سزا میں اور ہلاکت ہے ان کی کمائی سے ان کے لئے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں مزید تشریح کے لئے دورِ حاضر کے بہت بڑے عالمِ دین حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک غیر مطبوعہ مکتوب کا اقتباس درج کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا۔

" اس سلسلہ میں مجھے صرف دو باتیں کہنی ہیں ایک تو یہ کہ قرآن پاک کے ترجمے میں بے احتیاطی کو کام میں نہ لایا جائے یہ تحریف ہے اور جس کی سزا کا حال معلوم ہے۔ ترجمہ بالکل لفظی کرنا چاہیئے پھر آپ اس کی تشریح اپنے ضروری مطالب کے مطابق کر سکتے ہیں۔ یہ کسی طرح درست نہیں کہ ترجمہ میں الفاظ کی رعایت کے بغیر اپنے مطلوب کے مطابق کوشش کی جائے یہ شدید تحریف ہے آپ دیکھیں گے کہ پھر کسی دوسری ضرورت کے وقت آپ کو اس آیت کا دوسرا ترجمہ دوسرے ڈھنگ سے کرنا پڑے گا اس وقت آپ پر یہ ثابت ہو جائے گا کہ ہم نے اتباعِ ہوئی کا کیا نادانستہ ارتکاب کیا۔

دوسری چیز یہ ہے کہ جمہورِ اسلام جس مسئلہ پر اعتقادی و عملی طور پر متفق ہوں اس کو چھوڑ کر تحقیق کی نئی راہ اختیار نہ کی جائے یہ طریق تواتر و توارث کی بیخ کنی کے مرادف ہے اس گناہ کا

Marfat.com

مرتکب کبھی میں خود ہو چکا ہوں اور اس کی اعتقادی و عملی سزا بھگت چکا ہوں اس لئے دل سے چاہتا ہوں کہ اب میرے عزیزوں اور دوستوں میں سے کوئی اس راہ سے نہ نکلے تاکہ وہ سزا سے محفوظ رہے جو ان سے پہلوں کو مل چکی"۔

مولانا ابو الکلام آزاد کا ایک فقرہ اس باب میں بہت خوب ہے انہوں نے ایک دفعہ کہا کہ "کبھی حضرت شاہ ولی اللہ اور سید احمد خان دونوں ایک ہی بات کہتے ہیں مگر ایک سے ایمان پرورش پاتا ہے اور ایک سے کفر"۔

اس زمانہ کے اکثر لکھنے والے اس نکتہ سے تغافل برت رہے ہیں اور اس لئے خوف لگا رہتا ہے کہ ان سے ایمان کی بجائے کفر کو نشوونما کا موقع نہ ملے (سید سلیمان یکم ذی قعدہ ۱۳۶۳ھ)

اس لئے قرآن مجید کی تفسیر بیان کرتے ہوئے یا قرآنی احکام اور مطالب کا مطالعہ کرتے ہوئے ذہن میں اس بات کو حاضر رکھنا چاہیئے کہ اصل بات تو وہی ہے جو قرآنی تعلیمات سے معلوم ہوتی ہے میرا اپنا ذاتی نظریہ کوئی نہیں، قرآن مجید نے فرمایا:۔

ولا تقف ما لیس لک بہ علم (اسراء ۳۶) اور نہ یقین کر اس پر جس کا تجھے علم (دلیل) نہ ہو

علم اور دلیل کے بغیر اللہ تعالیٰ کی بات کی تشریح اور تفسیر کئی گمراہیوں کا راستہ کھول دیتی ہے شیطان کا یہ بھی ایک داؤ ہے کہ وہ انسانوں کو اس بات پر آمادہ کر دیتا ہے کہ وہ بلا علم اور دلیل کے کسی بات یا حکم کو اللہ تعالیٰ کا حکم کہہ کر غلط بات کو صحیح کرنے کی جسارت کر ڈالیں فرمایا:۔

وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون (بقرہ ۱۶۹) اور یہ کہ تم اللہ پر وہ کچھ کہہ ڈالو جو تم نہیں جانتے۔

اسی کو اصطلاح شریعت میں تفسیر بالرائے کہا جاتا ہے جس کے متعلق سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآن برایہ فلیتبوا مقعدہ من النار

ترجمہ:۔ جو قرآن کی تفسیر اپنی خواہش سے کرے اس کو جہنم کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

اور رائے کا مطلب یہی ہے کہ اس میزان کو چھوڑ کر بغیر علم و دلیل کے تفسیر کی جائے جیسا کہ دوسرے

Marfat.com

ارشاد میں ہے :-

من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوء مقعدہ من النار

ایسی تفسیر اور تشریح جو علوم و قوانین تفسیر یہ کو بالائے طاق رکھ کر کی جائے اگر وہ درست بھی نکلے تب بھی اجر و ثواب کا مستحق نہیں بلکہ عنداللہ وہ مجرم ہی سمجھا جائے گا۔ آپ نے فرمایا (صلی اللہ علیہ وسلم)

من تکلم فی القرآن برایہ فاصاب فقد اخطأ (ابوداؤد ۔ نسائی ۔ ترمذی)

تفسیر بالرائے کے متعلق مصر کے عظیم ادیب طہٰ حسین سابق وزیر تعلیم کا تبصرہ درج کیا جاتا ہے۔

"میں کہہ سکتا ہوں کہ مودلین (تفسیر بالرائے کرنے والے) خواہ قدماء میں سے ہوں یا فلاسفہ میں سے ان کی تاویلات دور از کار ہیں انہوں نے عقل کو راہ نمائی سونپی اور دہوکہ کھا گئے انہوں نے وہ باتیں کہیں جو ان کے منہ سے نہیں نکلنی چاہیئے تھیں انہیں سزاوار یہ تھا کہ حد سے قدم آگے نہ بڑھاتے جس جگہ ان کی قوت فہم ادراک اور شعور اور بلوغ ختم ہو گئی تھی وہیں ٹھٹھک کر رہ جاتے یہ ان کے لئے بہت بہتر ہوتا ان کے لئے بھی اور ان لوگوں کے لئے بھی جنہیں انہوں نے فتنے میں مبتلا کر دیا تھا۔ ان کی دور از کار تاویلات نے عجیب عجیب گل کھلائے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں طیراً ابابیل کا ذکر آیا ہے وہ چڑیاں جنہوں نے مکے کی حملہ آور حبشی فوج پر کنکریاں پھینک کر اسے تباہ کر دیا تھا یہ عقل پرست طیراً ابابیل سے وبا مراد لیتے ہیں اور کنکریوں سے مراد غیر مرئی جراثیم یہ تاویل انہوں نے اپنی طرف سے کی حالانکہ سب اچھی طرح جانتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے سورۃ فیل کا یہ مطلب نہیں لیا تھا اور نہ اس نہج پر اسے سمجھا تھا اور وہ اس نہج پر سمجھ بھی نہیں سکتے تھے یہ ان کے زیب کب تھا وہ میکروب (جراثیم) سے بالکل ناواقف تھے اسی طرح جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں سبع سماوات سے مراد کواکب و سیارہ ہیں یہ بھی اٹکل پچو بات ہے یہ ایسی بات کہہ رہے ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے کبھی نہیں فرمائی۔" (اسلام منزل بمنزل ص ۲۰۶)

جیسا کہ طلوع اسلام کا ایڈیٹر پرویز اسی سورۃ کی تفسیر میں تحریف معنوی نہیں بلکہ تحریف لفظی تک

Marfat.com

کرگیا سورۃ الفیل کا ترجمہ یوں کیا:۔

"(جماعت قریش) تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھیوں والوں (ابرہہ اور اس کی فوج) کے ساتھ کیا کیا تھا؟ تمہارے پروردگار نے ان کی خفیہ تدابیر کو بے سود نہیں بنا دیا تھا؟ اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ نہیں بھیج دئے تھے تم (تمہاری قوم) ادہر سے ان پر پتھر اڑ کر رہے تھے چنانچہ اس طرح تمہارے پروردگار نے انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی طرح بنا کر ڈال دیا تھا۔"

اس ترجمہ کی تفسیر پرویز صاحب نے یہ کی:۔

واقعہ یہ تھا کہ یمن کے عیسائی حاکم ابرہہ (جو شاہ حبش کا گورنر تھا) ۵۷۰ء میں حضور کا سن ولادت ہے ارادہ کیا کہ مکہ کو فتح اور خانہ کعبہ کو منہدم کر دیا جائے تاکہ عربوں کی مرکزیت فنا اور قریش کی سیادت تباہ ہو جائے اس کے لئے اس نے بجائے اس کے کہ برملا اعلان جنگ کرتا اپنے ساتھ ہاتھیوں کی ایک عظیم الشان فوج لے کر خفیہ خفیہ بڑھنا شروع کیا اس یورش کے لئے حج کا موسم تجویز کیا جب عربوں میں لڑائیوں کا سلسلہ منقطع یا ملتوی ہو جاتا تھا اور پھر ایام تشریق کہ جن میں تمام عرب ہتھیار الگ رکھ کر رسوم حج کی ادائگی میں مصروف ہو جاتے۔ مزید براں اس نے مانوس راستہ کو چھوڑ کر پہاڑیوں کے پیچھے پیچھے چور راستہ اختیار کیا تاکہ کسی کو اس حرکت و یورش کا علم ہی نہ ہونے پائے تا آنکہ وہ مکہ پر حملہ آور ہو جائے یہ تھے اس کے مکائد (خفیہ تدابیر) عرب اس کی آمد سے بے خبر تھے لیکن اللہ تو بے خبر نہیں تھا اس نے ایک ایسا سبب پیدا کر دیا جس سے یہ تمام راز طشت از بام ہو گیا گدھ اور چیلیں ہمیشہ لاشوں اور مرداروں کی تلاش میں رہتی ہیں گذشتہ زمانہ میں جب کبھی کبھی لشکر ادہر ادھر جنبش کرتے تو وہ اپنی فطری ذہانت سے بھانپ لیتیں کہ کہیں ان کی ضیافت کا سامان ہونے والا ہے چنانچہ وہ ان کے ساتھ ساتھ ہو لیتیں۔ ابرہہ نے زمین پر تو تمام حفاظتی تدابیر اختیار کر لیں کہ اس کا راز آشکارا نہ ہونے پائے لیکن آسمان پر تو

Marfat.com

اسے کچھ اختیار حاصل نہیں تھا۔ عربوں نے دیکھا کہ گدھوں کے گدھ منڈلاتے چلے آ رہے ہیں تو انہوں نے خبر رساں ایجنسیوں سے فوراً بھانپ لیا کہ ان کے سائے میں کوئی لشکر بڑھے آ رہا ہے حج کے موقع پر اجتماع غفیر موجود تھا سب ارد گرد کی پہاڑیوں پر چڑھ گئے۔ اب یہ صورت یہ ہو گئی کہ نیچے وادیوں میں ابرھہ کا لشکر ہے اور پہاڑیوں پر عربوں کا ہجوم ہے۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ ازمنہ گذشتہ کے فنون حربیہ سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ سنگ باری اس زمانہ کے کیسے موثر حربات میں سے تھی ہزار ہزار من کی چٹانیں اوپر سے لڑھکا دی جاتیں جو اپنے ہی اور (MOMENTUM) سے اس شدت سے نیچے آتیں کہ جو ان کی زد میں آجاتا اس کا بھر کس نکل جاتا آنِ واحد میں ہاتھی اور ان کا لشکر بھس بن کر رہ گیا"۔

معارف القرآن جلد چہارم ص ۳۶۶ و ص ۳۶۷

اقبال مرحوم نے شاید انہی کے لئے فرمایا تھا ؎

خدا و جبریل و مصطفٰے را ولے تاویل شان در حیرت انداخت

اس تحریف کا جواب مفصلا علماء اسلام دے چکے ہیں یہاں صرف معارف قرآنی کے طور پر کچھ عرض کیا جاتا ہے ادھر تو پرویز صاحب یہ کہتے ہیں کہ ابرھہ نے ایام حج میں بیت اللہ پر حملہ کیا کہ یہ مہینے ان کے نزدیک قابل احترام تھے اور وہ لڑنا حرام سمجھتے ہیں اور ادھر یہ بھی کہتے ہیں کہ پہاڑوں پر چڑھ گئے اور ہزار ہزار من کی چٹانیں لڑھکا دیں۔ دونوں باتوں میں تضاد ہے علماء تاریخ اور سیرت کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے چالیس دن بعد سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس لحاظ سے محرم کے آخری ایام ہونے چاہئیں۔ حج تو ذوالحج کی تیرھویں تاریخ تک ختم ہو جاتا ہے اور عرب لوگ واپس جا چکے ہوں گے

## فائدہ :-

اَصْحٰبِ الْفِيْلِ کے اس واقعہ کی تشریح سیرت اور تاریخ کی سب کتابوں میں موجود ہے حتیٰ کہ غیر مسلم مفکر بھی اس کے قائل ہیں تفصیل انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

اس تفسیر بالرائے کے لئے تاریخی حقائق کو جس قدر مسخ کیا گیا اور احادیث کی مستند روایات کو کس طرح چھوڑا گیا یہ مستقل تفصیل طلب بحث ہے یہاں قرانیات کے طلباء کے لئے صرف اسی قدر عرض کیا جاتا ہے کہ

۱۔ الم تر کا مخاطب جماعت قریش کو بنایا گیا تاکہ آگے آنے والے فعل ترمیھم کا فاعل بھی جماعت قریش کو بنایا جائے بتانا یہ ہے کہ ان حملہ آوروں کو پتھر مارنے والے وہ پرندے نہ تھے بلکہ تم خود تھے۔ تو یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر قریش ہی نے اُن کو پتھر مارے تو پھر ان کے لئے تعجب کی کیا بات تھی؟ وہ خود ہی تو کر رہے تھے اور دیکھ رہے تھے۔

۲۔ الم تر اور ترمی دونوں واحد مؤنث کے صیغے بنا دئے گئے۔ پرویز صاحب کا خیال ہے کہ جماعت کا کلمہ مونث ہے تاویلاً تو فعل اسی لئے مؤنث لایا گیا۔ تو پھر ربک کی ضمیر خطاب کا کیا بنے گا اس لحاظ سے تو ربکِ میں یہ ضمیر بھی مونث کی لائی جاتی جیسا کہ الم تر کو مؤنث مخاطب بنایا گیا۔ الم تر کا مخاطب مونث اور ربک کا مخاطب مذکر یہ کس قاعدہ نحوی اور بیانی کے تحت ہے۔

۳۔ اسی طرح سجّیل کا کلمہ قرآن مجید میں تین مرتبہ آیا ہے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| الف ۔ وامطرنا علیھا حجارۃ من سجیلٍ (ھود ۸۲) | ترجمہ اور برسائے ہم نے اس لبتی پر پتھر کنکر جیسے |
| ب ۔ وامطرنا علیھم حجارۃ من سجیلٍ (الحجر ۷۴) | اور برسایا ہم نے ان لوگوں پر مینہ کنکروں کا |
| ج ۔ ترمیھم بحجارۃٍ من سجیلٍ (الفیل ۴) | مارتے تھے وہ پرندے ان کو پتھر کنکر جیسے |

پہلی دو آیتوں میں قوم لوط پر آسمان سے پتھروں کا برسانا مراد ہے جہاں قوم لوط کی بستیاں آباد تھیں وہاں کونسی وادی یا درہ تھا یا کس نے ان کو روک کر اوپر سے پتھر برسائے تھے پھر لفظ سجیل کا معنی امام لغت قرآنی امام راغب نے فرمایا والسجیل حجر وطین یعنی پتھر اور کیچڑ امام راغب نے فرمایا کہ بعض کے ہاں یہ لفظ فارسی سے معرب کیا گیا ہے۔ جیسا کہ امام تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کا ترجمہ سنگ وگل فرمایا ہے۔ قرطین میں اس کا ترجمہ آجر پختہ اینٹ کے سنگریزے کیا گیا ہے جمہور مفسرین کا یہی قول ہے (مدارک)

بلکہ تیسری صدی کے امام لغت القرآن (م ۲۷۶ھ) نے فرمایا:۔

Marfat.com

ولهذا ذهب قوم فی تفسیر سجیل الی سنک وکل ای حجر وطین (بحوالہ لسان العرب ج ۱۱ ص ۳۴۷)

یہی تفسیر جلیل القدر مفسرین جیساکہ امام ابن جریر طبری م ۳۱۰ھ امام قرطبی م ۳۵۵ھ امام رازی م ۶۰۶ھ نے فرمائی۔ اور اگر یہ علماء لغت اور تفاسیر کے اقوال نہ بھی ہوتے تب بھی قرآن مجید نے خود اس کی تفسیر دوسری جگہ سورہ الذاریات آیت ۳۲، ۳۳ میں فرما دی۔ ارشاد فرمایا :-

قالوا انا ارسلنا الی قوم مجرمین لنرسل علیہم حجارۃ من طین | ترجمہ انہوں (فرشتوں) نے کہا ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے تاکہ ان پر مٹی ملے پتھر (کنکر) برسائیں۔

صاف معلوم ہوتا ہے کہ پتھر کسی پہاڑی کے نہ تھے بلکہ یہ تو سنگریزوں کی شکل کے تھے اور وہ ان کے لئے عذاب کے طور پر واقع ہوئے۔ ان پتھروں کو دیکھا گیا۔ جو ابرھہ کی فوج پر گرے تھے۔ علامہ زمخشری بھی اس واقعہ کی صداقت کا قائل ہے اس نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ

"حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے ام ہانی رضی اللہ عنہا کے پاس ایک بڑی ٹوکری ان پتھروں کی دیکھی جو ابرھہ کی اس فوج پر گرائے گئے تھے یہ پتھر حجم میں چنے سے چھوٹے اور مسور سے بڑے تھے۔ (کشاف)

خلاصہ یہ ہے کہ جب قرآنی ارشادات کو صرف اپنی آنکھ اور اپنے عندیہ کے مطابق سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اس سے یہ گل کھلتے ہیں (اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے) ورنہ یہ بات اس قدر صاف اور واضح ہے کہ اس میں تاویل یا کوئی خفا نہیں۔ مصر کے فلسفی مفسر علامہ طنطاوی جوہری نے بھی یہی تفسیر فرمائی جو آج تک چلی آتی ہے فرمایا:-

"فارسل اللہ طیراً مع کل طائر فی منقارہ حجر وحجران فی رجلیہ اکبر من العدسۃ واصغر من الحمصۃ فوقعت تلک الحجارۃ علیہم فہلک قوم وفر آخرون"

تمام مستند اور معتبر تواریخ میں یہی بات منقول ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر بالرائے کو سمجھانے کے لئے ان تفاسیر میں سے چند مثالیں پیش کی جائیں تو اپنے نظریہ کو پیش نظر رکھ کر کی گئی ہیں۔

Marfat.com

(ضروری) معارف القرآن میں بعض طبقات اور فرقوں کی عقائد سے بحث نہیں کی گئی بلکہ صرف تفسیری موضوع کے پیشِ نظر چند اقتباس پیش کئے جاتے ہیں :-

# "تفسیر بالرائے پر تبصرہ شواہد کی روشنی میں"

اگرچہ جس فرقہ نے جمہور اہلِ اسلام کے نظریات اور عندیات کے خلاف خروج کیا اس نے الفاظِ قرآنی ہی کی آڑ لی۔ فرقہ معتزلہ۔ جہمیہ۔ کرامیہ۔ قدریہ۔ جبریہ وغیرہا تمام فرقوں نے الفاظ قرآنی میں تحریف معنوی کی جو متقدمین کی تفاسیر موجود ہیں۔ یہاں برصغیر کے چند مفسرین کے ان اقوالِ تفسیریہ پر تبصرہ کیا جاتا ہے جو انہوں نے مسلک حقہ سے ہٹ کر اختیار کئے اس سلسلہ میں سب سے پہلے جس نے قلم اٹھایا وہ سرسید احمد خان علیگڑھی م ۱۳۱۵ھ ہیں۔ ایسی تفسیر جو برصغیر میں مسلمانوں کے عقائد کے خلاف پائی گئی اور جس سے عامۃ المسلمین میں ہیجان پیدا ہوا وہ سرسیّد کی تفسیر ہے۔ سرسید کے مداح اور ان کے سوانح نگار مولانا الطاف حسین حالی نے ایک طویل مقالہ بہ عنوان

قرآن مجید میں اب نئی تفسیر کی گنجائش باقی ہے یا نہیں

سپردِ قلم فرمایا۔ جس میں فرماتے ہیں :-

"سرسیّد کی تفسیر جس میں بیسیوں آیات کے معانی جمہور مفسرین کے خلاف لکھے گئے ہیں اس کی نسبت پہلا شبہ جو ہر شخص کے دل میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ باوجود بے شمار تفسیروں کے جو گزشتہ تیرہ سو برس میں وقتاً بعد وقتٍ قرآن مجید کی لکھی گئی ہیں اب تفسیر قرآن کے متعلق ایسا کونسا مرحلہ باقی رہ گیا ہے جس کو علماء سلف نے طے نہ کر لیا ہو؟ ...... چنانچہ اس شبہے کی بنا پر بعض ستم ظریفوں کو کہتے سنا ہے کہ جو مطلب قرآن کا سرسیّد نے بیان کیا ہے وہ نہ خدا کو سوجھا نہ نبی کو (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ صحابہ و تابعین کو اور نہ دیگر علمائے امت کو"

حالی مرحوم نے اس شبہ کو دور کرنے کی کوشش کی مگر اتنا تو تسلیم کر لیا کہ :-

Marfat.com

"جو معنی سرسیّد نے قرآن کے بیان کئے ہیں......... اس میں شک نہیں کہ ان معنوں کا اس زمانے میں جب کہ قرآن نازل ہوا مخاطبین پر ظاہر شارع کے مقصود کے خلاف تھا۔"

(مقالات حالی حصہ اول ص۲۴۷)

اس جواب میں اگرچہ حالی نے سرسید کی تفسیر کی ایک توجیہ کرنے کی کوشش کی مگر جس بات کا انہوں نے غیر مبہم الفاظ میں اقرار کیا اصلی رائے وہی ہے یعنی :۔

"بعض آیات قرانی کے وہ ایسے معانی بیان کرتے تھے جن کو سن کر تعجب ہوتا تھا کہ کیونکر ایسا عالی دماغ آدمی ان کمزور اور بودی تاویلوں کو صحیح سمجھتا ہے۔" (موج کوثر ص۹۴)

اسی تفسیر کے متعلق سید مہدی علی خاں صاحب مرحوم آنریری سکرٹری مدرسۃ العلوم علیگڈھ اور سرسید کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی اس کا اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

۹ اگست ۱۸۹۲ء

## پہلے خط کا اقتباس

"دوسری بات لکھنے کی یہ ہے کہ آج کل میں آپ کی تفسیر دیکھ رہا ہوں جسے درحقیقت اب تک اچھی طرح بلکہ سرسری طور پر بھی نہ دیکھا تھا۔ اور اس کے نہ دیکھنے کا سبب آپ سے کہہ بھی دیا تھا غالباً آپ اس بات کے سننے سے تو خوش نہ ہوں گے کہ میں اب تک آپ کی رایوں سے اتفاق نہیں کرتا۔ اور ہر بحث میں اسے قرآن کی وہ تفسیر جس کو کوئی قرآن کے مطالب کی تشریح تفصیل اور تفسیر سمجھے نہیں سمجھتا بلکہ اکثر جگہ تفسیر کو تفسیر القول بما لا یرضیٰ بہ قائلہ تصور کرتا ہوں مگر اس میں شبہ نہیں ہے کہ جس مضمون کو آپ نے لکھا ہے ایسی عمدگی اور خوبی اور صفائی سے بیان کیا ہے کہ اگر آدمی نہایت ہی راسخ الاعتقاد نہ ہو تو ضرور اس کی تصدیق کرنے لگے اور بلا شبہ ایک جادو کئے ہوئے آدمی کی طرح آمنّا و صدقنا پکارنے لگے واقعی خدا نے دل کے حالات کو الفاظ میں ادا کرنے اور تحریر میں لانے کی عجیب حیرت انگیز قوت اور طاقت آپ کو دی ہے کہ اگر اسے جادو کہیں یا سحر تو بے محل نہ ہو گا مگر افسوس ہے آپ نے ان مسائل کو جو کل یورپ کے وہ تعلیم یافتہ لوگ جو مذہب کے پورے پابند اور معتقد نہیں ہیں صحیح اور یقینی اور

Marfat.com

غیر قابل الاعتراض سمجھتے ہیں۔ مان لیا اور قرآن کی آیتوں کو جن میں ان کا ذکر ہے ایسا ماول کر دیا کہ وہ تاویل ایسے درجہ پر پہنچ گئی کہ اس پر تاویل کا لفظ بھی صادق نہیں ہو سکتا۔ آپ نے مسلمان مفسروں کو تو خوب گالیاں دیں اور برا بھلا کہا اور یہودیوں کا مقلد بتایا مگر آپ نے خود اس زمانہ کے لامذہبوں کی باتوں پر ایسا یقین کر لیا کہ ان کو مسائل محققہ صحیحہ یقینیہ قرار دے کر تمام آیتوں کو قرآن کے ماول کر دیا۔ اور لطف یہ ہے کہ آپ اسے تاویل بھی نہیں کہتے (تاویل کو تو آپ کفر سمجھتے ہیں) بلکہ صحیح تفسیر اور اصلی تفسیر قرآن کی سمجھتے ہیں حالانکہ نہ سیاق کلام نہ الفاظ قرآنی نہ محاورات عرب سے اس کی تائید ہوتی ہے۔"

## دوسرے خط محررہ ۱۹ر ستمبر ۱۸۹۲ء کا اقتباس

اب رہا یہ امر کہ میرے پاس خدا کی بھیجی ہوئی وحی آئی تھی جس سے مجھے ثابت ہوا کہ مرضی قائل یعنی خدا کی وہ نہیں جو آپ سمجھے ہیں اس کی نسبت بادب تمام عرض کرتا ہوں کہ مجھ پر تو وحی آنے کی ضرورت جب ہوتی کہ میں کوئی ایسی بات بیان کرتا جو انسانوں کی معمولی سمجھ سے خارج ہوتی یا وہ معنی قرآن کے بیان کرتا جیسے صاحب وحی سمجھے تھے نہ صحابہ نہ ائمہ نہ عامہ مسلمین۔ ہاں آپ نے بعض مقامات پر قرآن کے وہ معنی بتائے ہیں جو لفظوں سے نکلتے ہیں نہ محاورہ عرب کے مطابق ہیں نہ سیاقِ کلام کے موافق بلکہ جو اسلام کا منشا اور قرآن کا مقصود اور پیغمبر کی ہدایت کی غرض ہے ان سب کے خلاف۔ پس ایسی صریح اور صاف بات کے لئے مجھ پر وحی آنے کی ضرورت نہ تھی اور خدا کی عام مرضی معلوم ہونے کے بعد جو معنی اس کے خلاف لئے گئے اس پر لا یرضیٰ بہ قائلہ کہنا نہ تھا؟ (مضامین سید مہدی علی خاں مندرجہ تہذیب الاخلاق جلد اول مطبوعہ ۱۹۱۴ء)

سر سید احمد خاں صاحب نے قرآنی آیات کی تفسیر کس طرح نصوص اور متواتر تفسیر سے انحراف کیا اس کی یہاں صرف ایک مثال بطور شاہد کے درج کی جاتی ہے۔

قرآن کریم کی سورۃ آل عمران میں ۱۱۹ میں ارشاد ربانی ہے۔ ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون (ترجمہ) یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد بدر کے میدان میں فرمائی جبکہ تم کمزور تھے پس اللہ کا شکر کرتے ہوئے اس سے ڈرتے رہو۔ آیت ۱۲۰ و ۱۲۱ و ۱۲۲ میں

Marfat.com

تفصیل سے فرمایا کہ وہ فرشتے پانچ ہزار تھے مگر سرسید کا عقیدہ کیا ہے؟ ملاحظہ کیجئے۔

"میں اس بات کا **بالکل منکر ہوں** مجھے یقین ہے کوئی فرشتہ لڑنے کو سپاہی بن کر یا گھوڑے پر چڑھ کر نہیں آیا۔ مجھ کو یہ بھی یقین ہے کہ قرآن مجید سے بھی ان جنگ جو فرشتوں کا اترنا ثابت نہیں ہے مگر **تمام مسلمانوں کا اعتقاد** اس کے برخلاف ہے وہ یقین کرتے ہیں کہ درحقیقت فرشتوں کا رسالہ لڑنے کو اترا تھا وہ نادانی سے یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ فرشتوں کا لڑائی کے لئے اترنا منصوص ہے اور اس سے انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے مگر ان کا یہ خیال محض غلط ہے۔" (تفسیر القرآن ج ۲ مطبوعہ ۱۸۸۲ء۔ سورۃ آل عمران ص ۶۶)

ان واضح اور روشن آیات کے خلاف کس قدر دلیری سے کہا گیا ہے۔ حالانکہ سورۃ الانفال میں اسی بدر کی امداد کا ذکر یوں فرمایا۔

| | |
|---|---|
| اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملائکۃ مردفین (آیت ۹) | ترجمہ: جب تم (میدان بدر) میں اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے اس نے تمہاری دعا قبول کرتے ہوئے فرمایا۔ میں ایک ہزار فرشتے لگاتار بھیج کر تمہاری امداد کر رہا ہوں۔ |

مسلمانوں نے بدر میں اللہ تعالیٰ سے امداد طلب فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ میں نے تمہاری دعا قبول کرتے ہوئے ایک ہزار مسلسل آنے والے فرشتے نازل کر دئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں میں نے دعا قبول کرلی اور سرسید کہتے ہیں کوئی فرشتہ نازل نہیں ہوا۔ اسی سورۃ الانفال آیت ۴۱ میں اس بات پر ایمان لانے کا حکم بھی فرمایا ارشاد ہے:۔

| | |
|---|---|
| ان کنتم امنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان واللہ علی کل شیء قدیر | ترجمہ: اگر تمہیں اللہ پر یقین ہے اور اس چیز پر (بھی) جو ہم نے اتاری اپنے بندے پر فیصلے کے دن جس دن دونوں جماعتیں آپس میں ملیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ |

غزوہ احزاب میں بھی فرشتوں کو نصرت کے لئے نازل فرمایا ساتھ ہی علیم اور خبیر خدا نے ایسے منکروں کے لئے تصریح فرما دی کہ تم اس لشکر کو نہ دیکھ سکے (فرشتے عام انسانوں کو نظر نہیں آتے) فر

Marfat.com

| | |
|---|---|
| یاایھا الذین آمنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذجاءتکم جنود فارسلنا علیھم ریحاً و جنوداً لم تروھا وکان اللہ بما تعملون بصیراً (آیت ۹) | ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کا احسان یاد کرو جب تم پر کئی لشکر (اقوام عرب) چڑھ آئے پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور وہ لشکر بھیجے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ دیکھ رہا تھا۔ |

ایسی نصوص قطعیہ کا انکار معتزلہ بھی نہ کر سکے علامہ زمخشری نے کشاف میں فرمایا۔ وجنوداً لم تروھا وھم الملائکۃ وکانوا الفاً اسی طرح جہاں جہاں معجزات نبوت کا ذکر ہے ان آیات کی صراحۃً تحریف معنوی کی گئی بلکہ ایسے ترجمے کئے گئے کہ سرسید جیسے مفکر کے متعلق کئی قسم کی غلط فہمی پیدا کرتے ہیں صرف ایک مثال دی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کا ذکر آیا ہے اس ضمن میں قرآن مجید نے ارشاد فرمایا

| | |
|---|---|
| انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ (آل عمران ۴۹) | ترجمہ: میں تمہارے لئے مٹی سے ایک پرندہ کی شکل بنا دیتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑتا ہوا پرندہ ہو جاتا ہے۔ |

اس آیت میں واضح ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے پاس جا کر اپنی نبوت پر جو شہادت پیش فرمائی اس کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ مٹی سے پرندوں کی شکل بنا کر اس میں پھونک مارتے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اڑنے لگتے تھے۔

سرسید نے اس پر کس طرح اپنی دماغی اختراع کو مسلط کر کے تفسیر کی وہ بھی ملاحظہ کیجئے:۔

"یہ کوئی امر وقوعی نہ تھا بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کا خیال زمانہ طفولیت میں بچوں کے ساتھ کھیلنے میں تھا۔" (تفسیر ص ۲۳۹)

۱۔ حالانکہ یہ بات حضرت مسیح علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو دعوت الی اللہ دیتے ہوئے فرمائی۔

۲۔ نیز سورۃ المائدہ میں واضح طور پر موجود ہے کہ مسیح علیہ السلام پرندوں کی شکلیں بنانا بچپنے کی کھیل کود کا شغل نہ تھا بلکہ یہ سب کچھ بامر خداوندی تھا جیسا کہ سورۃ المائدہ میں فرمایا اور یہ سوال

Marfat.com

جواب قیامت کے دن ہوگا۔

واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی (آیت ۱۱۰) ترجمہ اور جب تو مٹی سے پرندے کی شکل بناتا تھا میرے حکم سے اور پھر اس میں پھونک مارتا تھا تو وہ اڑنے لگتا تھا میرے حکم سے۔

دیکھئے ارشاد بالا میں دونوں باتیں یعنی مٹی سے پرندے کی شکل بنانا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اور اس میں پھونک مارنا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ خیال نہ تھا۔ پھر یہ معجزہ امر واقع ہے یعنی آپ نے مٹی سے پرندے بنائے اور ان میں پھونک ماری جس سے وہ اڑنے لگے مگر یہ معجزات دیکھنے والوں نے کیا کہا اسی آیت کے آخر میں ان کا ردِ عمل قرآن مجید نے نقل فرمایا۔

فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الا سحر مبین ترجمہ پس ان میں سے کافروں نے کہا تھا یہ تو کھلا جادو ہے۔

۳۔ اگر وہ امر واقع نہ ہوا تو کافروں نے اس کو کھلا جادو کیوں کہہ دیا؟

اگر سرسید نیچر کو قرآن مجید کے تابع بنا کر قرآنی تفسیر سمجھتے تو یہ تحریفات ہرگز نہ کرتے۔

جب ایک قرآنیات کا مطالعہ کرنے والا اس مقصد کے پیشِ نظر قرآن کا مطالعہ کرے کہ وہ اس سے قرآنِ حکیم کی نصِ قطعی (ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیٍٔ علیماً (احزاب ۴۰)

ترجمہ:- محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں بلکہ آپ تو اللہ تعالیٰ کے رسول اور سب نبیوں سے آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے۔"

کو نظر انداز کرکے اس کوشش میں لگ جائے کہ آپ کے بعد بھی ایک نبی اور رسول آنے والا ہے، اور اس عندیہ کو قرآن کی آیات میں تلاش کرے تو پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن مجید کی واضح اور روشن آیات میں قطع و برید کردی جاتی ہے جیسا کہ

ضیاء الاسلام پریس قادیاں کے مطبوعہ قرآن مجید کی تفسیر میں لکھا گیا۔

اور الآخرۃ میں اس وحی کا ذکر ہے جو پیچھے نازل ہونے والی ہے۔ (صفحہ ۱۲، ۱۳)

Marfat.com

حالانکہ اسی گروہ کے صدر میرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ترجمہ کے لئے جو شروط اور قواعد بیان کئے گئے ہیں ان میں ہے۔

"سو اگر ہم قرآن کریم کی ایک آیت کے ایک معنی کریں تو ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ ان معنوں کی تصدیق کے لئے دوسرے شواہد قرآن مجید سے ملتے ہیں یا نہیں اگر دوسرے شواہد دستیاب نہ ہوں بلکہ ان معنیٰ کی دوسری آیتوں سے صریح معارض پائے جائیں تو ہمیں سمجھنا چاہیئے کہ وہ معنیٰ بالکل باطل ہیں"

مقدمہ ترجمۃ القرآن حمائل مطبوعہ ۱۹۱۹ئہ (قادیان)

اسی قاعدہ کے پیش نظر قرآن مجید میں لفظ **الاخرۃ** کا معنیٰ دیکھا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ اس سے مراد قیامت ہے اور اسی کو ان آیات میں فرمایا بلکہ قرآن مجید نے خود اس کی تشریح بھی کر دی جیسا کہ فرمایا

| | |
|---|---|
| وَاِنَّ الاخرۃ ھی دار القرار (المومن ع ۳۹) | ترجمہ اور بیشک آخرت تو ہمیشہ ٹھہرنے کا گھر ہے |
| ان فی ذالک لاٰیۃ لمن خاف عذاب الاخرۃ ذالک یوم مجموع لہ الناس و ذالک یوم مشھود (ھود ع ۱۰) | بے شک اس میں نشانی ہے اس کے لئے جو آخرۃ کے عذاب سے ڈرتا ہو اور یہ آخرۃ وہ دن ہوگا جس میں سب لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور یہی دن ہے جس میں سب حاضر کئے جائیں گے |

معلوم ہوا کہ قرآن مجید نے لفظ **الاخرۃ** کی خود تشریح اور تفسیر فرما دی کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے کہ اس دن کے بعد پھر کوئی دن نہیں۔

اگر بالفرض اس سے مراد آخری وحی لی جائے تو آخری نبی کون ہوگا جس پر آخری وحی نازل ہوگی اس کا متعین کرنا مشکل ہے کیونکہ مرزا صاحب نے کہا ہے۔

"اور میرا یہ دعویٰ بھی نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مسیح آجائیں"

ازالہ اوہام از مرزا صاحب ص ۹۶۵

تو دیکھئے کہ ایک صحیح ترجمہ کو اپنے عندیہ کے مطابق موڑنے پر کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا

Marfat.com

اسی طرح مرزائیت کے ہاں وفات مسیح (علیہ السلام) بنیادی عقیدہ ہے تو جس آیت سے حیات مسیح علیہ السلام ثابت ہوتی ہے اس کے ترجمہ اور تشریح میں دوسرے تمام ضوابط اور قواعد کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۶۰ میں ارشاد خداوندی ہے۔

| | |
|---|---|
| وان من اہل الکتٰب الا لیؤمنن بہٖ قبل موتہٖ | ترجمہ اور ہر اہل کتاب اس (حضرت مسیح علیہ السلام) کی موت سے پہلے آپ پر ایمان لے آئے گا۔ |

چونکہ ساری آیات حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق ہی ہیں اس لئے ان سب ضمائر کا مرجع حضرت مسیح ہی ہیں لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کو قرآن مجید سے ثابت کرنے کے لئے موتہٖ کا مرجع اہل کتاب کو قرار دے کر یہ ترجمہ پہلے کیا گیا۔ (مطبوعہ ۱۹۱۹ء)

"اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر البتہ وہ ایمان لائے گا اس پر پہلے اپنی موت سے اور بروز قیامت وہ ہوگا ان پر گواہ"

یہ مسئلہ اپنی جگہ پر کافی غور طلب ہے کہ موت کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لانے کا کیا فائدہ؟ قرآن مجید نے موت کے وقت کا ایمان قبول نہیں فرمایا ارشاد قرآنی ہے۔

| | |
|---|---|
| ولیست التوبۃ للذین یعملون السیاٰت حتی اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الاٰن ولا الذین یموتون وھم کفار اولئک اعتدنا لھم عذابا الیما (النساء ۱۸) | ترجمہ اور توبہ قبول نہیں ان کی جو موت تک برے کام کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ ان میں سے کسی کو موت آ پہنچے تو یہ کہہ دے کہ میں اب توبہ کرتا ہوں اور نہ ہی ان کی قبول ہے جو موت تک کافر رہے ان کے لئے ہم نے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔ |

اور یہ بات بالکل درست ہے کہ موت کا وقت تو اب عمل کا وقت باقی نہیں رہا یہ تو مجبوری کا ایمان ہے جیسا کہ فرعون مصر نے غرق ہوتے ہوئے ایمان کا اعلان کیا مگر خداوند قدوس نے جواب میں فرمایا

| | |
|---|---|
| اٰلـٰٔن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین (یونس ۹۱) | اب ایمان لاتا ہے اور پہلے نافرمان اور مفسدوں میں سے رہا |

Marfat.com

مرزائیت نے اس آیت کا جو ترجمہ پہلے کیا جس میں علمی اور ادبی اصول کو اگرچہ نظر انداز کیا گیا ہے مگر تاہم اس میں اس بات کا امکان تھا کہ اس مسئلہ کا تعلق زمانہ مستقبل سے ہے کیونکہ اس میں یہ پایا جاتا ہے کہ ایمان لائے گا زمانہ مستقبل میں تو کچھ ایسے بھی اہل کتاب ہیں جو اب ایمان نہیں لاتے اس لئے ۱۹۳۴ء میں جو ترجمہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے۔

"اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر وہ ضرور ایمان رکھتا ہے اس واقعہ پر اپنی موت سے پہلے"

اس ترجمہ میں ایک تو بہ کا مرجع بجائے حضرت مسیح علیہ السلام کے اس واقعہ کو کر دیا۔ اور دوسرا یہ کہ زمانہ مستقبل کو بدلا کر زمانہ حال کا ترجمہ کر دیا ہے۔ تاکہ یہ کوئی آئندہ زمانہ کا مسئلہ نہ بن جائے۔ حالانکہ :-

اسی مترجم قرآن مجید میں جہاں کہیں یہ کلمہ آیا ہے وہاں مستقبل کا ترجمہ کیا گیا ہے جیسا کہ سورۃ الانعام کی آیت ۱۰۹ میں ہے۔

لئن جاءتھم لیومنن بھا (ترجمہ) اگر آئے ان کے پاس کوئی نشانی تو ضرور وہ ایمان لائیں گے اس پر بلکہ قرآن مجید میں جہاں فعل مضارع موکد بالام اور نون ثقیلہ آیا ہے۔ وہاں زمانہ استقبال کا ہی ترجمہ کیا گیا ہے اور یہی عربی زبان کے قاعدہ اور ضابطہ کے مطابق ہے۔ اور یہ چھتیس ۳۶ آیات ہیں صرف ایک آیت میں لاتا ہے کو لائے گا کی جگہ صرف اپنے نظریہ کی توثیق کے لئے کر دیا حالانکہ ۱۹۱۹ء کے ترجمہ کے متعلق ان کا اپنا فیصلہ یہ تھا۔

"ایسا ترجمہ آج تک شائع نہیں ہوا"۔

اسی طرح جب ذہن میں یہ بات راسخ ہو جائے کہ جن لوگوں نے سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے دل سے قبول کیا تھا ان کی تعداد صرف دو تین ہے۔ تو اب تاریخ اور دوسرے واقعات اور ناقابل انکار حقائق سے قطع نظر قرآن مجید کی ان تمام آیات میں معنوی تحریف کی جائے گی جو لفظی تحریف کا پیش خیمہ بن سکتی ہے جیسا کہ اسی نظریہ کے مترجم قرآن کریم کی سورۃ انفال آیت ۶۲ کی تفسیر یوں درج ہے :-

Marfat.com

هو الذی ایدک بنصرہ و بالمومنین جو قرآن میں ایسی آیت ہے کہ اس میں خدا تعالیٰ مومنین کی طرف خطاب کرتا ہے تو راس و رئیس مومنین کے تمام حضرت علی بن ابی طالب ہی ہیں۔ اور تفسیر اہل بیت میں لکھا ہے کہ مراد مومنین سے اس آیت حضرت مولا علی ہیں"

آگے چل کر اس کا نتیجہ نکالتے ہوئے لکھا ہے:۔

"حق یہ ہے کہ اگر حضرت علی نہ ہوتے تو اسلام کو کیونکر ترقی ہوتی کہ صحابہ تو جہاد سے بھاگ جاتے تھے اور علی لڑائی کو سر کرتے تھے"

آیئے اب ذرا قرآن مجید کی آیات ملاحظہ کیجئے جن میں تفصیل کے ساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اس لفظ مومنین سے مراد سب صحابہ کرام ہیں۔ ارشاد قرآنی ہے:۔

هو الذی ایدك بنصره و بالمومنین ○ اسی اللہ نے آپ کو قوت بخشی اپنی مدد سے اور مسلمانوں سے۔ یہ مومنین اسلام لانے سے پہلے مختلف الخیال تھے لیکن اسلام کی برکت سے ان کے دلوں میں محبت اور الفت کا پیوند لگا دیا۔ فرمایا:۔

وَاَلَّفَ بین قلوبهم (ترجمہ) اور الفت ڈال دی ان کے دلوں میں

اور یہ دلوں میں محبت اور الفت کا پیوند اور غیر فانی جوڑ اس قدر مستحکم اور ٹھوس ہے کہ اگر دنیا کی ساری دولت بھی خرچ کی جاتی تب بھی مشکل تھا اس لئے کہ جو محبت دنیاوی اغراض پر مبنی ہوتی ہے وہ غیر حقیقی اور عارضی ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا:۔

لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبهم ترجمہ اگر آپ وہ سب کچھ خرچ کر ڈالتے جو زمین میں ہے تو ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے۔

یہ صحابہ (مومنین) ایک دوسرے کے ساتھ دلی الفت اور محبت میں اس لئے منسلک ہیں کہ ان کے دلوں میں یہ محبت اور الفت اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی۔

ولکن اللہ الف بینهم انه عزیز حکیم ○ اللہ نے الفت ڈال دی ان میں وہ غالب اور حکمت والا ہے

اس لئے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ

Marfat.com

یاایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المومنین۔

ترجمہ: اے نبی! تجھے اللہ کافی ہے اور جو آپ کے پیرو ہیں مسلمانوں میں سے۔

بلکہ قرآن مجید میں تعداد بھی بتادی گئی ہے اور اس تعداد کی دفاعی قوت کا موازنہ بھی فرمادیا گیا۔

یاایھا النبی حرض المومنین علی القتال ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفاً من الذین کفروا بانھم قوم لا یفقھون۔ الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن اللہ واللہ مع الصابرین۔ (توبہ ع ٦٦)

ترجمہ: اے نبی! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیتے رہیئے اگر تم میں سے بیس ثابت قدم ہوں گے تو دو سو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں گے تو کافروں کے ہزار پر غالب آجائیں گے۔ اس لئے کہ وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ اب اللہ تعالیٰ نے تم سے ہلکا کردیا وہ جانتا ہے کہ تم میں کمزوری ہے (فطرۃً) پس اگر تم میں سو ثابت قدم ہوں تو وہ دو سو پر غالب آجائیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوئے تو دو ہزار پر غالب آجائیں گے اور اللہ تعالیٰ ثابت قدموں کے ساتھ ہے۔

آیات بالا میں جو کلمات جمع کے لئے آئے ہیں ان کا تجزیہ مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ مومنین (ایمان والے) صابرین۔ صبر والے **قلوب** کئی دل۔

۲۔ اسماء ضمیر **قلوبھم** ان کے دل۔ **بینھم** ان کے درمیان **منکم** تم میں سے **عنکم** تم سے **فیکم** تم میں

۳۔ اسماء جو اعداد آئے ہیں **عشرون** بیں۔ **ماۃ** ایک سو **الف** ایک ہزار۔ یہ آیات سورہ توبہ کی ہیں اور پہلی آیت سورہ **انفال** کی ہے جو **غزوہ بدر** کے متعلق ہے اور غزوۂ بدر میں مومنین کی تعداد تین سو تیرہ ایسی تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ جس کا انکار انصاف اور عقل دونوں کے خلاف ہے بدر میں شریک ہونے والوں کا تعلق اور اعتماد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اشرف میں یہ ہے کہ

واذ غدوت من اھلک تبوی المومنین مقاعد للقتال واللہ سمیع علیم (آل عمران ع ۱۲۱)

ترجمہ: اور جب آپ صبح اپنے گھر سے نکلے مسلمانوں کو مورچوں پر بٹھانے کے لئے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

Marfat.com

ان ہی مومنین کے اخلاص، اور تقویٰ، صداقت، وفاداری، ثابت قدمی پر قرآن مجید کی شہادت ہے

من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضٰی نحبه ومنهم من ینتظر وما بدلوا تبدیلًا ٥ (احزاب ۲۳)

ترجمہ ایمان والوں سے ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا (یوں کہ) کسی نے تو اپنا کام پورا کر دیا (شہید ہو گئے) اور کوئی ابھی اس کا منتظر ہے مگر عہد میں کوئی بھی تبدیلی نہیں کی۔

قرآن مجید نے صحابہ کرام کے بارے میں چار باتیں ارشاد فرمائیں۔

(۱) مومنین۔ جمع کا صیغہ ہے جس کا اطلاق زیادہ پر آتا ہے۔

(۲) جس امر پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عہد فرمایا ہے اس میں ثابت قدم ہیں وہ عہد کیا ہے؟ اس کی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا۔ ان الذین یبایعونك انما یبایعون الله ٥

(الفتح ۱۰) ترجمہ:- جن لوگوں نے آپ کی بیعت کی انہوں نے اللہ تعالیٰ ہی کی بیعت فرمائی ہے۔

(۳) کچھ تو اپنی خوش بختی سے اپنا فرض منصبی پورا کر گئے بدر میں احد میں موتہ میں اور دوسرے غزوات میں جام شہادت نوش کر گئے۔ رضی اللہ عنہم

(۴) اور کچھ ابھی اس انتظار میں ہیں کہ وہ وقت کب آئے گا۔ کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پہ جان نثار کریں گے۔

(۵) انہوں نے جو عہد سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بوقت بیعت کیا ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی قرآن مجید کی اس عظیم تصدیق اور شہادت کے بعد لفظ مومنین کی تحدید کی گنجائش نہیں رہتی جب مفسر قرآن مجید کی تفسیر اس مطمح نظر سے کرے کہ تعظیم اور ادب تک کو بھی شرک سمجھ بیٹھے تو پھر حقوق نبوت مقام رسالت تک میں تحریف معنوی کی جاتی ہے صرف چند مثالیں اس کتاب میں درج کی جاتی ہیں۔

۱- یہودی دربار نبوت بلکہ دربار الوہیت کے گستاخ ہیں۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں جو گستاخی انہوں نے کی اس میں ایک حصہ راعنا کا کلمہ بھی ہے جو راعِ نا سے مرکب ہے

Marfat.com

آپ ہماری رعایت فرمادیں۔ صحابہ کرام یہ کلمہ اس لئے کہتے تھے کہ سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو آسانی سے یک بارگی نہ سمجھ سکتے تھے تو درخواست کی کہ آپ ہماری رعایت فرمایا کریں۔ مگر یہودیوں نے اس کو حضور انور کی گستاخی اور بے ادبی کے مذموم ارادہ سے کہنا شروع کر دیا جیسا کہ قرآن مجید ہی میں موجود ہے :۔

من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیا بالسنتھم وطعنا فی الدین ولو انھم قالوا سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لکان خیراً لھم واقوم ولکن لعنھم اللہ بکفرھم فلا یومنون الا قلیلا

(النساء ۴۶)

ترجمہ: یہودیوں میں بعض ایسے ہیں جو الفاظ کو ان کے محل سے پھیر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا اور کہتے ہیں کہ سن نہ سنایا جائے تو اور کہتے ہیں **راعنا** اپنی زبان کو موڑ کر اور دین میں طعن کرنے کے خیال سے اور اگر کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے مانا اور سن تو اور ہم پر نظر کر۔ تو ان کے حق میں بہتر اور درست ہوتا۔ لیکن ان کے کفر کے سبب سے اللہ نے ان پر لعنت کی۔ سو ان میں سے بہت کم لوگ ایمان لائیں گے۔

چونکہ اس لفظ سے مراد ان کی توہین مقام رسالت تھی اس طریقہ پہ کہ مسلمانوں کا پتہ بھی نہ چل سکے اور قبیح ارادہ عمل پذیر بھی ہو جائے اس لئے خداوند قدوس نے منع کرتے ہوئے فرمایا :۔

یا ایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا واسمعوا و للکافرین عذاب الیم (بقرہ ۱۰۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! **راعنا** کا لفظ نہ کہو اور **انظرنا** کا لفظ کہو اور سنا کرو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے اس کی تفسیر میں فرمایا :۔

"عبرانی زبان میں اس کے معنی برے ہیں اور وہ اس نیت سے کہتے ہیں اور عربی میں اس کے معنی بہت ہی اچھے ہیں کہ آپ ہماری رعایت فرمائیے۔ اس لئے عربی دان اس شرارت کو نہ سمجھ سکتے حق تعالیٰ نے اس گنجائش کے قطع کرنے کو مسلمانوں کو حکم دیا۔" (بیان القرآن)

Marfat.com

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :-

"دیگر از ہفوات یہود آں بود کہ در مجلس پیغامبر (صلی اللہ علیہ وسلم) آمدہ لفظ راعنا میگفتند وایں لفظ را دو معنی است یکے آنکہ رعایت کنی مارا و شفقت کنی برما و دیگر رعونت دارندہ یعنی ابلہ وقصد ایشاں سب بود حق تعالیٰ سبحانہ مسلماناں را ازیں کلمہ منع فرمود برائے سد باب فساد اشارہ بہ ہمیں معنیٰ است دریں آیت"

حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :-

"یہود پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مجلس میں بیٹھتے اور حضرت کلام فرماتے بعضے بات جو نہ سنی ہوتی چاہتے کہ پھر تحقیق کریں تو کہتے راعنا یعنی ہماری طرف بھی متوجہ ہوں ان سے مسلمان بھی سیکھ کر کسی وقت یہ کہتے۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ یہ لفظ نہ کہو اگر کہنا ہو تو انظرنا کہو اس کے بھی معنی یہی ہیں اور آگے سے سنتے رہو کہ پوچھنا ہی نہ پڑے۔ یہود کو اس لفظ کہنے میں دغا تھی اس کو زبان دبا کر کہتے تو راعینا ہو جاتا یعنی ہمارا چرواہا اور ان کی زبان میں راعنا احمق کو بھی کہتے تھے۔"

(ف) جواہر القرآن ص۱۹۶ میں ہے :-

"قرآن مجید کے تراجم میں سے دو ترجموں کا دیکھنا ضروری ہے فارسی میں شاہ ولی اللہ کا اور اردو میں شاہ عبدالقادر کا ہر دو کے فوائد جو قرآن کے اوپر لکھے ہیں دیکھنا بھی از حد ضروری ہے۔"

اتنی واضح مستند اور مدلل تفسیر و ترجمہ کے بعد بھی اس آیت کا ترجمہ یوں کر دیا گیا۔

راعنا کا لفظ موہم شرک ہے معنیٰ یہ کہ تو ہمارا نگہبان ہے (بلغۃ الحیران ص۱۰۴)

اس کلمے میں کونسا شرک ہے خداوند قدوس نے تو مقام رسالت کا ادب اور لحاظ کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ ملت اسلامیہ نے اس ارشاد قرآنی کو ادب اور تعظیم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اساس بنایا۔ اسی طرح تحویل قبلہ کا ذکر قرآن مجید میں واضح اور صاف طور پر اس امر کو

Marfat.com

ظاہر کرتا ہے کہ کعبہ ابراہیمی سیّد دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسی کو قبلہ مقرر رکھنے کا فیصلہ صادر فرمایا۔ ارشادِ قرآنی ہے:۔

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا (بقرہ ۱۴۴)

ترجمہ: بے شک ہم آپ کا منہ آسمان کی طرف پھر پھر کر دیکھ رہے ہیں سو ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس کو آپ پسند کریں گے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر اور اس کے شانِ نزول میں فرمایا:۔

"چوں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ ہجرت فرمودند شانزدہ ماہ یا ہفدہ بطرف بیت المقدس نماز میگزارندو آرزوے کردند کہ حق تعالیٰ کعبہ را قبلۂ وے سازد حق تعالیٰ نازل کرد"

"قد نری تقلب وجهك الاٰیۃ"

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

"حاصل اس حکمت کا یہ ہوا کہ ہم کو آپ کی خوشی منظور تھی اور آپ کی خوشی کعبہ کے قبلہ مقرر ہونے میں دیکھی اس لئے اس کو قبلہ مقرر کر دیا رہا یہ کہ آپ کی خوشی اس میں کیوں تھی۔ وجہ اس کی یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ کی علاماتِ نبوت میں سے ایک علامت یہ بھی تھی کہ آپ کے قبلہ کی یہ جہت ہو گی اللہ تعالیٰ نے آپ کے نورانی قلب میں اسی کے موافق خواہش پیدا کر دی" ماخوذ (بیان القرآن)

مگر اس تفسیر اور ترجمہ میں سیّد دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان ظاہر ہوتی ہے کہ سیّد دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب منور پر تجلیاتِ وحی کا نزول رہا کرتا تھا آپ کی خوشنودی کو رضائے خداوندی کا ذریعہ سمجھا جائے۔ چنانچہ اس قدر واضح اور صاف ترجمے اور تفسیر کو نظر انداز کر کے یہ ترجمہ اور تفسیر کی گئی:۔

قِبْلَةً تَرْضٰهَا (بقرہ ۱۴۴) جس قبلہ کو تو پسند کرے گا یہ معنی نہیں کہ تو اس کو پسند رکھتا ہے کیونکہ نبی علیہ السلام کا خیال مبارک تھا کہ شاید اہلِ کتاب کے قبلہ کی طرف ہم منہ کریں گے تو ان کو

Marfat.com

الفت پیدا ہو گی۔ قدرتی تقلب و جھپک کی وجہ خوشی نہ تھی" (بلغۃ الحیران)

گویا اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو متنبہ کیا گیا ہے کہ آپ کعبہ ابراہیمی کو پسند نہیں کرتے بلکہ آپ کی نظر میں بیت المقدس کا قبلہ رہنا ہی بہتر ہے اس لئے آپ کو وحی کا انتظار دل کی مسرت اور خوشی کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کے حکم کے نازل ہونے کو پسند نہیں فرماتے۔ اسی طرح ایسے تفسیر کرنے والے قرآن مجید کی ان تمام آیتوں میں ایسا ترجمہ اور تفسیر کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے شانِ نبوت کو امتیازی مقام حاصل نہ ہو۔

جب ایک مفسر اور مترجم قرآن حکیم کو اپنے نظریات مثلاً علم غیب اور مسئلہ بشریت انبیاء علیہم السلام کے عنوان پر سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کرے تو اس سے بھی کئی واضح آیات کی تاویل باطل تک کرنی پڑتی ہے جیسا کہ بشریت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ قرآن مجید میں کئی آیات سے ثابت ہے ارشاد فرمایا:۔

۱۔ انبیاء علیہم السلام سب کے سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور مرد تھے۔

وما ارسلنا قبلک الا رجالاً نوحی الیھم (ترجمہ) اور ہم نے آپ سے پہلے صرف مردوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ (الانبیاء ۷)

۲۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو جب دعوت الی اللہ دی تو انہوں نے اس دعوت سے پہلو تہی کرتے ہوئے جو شبہات اور الزامات پیش کئے ان میں سے یہ ہیں:۔

الف۔ اَبَشَرٌ یَّھْدُوْنَنَا (تغابن ۶) کیا آدمی ہماری راہ نمائی کرتے ہیں

ب۔ لئن اطعتم بشراً مثلکم انکم اذا لخسرون (المومنون ۳۴) اگر تم اپنے جیسے آدمی کی پیروی کرو گے تو بے شک نقصان اور خسارے میں ہو جاؤ گے۔

انبیاء علیہم السلام نے اس بات سے انکار نہیں فرمایا بلکہ اقرار کرتے ہوئے رحمت خداوندی کا جو ان پر مخصوص رحمت تھی اس کا بھی اظہار فرمایا۔

قالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء (ابراھیم ۱۱) (ترجمہ) اُن میں سے اُن کے رسولوں نے فرمایا کہ ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان ف

Marfat.com

اور وہ احسان ہر نبی علیہ السلام پر جو ہوا وہ ان کے معجزات اور ان کا خصوصیات بشریہ میں بھی امتیازی نشان ہے خصوصاً سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا:۔ وکان فضل اللہ علیك عظیماً۔ لیکن آپ کو اور دوسرے انبیاء کو بشر نہ کہنا یا اس کو بے ادبی سمجھنا الفاظ قرآنی سے انحراف اور قرآنی ارشادات کی بے ادبی ہے۔ اسی مکتب فکر کے مترجم نے ترجمہ کرتے ہوئے یہ لکھا:۔

قل انما انا بشر مثلکم (الایۃ کہف ع۱۱) (ترجمہ) تم فرماؤ ظاہری صورت بشری میں تم جیسا ہوں

اسی آیت کی تفسیر اسی مترجم صاحب نے یوں کی ہے۔

"اس آیت کریمہ میں آپ کو اپنی ظاہری صورت بشریہ کے بیان کا اظہار تواضع کے لئے حکم فرمایا گیا، گویا آپ درحقیقت بشر نہیں یہ حکم صرف اس لئے دیا گیا کہ آپ سے تواضع کرائی جائے۔ حالانکہ منصب نبوت یہ ہے کہ جو بات من جانب اللہ القاء ہو اس کو کھول کر واضح طور پر بیان کر دیا جائے ارشاد فرمایا:۔

فاصدع بما تومر (الحجر ع۹۴) (ترجمہ) جس بات کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے اس کو کھول کر بیان کر دیجئے

چنانچہ آپ سے اس حقیقت کا اعلان بھی یوں کروایا:۔

قل سبحان ربی ھل کنت الا بشراً رسولا (بنی اسرائیل ع۹۳) | ترجمہ آپ فرما دیجئے سبحان اللہ میں بجز اس کے کہ انسان ہوں اور رسول بھی ہوں اور کیا ہوں؟

اسی طرح نبی علیہ السلام کو غیب داں ثابت کرنے کے لئے نبی کا ترجمہ غیب داں کر دینا یہ بھی یک گونہ تحریف معنوی ہے جیسا کہ اسی مکتب فکر کے مترجم قرآن مجید میں ہے:۔

یا ایھا النبی (سورۃ احزاب ع۲۶) ترجمہ اے غیب بتانے والے

لفظ نبی نبأ سے مشتق ہے جس کا معنی خبر دینے والا، یا نبوۃ سے مشتق ہے جس کا معنی بلندی۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا۔ کہ چونکہ نبی علیہ السلام اپنی بشری صفات میں بھی دوسرے انسانوں سے بلند و بالا ہوتا ہے اس لئے نبی کہا گیا:۔

Marfat.com

"پیداست کہ نبی را نبی ازاں گویند کہ از ہمہ غیر انبیاء قدر بلند دارد چراکہ نبوۃ بلندی را گویند" (امداد السالکین)

اگر نبی کا معنی یہ لیا جائے غیب بتانے والا، تو اس سے لازم آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے جو ارشاد فرمایا ہے وہ غیب پر مشتمل ہو حالانکہ قرآن مجید میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کا تعلق عالم غیب سے نہیں بلکہ مشاہدہ کے ساتھ ہے بلکہ علماء قرآنیات نے فرمایا کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں الم تر الم ترو۔ الم تعلم۔ الم تعلموا فرمایا ہے وہ واقعات اس قدر مشہور تھے جن کو اس زمانہ کے مخاطبین پہلے سے جانتے تھے قرآن مجید نے ان واقعات کو بطور شہادت کے پیش فرمایا۔ اس لئے علماء تفسیر نے فرمایا :۔

"قرآن سارے کا سارا صرف غیب کی خبروں پر مشتمل نہیں" (کتاب الاشارہ ص۳۳)

یہ چند مقامات اس عنوان کے لئے بطور شہادت پیش کئے گئے ہیں۔ کہ جب قرآن مجید کی تفسیر اور ترجمہ کرنے سے پہلے اپنے دل اور دماغ میں ایک نظریہ قائم کر لیا جائے تو پھر کس طرح مرتکب الفاظ میں تحریف معنوی، واقعات سے انحراف، اصول مسلمہ سے روگردانی کی جاتی ہے۔ اور یہ عمل غیر مناسب تقریباً سب مفسروں کے ہاں موجود ہیں۔ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم نے لکھا ہے :۔

" قرآن شریف کی تفسیر بالرائے حرام ہے مانتے تو سب ہیں لیکن عمل کے وقت اس کی رعایت بہت کم لوگ رکھتے ہیں۔ نیچریوں، چکڑالیوں، بابیوں اور قادیانیوں کے کیا کہنے۔ ان کی تو بنیاد ہی اسی پر ہے لیکن افسوس تو یہ ہے کہ آج کل اہلحدیث کہلانے والے اور اتباع آثار کا دم بھرنے والے کثرت سے اس کا شکار ہو رہے ہیں"

اس لئے مفسر کو چاہئے کہ وہ قرآن مجید ان کے مقاصد پر واقفیت حاصل کرے اور ان کی تفسیر کرے جن سے دینی امور کی افادیت عام ہو اور لوگ اللہ تعالیٰ کے مطیع اور فرماں بردار بنیں نہ کہ نافرمانی کا دروازہ کھل جائے۔ واللہ الموفق۔

Marfat.com

# مکی اور مدنی

قرآن حکیم جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر شریف میں نازل ہونا شروع ہوا اور پھر جب کہ آپ کی عمر مبارک ترسیٹھ سال کی ہو چکی تھی قرآن مجید کا نزول ختم ہوا۔ سارا قرآن مجید سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر تئیس سال میں نازل ہوا۔ بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں نے جس طرح مجموعی طور پر قرآن مجید کو محفوظ رکھا ہے اسی طرح تفصیلی طور پر اس کو محفوظ رکھا یعنی مسلمان یہ بتا سکتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سردی میں کونسی آیات نازل ہوئیں اور موسم گرما میں کونسی ؟ رات کو نازل ہونے والی کونسی کون آیتیں ہیں۔ وقت نزول۔ موسم نزول۔ مقام نزول۔ شان نزول اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت مبارکہ بوقت نزول یہ سب مسلمانوں کے پاس محفوظ ہیں۔ مثلاً مسلمان یہ بتا سکتا ہے کہ سورہ توبہ کی آیت ۲۶ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا اور اسی سورۃ کی آیت ۴۲ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا گرمی کے موسم میں نازل ہوئیں۔ اسی طرح سورۃ انعام۔ سورۃ الفتح اور سورۃ المنافقون اور سورۃ المرسلات، سورۃ الفلق، اور سورۃ الناس رات کو نازل ہوئیں۔ سورہ نور میں حضرت عائشہ کی براءت حضرت صدیق اکبر کے گھر اور میراث کی آیت کلالہ حضرت جریر کے گھر جب آپ تشریف فرما تھے نازل ہوئیں۔ غزوہ تبوک سے واپسی پر جب آپ موضع ذی اوان میں پہنچے آپ پر منافقوں کی بنائی ہوئی مسجد ضرار کے بارے میں سورہ توبہ کی ۱۰۹ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا الآیۃ نازل ہوئی۔ ہجرت کے سفر میں سورۃ القصص کی چند آیات از ۵۲ تا ۵۸ جحفہ کے مقام پر نازل ہوئیں۔ سورۃ النساء کی آیت ان اللہ یامرکم ان تودوا الامانات الی اهلها فتح مکہ کے دن بیت اللہ شریف کے اندر آپ پر نازل ہوئی۔ غرضیکہ یوں تو مسلمان قرآن مجید کی تمام تفصیلی حالت نزول بتا سکتا ہے مگر جس تقسیم کا سمجھنا نہایت ضروری ہے اور جس پر قرآنی تعلیمات کا سمجھنا زیادہ موقوف ہے وہ مکی اور مدنی سورتوں کا پہچاننا ہے اسی بات کا ہر دور میں خصوصی لحاظ رکھا گیا ہے کہ ہر

Marfat.com

مصحف شریف میں جس طرح سورتوں کے ناموں کا لکھا جانا ضروری سمجھا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے اس امر کا التزام فرمایا جو آج تک جاری ہے کہ ہر سورۃ کے ساتھ اس کے مکی، مدنی ہونے کی بھی تصریح کر دی جائے۔ اس قاعدہ کا لحاظ کرنے سے بہت سی آیات کے ترجمے اور ان کی تفسیر سمجھنے میں کافی آسانی ہو سکے گی۔ مثلاً سورۃ انبیاء کی آیت ۹۸ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم یہ سورہ انبیاء مکی ہے یعنی ہجرت سے پہلے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے۔ مکہ مکرمہ میں جو مشرک تھے یہ وہی تھے جو بت پرست تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ تو ظاہر ہے کہ کسی کا بھی بت بنا کر پوجا جائے اس بت کو بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا تو اس پر یہ اشکال وارد نہ ہو سکے گا۔ کہ بعض بے دین انبیاء کرام کو معبود سمجھتے ہیں تو کیا یہ ان کے بنائے ہوئے معبود بھی اس آیت کے ضمن میں آ سکتے ہیں۔ (اس کی تفصیل آگے ان شاء اللہ آجائے گی) اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف بے دین گروہ منافق بھی تھا اس کا ذکر جن سورتوں میں آتا ہے وہ مدنی ہیں۔ یعنی سورہ بقرہ، سورہ النساء، سورہ توبہ، سورہ احزاب سورہ محمد، سورہ المنافقون یہ سب مدنی ہیں۔ اور ان ہی میں منافقوں کا ذکر آیا ہے بلکہ بعض آیات میں تو تصریح موجود ہے کہ یہ لوگ مدینہ کے باشندے تھے یا قرب وجوار کے، مکہ مکرمہ سے آنے والے نہ تھے جیسا کہ فرمایا:۔

الف۔ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (توبہ ۱۰۱)

ترجمہ:۔ اور مدینہ کے کچھ لوگ نفاق کی کمال حد تک پہنچے ہوئے ہیں

ب۔ وَالْمُرْجِفُوْنَ فِى الْمَدِيْنَةِ (احزاب ۶۰) ترجمہ:۔ اور بری خبر اڑانے والے مدینہ میں

ج۔ یقولون لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منہا الاذل (المنافقون ۸)

ترجمہ:۔ یہ کہتے ہیں کہ اگر اب ہم مدینہ کو لوٹ جائیں گے۔ تو ضرور نکال دے گا عزت والا ذلت والے کو۔

اسی طرح سورہ مریم اور سورہ ابراہیم اور سورۃ الشعراء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعا موجود ہے جو آپ نے اپنے والد کی مغفرت کے لئے کرتے ہوئے فرمایا:۔

Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| ربنا اغفرلی ولوالدی (ابراھیم ۱۴) | ترجمہ | اے ہمارے رب مجھے اور میرے ماں باپ کی مغفرت فرما۔ |
| ساستغفرلک ربی (مریم ۱۶) | | میں تیرے لئے اپنے رب سے مغفرت مانگوں گا |
| واغفرلابی انہ کان من الضالین (الشعراء ۲۶) | | اور میرے باپ کی بخشش فرما بے شک وہ خطا کاروں میں سے تھا۔ |

لیکن جب آپ کو اس بات کا علم ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے اس کا خاتمہ کفر پر ہو گا تو آپ نے باپ سے بیزاری اور لاتعلقی کا اعلان فرمایا جس کا ذکر سورہ براۃ میں ہے اور یہ مدنی ہے فرمایا۔

| | | |
|---|---|---|
| وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرأ منہ ان ابراھیم لاواہ حلیم (۱۱۴) | ترجمہ | اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے بخشش مانگنا اس وعدہ سے تھا جو آپ نے کیا تھا مگر جب آپ پر یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ (ان کا باپ) اللہ کا دشمن ہے (خاتمہ کفر پر ہے) تو آپ نے اس سے بیزاری کر لی بے شک ابراہیم دربار خداوندی میں جھکنے والا بردبار ہے |

اس کو یوں سمجھ لیا جائے کہ مکّی سورتوں میں عموماً اجمال ہوتا ہے اور مدنی سورتوں میں اس کی تشریح اور وضاحت کی جاتی ہے جیسا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا در اولاد کے لئے سورہ مریم میں موجود ہے جو کہ مکّی ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من ال یعقوب واجعلہ رب رضیاہ | ترجمہ | پس عطا کر مجھ کو اپنی طرف سے ایک جانشین جو میرا اور آلِ یعقوب سے وارث ہو اور بنادے اس کو میرے رب اپنے ہاں پسندیدہ |

اس آیت سے یہ پایا جا سکتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا ایسے بیٹے کے لئے جو صاحب اولاد ہو اور اس کی نسل پھلے پھولے مگر سورہ ال عمران جو کہ مدنی ہے اس میں فرمایا کہ لڑکا تو عطا ہو گا۔ اس کا نام بھی مقرر کر دیا گیا ہے مگر وہ صاحب اولاد نہ ہو گا اور نہ اس کی بیوی ہو گی فرمایا:۔

ان اللہ یبشرک بیحیی مصدقا بکلمۃ (ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ تجھے خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی جو

Marfat.com

مِنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ (٣٩)

گواہی دے گا اللہ کے ایک حکم کی اور سردار ہوگا اور عورت پاس نہ جاوے گا (کنوارہ) اور نبی ہوگا نیک بختوں میں سے

اسی طرح مکی سورتوں کی آپس میں بھی ترتیب کا جاننا، اور مدنی سورتوں کی بھی آپس میں ترتیب کا جاننا ضروری ہے۔ پچھلی سورت پہلی کی تشریح اور تفصیل بیان کرتی ہے جیسا کہ سورۃ الممتحنہ اور سورہ توبہ دونوں مدنی ہیں۔ دونوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے مگر سورۃ الممتحنہ میں آیت ۴ میں ہے آپ کا یہ ارشاد موجود ہے لاستغفرن لک، سورۃ الممتحنہ ۹۱ ہے مگر سورۃ براۃ میں آپ کی بیزاری کا اعلان موجود ہے۔ جو کہ اگرچہ مدنی ہے مگر نزول کے اعتبار سے اس سورۃ الممتحنہ سے پیچھے نازل ہوئی اس کا نمبر ۱۱۳ ہے اس میں تشریح فرمادی کہ آپ کا استغفار طلب کرنا اس بات کے علم سے پہلے تھا کہ آذر کا خاتمہ علی الکفر ہوگا۔ اس لئے ترجمہ اور تفسیر کی صحت کے لئے سورتوں کی ترتیب نزول کا جاننا ضروری ہے۔

# مکّی اور مدنی سورتوں کی علامات

مکی اور مدنی سورتوں کی لفظی اور معنوی علامات درج کی جاتی ہیں۔

**لفظی علامات**" جس سورۃ میں لفظ **یا ایہا الناس** زیادہ موجود ہو ان میں سے اکثر مکی ہیں اس لئے مکہ مکرمہ میں **لوگ** ہی مخاطب ہو سکتے تھے ابھی وہ دولت ایمان سے مشرف نہ ہوئے تھے اسی طرح جن سورتوں میں **کلا** کا کلمہ آیا ہے وہ بھی مکی سورتیں ہیں۔ اس لئے کہ **کلا** کا کلمہ تنبیہ اور زجر کے لئے آتا ہے تنبیہ مکی لوگوں کو کی گئی۔ مدینہ میں تو لوگ مسلمان ہو رہے تھے جو سورتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہیں ان میں یہ کلمہ تقریباً مذکور نہیں۔

اور جن سورتوں میں **یا ایہا الذین آمنوا** کا کلمہ زیادہ ہے ان میں سے اکثر مدنی ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایمان والوں کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی تھی۔

ان سورتوں کی معنوی علامات یہ ہیں۔ کہ جن سورتوں میں توحید۔ نبوت۔ قرآن کی صداقت

Marfat.com

قیامت کا عقیدہ بیان کیا جا رہا ہے وہ مکی ہیں کہ اہل مکہ کی اصلاح عقائد پہلے کی گئی اور جن سورتوں میں احکام نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہا بیان فرمائے ان میں سے اکثر مدنی ہیں۔ کہ مدینہ میں مسلمان دن بدن بڑھ رہے تھے اور ان کو وہاں عبادات کی ادائیگی کے لئے بہ نسبت مکہ مکرمہ کے داخلی طور پر اطمینان تھا۔ اسی طرح جن سورتوں میں غزوات نبوی کا ذکر ہے وہ بھی مدنی ہیں۔

**نزول مکانی کے لحاظ سے تقسیم**۔ بعض علماء نے فرمایا کہ مکی وہ سورت ہے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور مدنی وہ ہے جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئی مگر جو راستے پر نازل ہوئیں تو ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا اس لئے بہتر تعریف وہی ہے جو اس طرح کی گئی کہ جو سورتیں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہیں وہ مکی ہیں اور جو ہجرت سے بعد نازل ہوئی ہیں وہ مدنی ہیں خواہ نزول کے وقت آپ مکہ میں تھے جیسا کہ سورۃ المَائِدَۃ مدنی ہے حالانکہ اس کے نزول کے وقت آپ میدان عرفات میں تھے۔ اور یہی قول زیادہ صحیح اور مستند ہے۔

**فائدہ** (۱) جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ترتیب دی ہے اس میں بعض مکی سورتوں میں کچھ مدنی آیات بھی ہیں اور بعض مدنی سورتوں میں کچھ مکی آیات بھی ہیں جن کی تصریح علماء جامعین نے فرما دی۔

## مکی سورتوں میں مدنی آیات

| نام سورۃ | آیات مدینہ | نام سورۃ | آیات مدینہ |
|---|---|---|---|
| القلم | ۱۷ تا ۳۳ اور ۴۸ تا ۵۰ | الشعراء | ۱۹۷ و از ۲۲۴ تا آخر |
| المزمل | ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ | القصص | از ۵۲ تا ۵۵ مدینہ میں اور آیت ۸۵ جحفہ میں نازل ہوئی۔ |
| الماعون | ۱ - ۲ - ۳ | اسراء | ۲۶ و ۳۲ و ۳۳ و ۵۷ و از ۷۳ تا ۸۰ |
| النجم | ۳۲ | یونس | ۴۰ و ۹۴ تا ۹۶ |
| المرسلات | ۴۸ | ھود | ۱۲ و ۱۷ و ۱۱۴ |
| قٓ | ۳۸ | یوسف | ۱ تا ۳ و ۷ |

Marfat.com

| | | | |
|---|---|---|---|
| القمر | ۴۴، ۴۵ و ۴۶ | الحجر | ۸۷ |
| الاعراف | از ۶۳ تا ۱۷۰ | الانعام | ۲۰ و ۲۳ و ۹۱ و ۹۳ و ۱۱۴ و ۱۴۱ |
| یونس | ۴۵ | | و ۱۵۱ تا ۱۵۳ |
| الفرقان | ۶۸ تا ۷۰ | لقمان | ۲۷ تا ۲۹ |
| مریم | ۵۸، ۷۱ | السباء | ۶ |
| طٰہٰ | ۱۳۰ و ۱۳۱ | الزمر | ۵۲ تا ۵۴ |
| الواقعہ | ۸۱ و ۸۲ | المومن | ۵۶ و ۵۷ |
| الشوریٰ | ۲۳ تا ۲۵ و ۲۷ | النحل | آخری تین آیات |
| الزخرف | ۵۴ | ابراہیم | ۲۸ و ۲۹ |
| الجاثیہ | ۱۴ | السجدہ | از ۱۶ تا ۲۰ |
| الاحقاف | ۱۰- ۱۵- ۳۵ | الروم | ۱۷ |
| الکہف | ۲۸ و از ۸۳ تا ۱۱۰ | العنکبوت | از ۱ تا ۱۱ |

## "مدنی سورتوں میں مکی آیات"

| نام سورة | نمبر آیات | نام سورة | نمبر آیات |
|---|---|---|---|
| بقرہ | ۲۸۱ حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں نازل ہوئی | الحج | ۵۲ تا ۵۵ مکہ اور مدینہ کے راہ میں نازل ہوئی |
| | | الفتح | حدیبیہ سے واپسی پر نازل ہوئی |
| الانفال | از ۳۰ تا ۳۶ | المائدہ | ۳ عرفات میں نازل ہوئی |
| محمد صلی اللہ علیہ وسلم | ۱۳ | توبہ | آخری دو آیات |
| | | النصر | منیٰ میں نازل ہوئی |

ذیل میں سورتوں کی فہرست ترتیب نزولی اور ترتیب جمعی کے ساتھ علیحدہ علیحدہ دی جاتی ہے۔

Marfat.com

# فہرست ترتیب جمعی سورتہائے قرآن مجید

اگرچہ نزول کے اعتبار سے قرآن کریم کی سورتوں کی وہی ترتیب ہے جو پہلے گذر چکی مگر جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی سورتوں کو جمع کرتے وقت ترتیب دیا ہے ترجمہ کرتے وقت اس ترتیب کا لحاظ ضروری ہے اس لئے نمبر وار اس ترتیب کو درج کیا جاتا ہے:۔

| نمبر ترتیب جمعی | سورتوں کے نام | نازل ہونے کی جگہ | نمبر ترتیب جمعی | سورتوں کے نام | نازل ہونے کی جگہ | نمبر ترتیب جمعی | سورتوں کے نام | نازل ہونے کی جگہ | نمبر ترتیب جمعی | سورتوں کے نام | نازل ہونے کی جگہ |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | سورۃ الفاتحہ | مدنی | ۱۴ | سورۃ ابراہیم | مکی | ۲۷ | سورۃ النمل | مکی | ۴۰ | سورۃ المومن | مکی |
| ۲ | " بقرہ | " | ۱۵ | " الحجر | " | ۲۸ | " القصص | " | ۴۱ | " حٰم السجدہ | " |
| ۳ | " آل عمران | " | ۱۶ | " النحل | " | ۲۹ | " العنکبوت | " | ۴۲ | " الشوریٰ | " |
| ۴ | " النساء | " | ۱۷ | " بنی اسرائیل | " | ۳۰ | " الروم | " | ۴۳ | " الزخرف | " |
| ۵ | " المائدہ | " | ۱۸ | " الکہف | " | ۳۱ | " لقمان | " | ۴۴ | " الدخان | " |
| ۶ | " الانعام | مکی | ۱۹ | " مریم | " | ۳۲ | " السجدہ | " | ۴۵ | " الجاثیہ | " |
| ۷ | " الاعراف | " | ۲۰ | " طٰہٰ | " | ۳۳ | " الاحزاب | مدنی | ۴۶ | " الاحقاف | " |
| ۸ | " الانفال | مدنی | ۲۱ | " الانبیاء | " | ۳۴ | " سبا | مکی | ۴۷ | " محمد صلی اللہ علیہ وسلم | " |
| ۹ | " توبہ | " | ۲۲ | " الحج | مدنی | ۳۵ | " فاطر | " | ۴۸ | " الفتح | " |
| ۱۰ | " یونس | مکی | ۲۳ | " المومنون | مکی | ۳۶ | " یٰسٓ | " | ۴۹ | " الحجرات | مدنی |
| ۱۱ | " ہود | " | ۲۴ | " النور | مدنی | ۳۷ | " الصّٰفّٰت | " | ۵۰ | " قٓ | مکی |
| ۱۲ | " یوسف | " | ۲۵ | " الفرقان | مکی | ۳۸ | " صٓ | " | ۵۱ | " الذاریات | " |
| ۱۳ | " رعد | مدنی | ۲۶ | " الشعراء | " | ۳۹ | " الزمر | " | ۵۲ | " الطور | " |

Marfat.com

| | | | | | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ٥٣ | سورۃ النجم | مکی | ٦٩ | سورۃ الحاقۃ | مکی | ٨٥ | سورۃ البروج | مکی | ١٠١ | سورۃ القارعہ | مکی |
| ٥٤ | " القمر | " | ٧٠ | " المعارج | " | ٨٦ | " الطارق | " | ١٠٢ | " التکاثر | " |
| ٥٥ | " الرحمٰن | " | ٧١ | " نوح ؑ | " | ٨٧ | " الاعلیٰ | " | ١٠٣ | " العصر | " |
| ٥٦ | " الواقعہ | " | ٧٢ | " الجن | " | ٨٨ | " الغاشیہ | " | ١٠٤ | " الھمزہ | " |
| ٥٧ | " الحدید | مدنی | ٧٣ | " المزمل | " | ٨٩ | " الفجر | " | ١٠٥ | " الفیل | " |
| ٥٨ | " المجادلۃ | " | ٧٤ | " المدثر | " | ٩٠ | " البلد | " | ١٠٦ | " قریش | " |
| ٥٩ | " الحشر | " | ٧٥ | " القیامۃ | " | ٩١ | " الشمس | " | ١٠٧ | " الماعون | " |
| ٦٠ | " الممتحنہ | " | ٧٦ | " الدھر | مدنی | ٩٢ | " اللیل | " | ١٠٨ | " الکوثر | " |
| ٦١ | " الصف | " | ٧٧ | " المرسلٰت | مکی | ٩٣ | " الضحیٰ | " | ١٠٩ | " الکافرون | " |
| ٦٢ | " الجمعہ | " | ٧٨ | " النبا | " | ٩٤ | " الم نشرح | " | ١١٠ | " النصر | مدنی |
| ٦٣ | " المنٰفقون | " | ٧٩ | " النٰزعٰت | " | ٩٥ | " التین | " | ١١١ | " اللھب | مکی |
| ٦٤ | " التغابن | " | ٨٠ | " عبس | " | ٩٦ | " العلق | " | ١١٢ | " الاخلاص | " |
| ٦٥ | " الطلاق | " | ٨١ | " التکویر | " | ٩٧ | " القدر | " | ١١٣ | " الفلق | " |
| ٦٦ | " التحریم | " | ٨٢ | " الانفطار | " | ٩٨ | " البیّنۃ | مدنی | ١١٤ | " الناس | " |
| ٦٧ | " الملک | مکی | ٨٣ | " المطففین | " | ٩٩ | " الزلزال | " | | | |
| ٦٨ | " القلم | " | ٨٤ | " الانشقاق | " | ١٠٠ | " العٰدیٰت | مکی | | | |

فائدہ :۔ یہ ترتیب اسلام کے دورِ اول سے لے کر آج تک باتفاق جمیع اہلِ اسلام منقول ہے اب اگر اس میں کسی نے ردو بدل کیا تو اس کو مجرم سمجھا جائے گا۔

Marfat.com

# فہرست ترتیب سورتہائے قرآن مجید باعتبار نزول

چونکہ ترجمۃ القرآن اور اس کی صحیح تفسیر کے لئے جس طرح مکی مدنی کا جاننا ضروری ہے اسی طرح ترتیب نزول کا جاننا بھی ضروری ہے اس قاعدہ کی تشریح آجائے گی۔ ان شاء اللہ

| نمبر شمار | نام سورت | نمبر شمار | نام سورت | نمبر شمار | نام سورت | نمبر شمار | نام سورت | نمبر شمار | نام سورت |
|---|---|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | العلق | ۱۸ | الفیل | ۳۵ | الاعراف | ۵۲ | والصافات | ۶۸ | ابراھیم |
| ۲ | نٓ والقلم | ۱۹ | اخلاص | ۳۶ | الجن | ۵۳ | لقمان | ۶۹ | الانبیاء |
| ۳ | المزمل | ۲۰ | والنجم | ۳۷ | یٰس | ۵۴ | سباء | ۷۰ | المومنون |
| ۴ | المدثر | ۲۱ | عبس | ۳۸ | الفرقان | ۵۵ | الزمر | ۷۱ | تنزیل السجدہ |
| ۵ | اللھب | ۲۲ | القدر | ۳۹ | فاطر | ۵۶ | المومن | ۷۲ | الطور |
| ۶ | التکویر | ۲۳ | البروج | ۴۰ | مریم | ۵۷ | السجدہ | ۷۳ | الملک |
| ۷ | الاعلیٰ | ۲۴ | والتین | ۴۱ | طٰہ | ۵۸ | حٰمٓ عٓسٓقٓ | ۷۴ | الحاقہ |
| ۸ | واللیل | ۲۵ | القریش | ۴۲ | الواقعہ | ۵۹ | الزخرف | ۷۵ | المعارج |
| ۹ | والفجر | ۲۶ | القارعہ | ۴۳ | الشعراء | ۶۰ | الدخان | ۷۶ | النباء |
| ۱۰ | والضحیٰ | ۲۷ | القیامہ | ۴۴ | النمل | ۶۱ | الجاثیہ | ۷۷ | النازعات |
| ۱۱ | الم نشرح | ۲۸ | الھمزہ | ۴۵ | القصص | ۶۲ | الاحقاف | ۷۸ | اذا السماء انفطرت |
| ۱۲ | والعصر | ۲۹ | المرسلات | ۴۶ | بنی اسرائیل | ۶۳ | الذاریات | ۷۹ | اذا السماء انشقت |
| ۱۳ | والعادیات | ۳۰ | قٓ | ۴۷ | یونس | ۶۴ | الغاشیہ | ۸۰ | الروم |
| ۱۴ | الکوثر | ۳۱ | البلد | ۴۸ | ہود | ۶۵ | الکہف | ۸۱ | العنکبوت |
| ۱۵ | التکاثر | ۳۲ | الطارق | ۴۹ | یوسف | ۶۶ | النحل | ۸۲ | التطفیف |
| ۱۶ | الماعون | ۳۳ | القمر | ۵۰ | الحجر | ۶۷ | نوح | ٭ | ٭ ٭ |
| ۱۷ | الکافرون | ۳۴ | صٓ | ۵۱ | الانعام | ٭ | ٭ | ٭ | ٭ ٭ |

Marfat.com

# مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی سورتیں مندرجہ ذیل ہیں

| نمبر شمار | نام سورت | نمبر شمار | نام سورت | نمبر شمار | نام سورت | نمبر شمار | نام سورت |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | بقرہ | ۹ | محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) | ۱۷ | الناس | ۲۵ | الصف |
| ۲ | الانفال | ۱۰ | الرعد | ۱۸ | النصر | ۲۶ | الجمعہ |
| ۳ | آل عمران | ۱۱ | الرحمٰن | ۱۹ | النور | ۲۷ | التغابن |
| ۴ | الاحزاب | ۱۲ | الدھر | ۲۰ | الحج | ۲۸ | الفتح |
| ۵ | الممتحنہ | ۱۳ | الطلاق | ۲۱ | المنفقون | ۲۹ | التوبہ |
| ۶ | النساء | ۱۴ | البینہ | ۲۲ | المجادلہ | ۳۰ | المائدہ |
| ۷ | الزلزال | ۱۵ | الحشر | ۲۳ | الحجرات | ۳۱ | الشوریٰ |
| ۸ | الحدید | ۱۶ | الفلق | ۲۴ | التحریم | ☆ | ☆ ☆ |

**فائدہ (۱)** حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں مکہ مکرمہ میں سب سے آخری جو سورۃ نازل ہوئی ہے وہ سورۃ العنکبوت ہے اور عطاء اور ضحاک کا قول ہے کہ سورہ المومنون ہے اور مجاہد مفسر نے کہا سورۃ التطفیف ہے۔ (خازن ج ۱ ص۸)

**فائدہ (۲)** مفسر القرآن ابو بکر غرناطی ابن عطیہ وفات ۵۴۳ھ نے کہا ہے۔ "ابو سہل مفسر کا قول ہے کہ میرے ہاں ان احادیث کی بڑی کثرت ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی سب سے پہلے جو سورت نازل ہوئی وہ فاتحہ ہے اسی لئے اس کا نام فاتحہ اور ام الکتٰب مشہور چلا آتا ہے۔

(مقدمتان فی علوم القرآن ص۱۳)

مفسر القرآن علامہ نسفی م ۷۱۰ھ نے فرمایا ہے۔ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کا نزول

Marfat.com

حوالے مکمل ... درج ... تفسیر کا نام ...



دو دفعہ ہوا ایک دفعہ تو مکہ میں جب نماز فرض ہوئی اور دوسری بار مدینہ منورہ میں جب کہ قبلہ کی تحویل ہوئی۔ (تفسیر مدارک)

**فائدہ** - بعض علماء کا قول ہے کہ المائدہ الشوریٰ سے پہلے نازل ہوئی اور بعض کا یہ قول ہے کہ المائدہ سب سے آخر مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اور یہ اکثر علماء تفسیر کا قول ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ (مقدمہ خازن)

اِن کے سوا باقی سب سورتیں مکی ہیں۔ واللہ اعلم

Marfat.com

# الفاظِ قرآنی کی تقسیم باعتبار معنٰی و مُراد

کلمات قرآنی کے اقسام کا سمجھنا مفسر اور مترجم کے لئے ضروری ہے اس اعتبار سے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس میں کسی قسم کی ترمیم یا تحریف کا حق کسی کو حاصل نہیں۔ الفاظ اور معانی کی تمام خوبیاں باحسن وجوہ صرف قرآن مجید ہی میں موجود ہیں۔ سارا قرآن محکم ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:۔

کتٰب احکمت ایاتہ ثم فصلت من لدن حکیم علیم (ہود پ۱۱) یہ ایسی کتاب ہے جس کی آئیتیں ثابت کی گئی پھر جدا کی گئی ہیں علم و حکمت والے کی طرف سے!

لیکن معنٰی اور مراد کے متعین کرنے میں کلمات قرآنی کی تین قسمیں کی گئی ہیں۔ محکمات۔ متشابہات۔ حروف مقطعات۔ اسی کو یوں ارشاد فرمایا:۔

ھو الذی انزل علیك الکتب منه ایات محکمات ھن ام الکتب واخر متشابھات (آل عمران ۱) ترجمہ: وہی ہے جس نے اتاری آپ پر کتاب اس کی بعض آئتیں محکم ہیں جو جڑ ہیں کتاب کی اور کچھ متشابہ ہیں۔

۱۔ محکمات کی تعریف اور تشریح یوں سمجھ لی جائے کہ وہ ارشادات قرآنیہ جن کے معانی اور مراد کو بلا کسی اشتباہ کے سمجھ لیا جا سکے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:۔

ولا تقربوا الزنا (بنی اسرائیل ۳۲) ترجمہ:۔ اور زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔

اس ارشاد قرآنی میں ایک خاص جرم سے روکا گیا جس کو زنا کہا جاتا ہے اس کو ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ اس کا معنٰی اور مراد کیا ہے اسی طرح فرمایا:۔

اعدلوا ھو اقرب للتقوٰی (المائدہ) عدل کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔

اس ارشاد میں عدل کا حکم دیا گیا عدل و انصاف کا معنٰی اور تشریح کسی قسم کا اشتباہ پیدا نہیں کرتا بلکہ اس کو ہر ایک جانتا اور سمجھتا ہے۔ محکمات کے الفاظ معانی اور مراد پر کامل طریقہ سے ایمان لانا ضروری ہے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان الفاظ کے معانی کسی اور طرز اور طریقہ پر کرے۔

Marfat.com

۲۔ **متشابہات** ۔ یہ کلمہ اشتباہ سے مشتق ہے یعنی وہ چند چیزیں جن کا چہرہ مہرہ اس قدر ملتا جلتا ہو کہ ان میں تمیز کرنا مشکل ہو جائے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم (الفتح ۱۰) | ترجمہ بے شک جو آپ کی بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی کی بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر۔ |

اس ارشادِ عالی میں لفظ ید اللہ کا معنیٰ تو سمجھ میں آتا ہے کہ اس کا معنی اللہ کا ہاتھ۔ مگر اس کی صحیح تعبیر کیا ہے کیا واقعی اللہ تعالیٰ کا ہاتھ موجود ہے اور وہ کیسا ہے وغیرہا سوالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ مگر اس کی تفصیل اور تشریح دنیا کا کوئی انسان اس لئے نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنا ارشاد گرامی ہے:۔

**لیس کمثلہ شئ** (ترجمہ) اس جیسی کوئی بھی شے نہیں۔

جس ذات کی مثل ہی نہ ہو اس کے بارے میں سوائے ایمان بالالفاظ کے اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

اس لئے راسخ فی العلم مسلمانوں کا یہ فریضہ قرآن مجید نے قرار دیا کہ وہ صرف اعلان ایمان اور اظہار تصدیق کرتے ہیں۔ **متشابہات** کا کوئی معنیٰ مراد متعین نہیں کرتے ارشاد فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| والراسخون فی العلم یقولون آمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب۔ آل عمران ۷ | (ترجمہ) اور علم میں پختہ لوگ یہ کہتے ہیں ہم اس پر (بھی) ایمان لائے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہے اور نصیحت تو عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں۔ |

لیکن جو لوگ امت میں فتنہ اندازی کرتے ہیں۔ وہ محکمات پر عمل نہیں کرتے البتہ متشابہات کی تشریح اور تفسیر کرتے ہیں اور اس سے بھی ان کا مقصد اصلاح اور قرآن مجید کا سمجھنا نہیں ہوتا بلکہ حسبِ ارشادِ قرآنی:۔

| | |
|---|---|
| فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ (آل عمران ۷) | ترجمہ لیکن وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو پیروی کرتے ہیں آیتوں کی جو اس سے متشابہ ہیں فتنہ تلاش کرنے کے لئے اور اس کی تاویل تلاش کرنے کے لئے۔ |

Marfat.com

ایسے فتنہ پرداز ہر زمانے میں گزرے ہیں اب بھی اس دنیا میں بعض ایسے لوگ موجود ہیں جو قرآن مجید کے واضح اور روشن احکام پر تو عمل نہیں کرتے البتہ متشابہات یا فیصلہ شدہ احکام قرآنی میں تحقیق کے نام سے تنقیدیں کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق کے زمانہ میں ایک شخص عبداللہ بن اصبغ مدینہ منورہ آیا۔ اور لوگوں کو متشابہات کے چکر میں ڈالنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس فتنہ انگیز کی شکایت کی۔ تو آپ نے اس کو بلایا اور آتے ہی اس کے سر سے صافہ اتروا کر کھجور کی خاردار ٹہنیوں سے اس کی مرمت کر دی۔ اس نے اعتراف جرم کرتے ہوئے کہا کہ بس میرے دماغ سے وہ کیڑے نکل گئے۔

آپ نے فرمایا کہ ہم نے اپنی جانوں کی قربانیاں دے کر لوگوں کو کفر سے نکالا اور اسلام میں داخل کیا اور تم اپنی شرارتوں سے ان کو اسلام سے بدظن کر رہے ہو خبردار میں تم کو پھر یہاں نہ دیکھوں۔ (قرطبی)

اس لئے جمہور علماء کا یہی فیصلہ ہے کہ متشابہات کا معنیٰ تو کر دیا جائے مگر مراد اور مصداق کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ یہی فیصلہ علماء سلف اور علماء خلف کا ہے۔ اگرچہ بعض علماء تفسیر نے متشابہات کو محکمات کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی اور یہ کوشش بہتر ہے۔ اس طرز فکر پر مفسرین نے مستقل طور پر بھی لکھا ہے محمد بن احمد بن لبان مصری ف ۷۴۹ھ نے اس پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ لکھا ہے۔ مگر تاہم سلف کا قول ہی زیادہ بہتر اور صحیح ہے۔ آخر جن امور کی تشریح اور تفصیل انسانی ذہن اور فکر سے بعید ہے اس میں بحث سے کیا فائدہ؟

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعہا (بقرہ ۲۸۶) اللہ کسی بھی جی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا

خواہ مخواہ تاویلات رکیکہ اور بعید از ایمان و یقین معانی کو پیدا کرنا کونسی عقلمندی ہے۔ صفات باری تعالیٰ کی تحقیق اور تشریح سے روکتے ہوئے امام غزالی نے فرمایا ؎

من انت و لم تدر ... انت لا تعرف ایاك و کیف الوصول
هل تراها او تری کیف تجول ... این منك الروح فی جوهرها
لا و لا تدری متی عنك تزول ... وکذا الانفاس هل تحصرها

Marfat.com

این منك العقل والفهم اذا　　غلب النوم فقل لی یا جهول

انت اکل الخبز لا تعرفه　　کیف یجری منك ام کیف تبول

جل ذاتا وصفاتا وعلی　　وتعالی ربنا عما نقول

(مشارق الانوار ص۲۷)

خلاصہ مطلب اشعار بالا جب کہ انسان کو اپنے روح کا علم نہیں۔ حالانکہ وہ رات دن بدن کے ساتھ چمٹا اور رگ و ریشہ میں گھسا ہوا ہے انسان کو اپنے سانس پر اقتدار اور اختیار نہیں وہ نیند میں تمام جہاں سے بے خبر ہو جاتا ہے وہ خود اپنے ہاتھ سے ایک چیز کھاتا پیتا ہے مگر اس کے انجام سے بے خبر ہے تو ایسا مفلس اور معذور انسان بھلا کس طرح ذات وصفات خداوندی میں بحث کر سکتا ہے؟

۳۔ **حروف مقطعات** ۔ یہ وہ حروف ہیں جو بعض سورتوں کے شروع میں آتے ہیں انکو علیحدہ علیحدہ کاٹ کر پڑھا جاتا ہے اس لئے ان کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ لکھنے میں تو آلم ہے مگر پڑھنے میں علیحدہ علیحدہ کرکے پڑھا جاتا ہے۔ الف، لام، میم کر کے پڑھا جاتا ہے اسی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا۔ الف حرف۔ لام حرف۔ میم حرف۔ ان حروف کے متعلق علماء امت کا فیصلہ ہے کہ ان پر ایمان لانا تو ضروری ہے مگر ان میں بحث کرنا کہ ان کا معنی کیا ہے اور ان کی مراد کیا ہے یہ درست نہیں۔ یہ چودہ کلمات ہیں جن میں سے تین تو ایک ایک حرف پر مشتمل ہیں اور باقی مرکبات ہیں۔

الٓمٓ۔ الٓرٰ۔ الٓمٓرٰ۔ الٓمٓصٓ۔ حٰمٓ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ۔ حٰمٓ عٓسٓقٓ۔ طٰہٰ۔ یٰسٓ۔

صٓ۔ قٓ۔ نٓ۔ طٰسٓمٓ۔ (ف) طٰہٰ کا معنی بعض علما نے یا رجل اور یٰسٓ کا معنی یا سید بھی کیا ہے

بعض علماء تفسیر بطور تاویل کے مندرجہ ذیل معانی بھی فرماتے ہیں:۔

۱۔ سیبویہ اور خلیل نحوی اور اکثر متکلمین کا قول ہے کہ یہ حروف سورتوں کے نام ہیں جیسا کہ یٰسٓ نام ہے

۲۔ مفسر قتادہ اور کلبی نے کہا ہے یہ قرآن مجید کے نام ہیں۔

۳۔ مفسر سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء ہیں جیسا کہ الرٰ حمٓ نٓ سے الرحمٰن بن گیا

Marfat.com

۴۔ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ یہ حروف اسماء الٰہیہ کے اشارات اور رموز ہیں جیسا کہ الم میں الف سے مراد اللہ۔ لام سے مراد لطیف اور م سے مالک ہے۔

۵۔ بعض کا قول ہے کہ یہ اسماء صفات کا اشارہ ہیں جیسا کہ فرمایا الم سے مراد انا اللہ اعلم ہے۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کے لئے اشارات ہیں۔

۷۔ یہ پورے جملے کے اشارات ہیں جیسا کہ الم سے مراد اللہ تعالیٰ نے بواسطہ جبریل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن مجید نازل فرمایا۔

۸۔ ان میں ہر ایک حرف اقوام عالم کے مقررہ عمر کی طرف اشارہ ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال ہیں ابن سینا (ف ۴۲۷ھ) نے حروف مقطعات کی تفصیل اور معنیٰ مراد پر مستقل علیحدہ رسالہ لکھا ہے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ متشابہات کے معارف اور معانی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت میں سے اولیاء کرام سمجھ سکتے ہیں مولانا عبید اللہ سندھی نے اسی موضوع پر ایک علیحدہ رسالہ لکھا ہے مگر مشہور قول یہی ہے کہ ان کے معانی مراد کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

**سوال**۔ جب ان کے معانی اور مراد انسانوں کی سمجھ سے بالاتر ہے تو پھر قرآن مجید میں ان کے نازل کرنے کی حکمت کیا ہے قرآن مجید تو ہدایت ہے اور جس کلمہ کا معنیٰ مراد سمجھ میں نہ آئے اس سے کیا ہدایت حاصل ہو سکے گی۔

**جواب**۔ (۱) مشہور مفسر اور عالم عربیت مبرد نحوی اور اکثر محققین نے فرمایا کہ یہ حروف عربوں کے لئے بطور صداقت ایک اعلان ہیں کہ اگر تمہارے خیال کے مطابق قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں تو تم ان حروف کے معانی بتا دو۔ یا اسی طرح کے حروف بنا کر پیش کر دو۔

(۲) اطاعت اور تصدیق اسی کا نام ہے کہ جن کلمات کے معنیٰ مراد سمجھ میں نہیں آتے مگر پھر بھی ان کو اللہ تعالیٰ کا کلام یقین کیا جاتا ہے اس لئے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حروف اور کلمات بھی کلام اللہ ہیں۔ یہ تو عین اطاعت اور کمال فرماں برداری ہے (شیخ زادہ ج ا ص ۶۴)

Marfat.com

۲۔ یہ جواب زیادہ صحیح اور قابلِ فہم ہے۔ اس کو سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلی جائے کہ حروفِ مقطعات جس سورۃ میں آئے ہیں وہ سورتوں کی ابتدا ہی میں ہیں وسط یا انتہا میں نہیں ان سے ایک خاص اشارہ فرمایا وہ یہ ہے کہ جن سورتوں میں کچھ ایسے ارشادات، واقعات، احکام اور عقائد کا ذکر ہے جو انسانی فہم سے بالاتر ہیں ان کے شروع میں حروف **مقطعات** لاکر اشارہ فرما دیا کہ جس طرح ان حروف کے معانی مراد نہ جاننے کے باوجود تمہارا ان پر ایمان ہے کہ یہ حروف کلام اللہ کا حصہ ہیں اسی طرح ان سورتوں میں آنے والی بعض باتیں تمہاری ناقص فہم میں شاید نہ آسکیں لیکن پھر بھی ان پر یقین اور ایمان لانا ضروری ہوگا جیسا کہ سورہ **بقرہ** کے شروع میں الٓمٓ آیا اور دوسری ہی آیت میں **یومنون بالغیب** کا ارشاد فرمایا۔ سورہ بقرہ میں حیات بعد الموت اور دوسرے عقائد اور بعض واقعات کا ذکر ہے جن کا تعلق یقین کے ساتھ ہے۔ سورہ آلِ عمران کو بھی الٓمٓ سے شروع فرمایا اور پھر اسی سورۃ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا بن باپ کا پیدا کرنا آسمان پر اٹھایا جانا بیان فرمایا۔ علیٰ ہذا القیاس حروف مقطعات سے شروع ہونے والی سورتوں میں یہی طرزِ تفسیر زیادہ قابلِ فہم ہے۔

**فائدہ**۔ جو کلمات اور ارشادات محکمات ہیں ان کے معانی مراد تین قسم پر ہیں۔

ایک قسم ان کلمات کی ہے جن کے معانی شریعت نے مقرر فرمائے ان میں لغت کا کوئی دخل نہ ہوگا جیسا کہ **الصلوٰۃ** کا معنی نماز ہے جس کا طریقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اس میں لغت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ اور یہی حکم سب عبادات کا ہے۔

دوسری قسم ان کلمات کی ہے جن کا معنی لغت پر موقوف ہے عرف اور شرع کا اس سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ لفظ **الشمس** کا معنی سورج یہ باعتبار لغت لیا گیا اور یہی معتبر ہے۔

تیسری قسم وہ کلمات ہیں جن کا تعلق **عرف** کے ساتھ ہے جیسا کہ لفظ **معروف** سے مراد ہر وہ صحیح ہوگا جس کو عرفِ شرع میں معروف سمجھا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

Marfat.com

# ربط و مناسبت

ہر متکلم کے کلام میں ایک ربط اور ایک مناسبت ہوتی ہے ربط و مناسبت کے بغیر کلام ادھورا اور بے فائدہ رہتا ہے تو پھر اس علیم اور خبیر خداوند قدوس کا کلام کس طرح بے ربط ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب قرآن مجید نے پہلے مخاطبوں کے لئے صداقت قرآنی کی دلیل پیش فرمائی تو اس میں یہی فرمایا کہ اس قرآن مجید کی سورتوں جیسی ایک سورت بنا کر لے آؤ مگر وہ نہ تو بنا سکے اور نہ ہی کوئی لفظی اور معنوی اعتراض کیا بلکہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان نور افشاں سے قرآن مجید کے اثر انگیز کلمات کو جادو کے ساتھ تعبیر کیا۔ اس لئے اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ قرآن مجید کی جمع اور ترتیب بامر خداوندی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے جیساکہ ارشاد قرآنی ہے۔

لا تحرك به لسانك لتعجل به ٥ ان علينا جمعه وقرآنه (القیامۃ ۱۶، ۱۷)

ترجمہ: آپ نہ ہلائیں اپنی زبان اس کے ساتھ جلدی کرتے ہوئے بے شک ہم پر ہے اس کا اکٹھا کرنا اور اس کا پڑھنا

جمع کرنا تو ترتیب ہی سے ہو سکتا ہے اور ترتیب میں ربط اور مناسبت کا لحاظ ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مکی سورتوں میں کچھ آیات مدنی بھی ہیں۔ اور بعض مدنی سورتوں میں کچھ آیات مکی بھی ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیات کو اپنے اپنے مقام پر لکھوا دیا کرتے تھے اب امت میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اس ترتیب میں رد و بدل کرے۔ ارشاد فرمایا:۔

وبالحق انزلناه وبالحق نزل وما ارسلناك الا مبشرا ونذيرا ٥ وقرانا فرقناه لتقراه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا ٥ بنی اسرائیل (۱۰۴ - ۱۰۵)

ترجمہ: اور صحیح صحیح ہم نے اس (قرآن) کو اتارا اور صحیح دین لے کے ہم نے آپ کو خوشی سنانے اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا اس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا نازل کیا تاکہ آپ لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو خاص طریقہ پر اتارا

علمائے تفسیر ربط و مناسبت پر اپنی اپنی مرتبہ تفاسیر میں اور علیحدہ بھی اسی موضوع پر کتابیں

Marfat.com

تصنیف فرمائی ہیں جن میں سے زیادہ جامع اور مفید تفسیر بقاعی ہے جو تیس جلدوں میں ہے اور مطبوعہ ہے اگرچہ نایاب ہے۔ ویسے دوسرے علماء تفسیر نے بھی ادھر توجہ فرمائی ہے۔ تفسیر بیضاوی کی شرح شیخ زادہ بھی اس موضوع میں اچھی راہ نما ہے۔

ربط و مناسبت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں جن کا ترجمہ اور تفسیر میں لحاظ کرنا ضروری ہے۔

۱۔ ہر سورت کی ابتداء اور اس کی انتہاء میں مناسبت۔ جیسا کہ سورہ بقرہ کے شروع میں بھی فرمایا یومنون بالغیب اس سے مراد وہ عقائد ہیں جو انسانی فہم و ادراک سے بالاتر ہیں۔ اور سورہ بقرہ کے آخر میں بھی اسلامی عقائد کل آمن باللہ و ملائکتہ الایات فرمایا۔ اللہ تعالیٰ پر اور فرشتوں رسولوں پر ایمان تو ایمان بالغیب ہی ہے۔

۲۔ پہلی سورت کے خاتمہ اور دوسری سورت کے شروع میں مناسبت ہوگی۔ سورہ بقرہ کے آخر میں مطیع اور فرماں برداروں کی نشانی بیان فرمائی کہ وہ کہتے ہیں سمعنا و اطعنا سورہ آل عمران کے شروع میں فرمایا کچھ لوگ آیات خداوندی کے منکر ہیں فرمایا۔ ان الذین کفروا بایات اللہ لھم عذاب شدید واللہ عزیز ذو انتقام

اسی طرح ہر دو آیات میں بلکہ ہر آیت کے پہلے اور دوسرے کلمے ہیں علیٰ ہذا القیاس جملہ حروف اور کلمات میں ربط و مناسبت موجود ہے جس کا ترجمہ اور تفسیر میں سمجھنا نہایت ضروری ہے البتہ یہ بات بھی درست ہے کہ کچھ ربط و مناسبت ایسی ہے کہ آسانی سے ہر انسان سمجھ لیتا ہے اور کچھ ایسی ہے کہ ذرا غور و فکر کی ضرورت ہے اور بعض دفعہ زیادہ غور و فکر کی ضرورت رہتی ہے اس لئے علماء تفسیر نے ربط اور مناسبت کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ربط جلی۔ ربط خفی۔ ربط اخفی۔ ان تینوں کی تشریح امثلہ قرآنی کے ساتھ کردی جاتی ہے تاکہ فہم قرآن مجید کی راہیں کھل جائیں۔

ربط جلی یعنی واضح اور روشن ربط وہ ہوتا ہے کہ واضح طور پر انسان کو اس کا علم ہو جائے۔ جیسا کہ فرمایا یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر (اعراف) یہ ارشاد قرآنی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وارد ہے ظاہر ہے کہ امر بالمعروف اسی وقت مفید ہو سکتا ہے جب کہ نہی عن المنکر

Marfat.com

بھی ہو۔ ان دونوں حصوں میں ربط کو ربط جلی کہا جا سکتا ہے۔

**ربط خفی** ۔ وہ ربط اور مناسبت جو غور و فکر کرنے پر معلوم ہو سکے جس کے لئے سیاق و سباق اور حکم کی حکمت پر غور کرنا ضروری ہو جیسا کہ فرمایا **اقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ** میں دو حکم ہیں۔ ایک نماز کا اور دوسرا زکوٰۃ کا۔ بظاہر نماز اور زکوٰۃ میں کوئی خاص نسبت نہیں وہ بدنی عبادت اور یہ مالی عبادت لیکن غور و فکر اور نماز کی حکمت سمجھنے کے بعد بات سمجھ میں آجاتی ہے۔ دراصل نمازیں جہاں اور حکمتیں اور برکتیں ہیں وہاں اللہ تعالیٰ پر کامل اعتقاد اور اعتماد اس بات کا ہے کہ وہی پالنے والا ہے وہی ربّ ہے اگر غور کیا جائے تو ایک نمازی صرف فرض اور سنّت نمازیں دن میں کم از کم تین سو بتیس (۳۳۲) دفعہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہے تو ایک ماہ میں پھر ایک سال میں کئی ہزار مرتبہ اقرار ربوبیت کرنے والے مسلمان کو بطور ابتلاء اور امتحان یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اب سال میں صرف ایک دفعہ اپنے مال سے جب کہ وہ نصاب تک پہنچ جائے ۱/۴۰ حصہ اسی اللہ کے نام دے جس کو سارے سال میں ربّ ربّ کہہ کر اقرار ربوبیت کرتا رہا ہے۔ گویا کہ نماز کی مصداق زکوٰۃ ہے اگر زکوٰۃ دی تو معلوم ہوگا اور عام طور پر سب کو پتہ چل جائے گا کہ واقعی یہ نمازی اللہ تعالیٰ کو رب کہنے میں صادق اور سچا ہے ورنہ اس کی بات کا کوئی وزن نہ ہوگا۔ جیسا کہ ایک روایت میں بسند صحیح آیا ہے۔

من اقام الصلوٰۃ ولم یؤد الزکوٰۃ فلا صلوٰۃ له (ترجمہ) جس نے نماز کو قائم کیا مگر زکوٰۃ نہ دی تو اس کی نماز بھی نہ ہوئی۔

اس روایت کو محدث طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(کتاب الاموال لابی عبید ص۳۵۴)

**اخفیٰ** وہ ربط جو بہت زیادہ گہرا ہو اس کو سمجھنے کے لئے کافی غور و فکر کی ضرورت ہو۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

**علامات و بالنجم ھم یھتدون** (النحل ۱۶) اس آیت میں پہاڑوں کے متعلق فرمایا کہ وہ نشانیاں ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ ستاروں سے یہ راہ پاتے ہیں ان دونوں باتوں میں بظاہر

Marfat.com

کوئی مناسبت غور و فکر پر بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ مگر زیادہ فکر اور تدبر سے کام لیا جائے تو پتہ یہ چلتا ہے کہ ان میں ربط و مناسبت معلوم ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ نے فتح الخبیر میں فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ یہاں اپنی اس نعمت کو بیان فرماتے ہیں جو انسانوں کو دور دراز کے سفر میں ان کی سہولت کے لئے عطا فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ دن کے وقت دوسرے شہروں اور دوسرے ملکوں کی طرف راہ نمائی کرنے والے تو پہاڑ ہیں کہ یہ بلند و بالا ہوتے ہیں۔ دن کے مسافر اپنی منزل مقصود کا پتہ لگ جاتا ہے اور وہ اسی سمت چلتا ہے۔ اور رات کے وقت سفر کرنے والے کو خصوصاً ریگستانی اور بحری مسافروں کو اپنے منزل مقصود کا تعین کرنا ستاروں ہی کی مدد سے ہوتا ہے۔ اب ستاروں اور پہاڑوں میں ربط و مناسبت معلوم ہو گئی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چند مثالیں اور بھی پیش کر دی جائیں جن سے تدبر فی القرآن کا ملکہ پیدا ہو جائے۔

۱۔ ارشاد قرآنی ہے کہ عباد الرحمٰن کی ایک صفت یہ بھی ہے۔ ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون سورہ الفرقان آیت ۶۸ اور سورہ بنی اسرائیل آیت ۳۲،۳۳ میں فرمایا۔

اگرچہ قتل نفس اور زنا گناہ ہونے کے اعتبار سے تو دونوں ایک نوع کے افراد ہیں۔ مگر قتل اور زنا دونوں کو اکٹھا فرمانے میں کیا حکمت ہے؟ تدبر فی القرآن کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا بھی قتل نفس ہے زانی اپنا نطفہ غیر محل میں ڈال کر اس نفس کو قتل کرتا ہے جو اس نطفہ سے پیدا ہونے والا ہے اور زانیہ نے بھی اگر استقرار حمل نہ ہونے دیا یا اسقاط حمل کا ارتکاب کر لیا تو وہ بھی قاتلہ بن گئی۔ شاید اسی لئے شادی شدہ زانی کی سزا اسلام میں سنگساری رکھی گئی ہے۔

۲۔ ارشاد قرآنی:۔

| | ترجمہ |
|---|---|
| وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخاً وحجراً محجوراً ۰ وھو الذی خلق من الماء بشراً فجعلہ نسباً وصھراً وکان ربک قدیراً ۰ (الفرقان ۵۳،۵۴) | اور اللہ وہ ہے جس نے ملائے دو دریا یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا اور یہ کھاری ہے چھاتی جلانے والا اور کیا دونوں کے درمیان پردہ اور بند بندھا ہوا ہے۔ اور اسی نے پیدا کیا انسان پس کیا اس کے واسطے رشتہ اور سسرال اور تیرا رب قدرت والا ہے۔ |

Marfat.com

مندرجہ بالا آیات میں سے پہلی آیت میں دو دریاؤں کی روانی اور علیحدہ علیحدہ بہنے کا ذکر فرمایا۔ کہ ایک کا پانی میٹھا اور ایک کا کھاری۔ دریاؤں کا اس قدر کثیر پانی جو اس قدر لطیف بھی ہے نہ ملنے دے تو اسی اللہ تعالیٰ کا اختیار اور قدرت ہے۔ لیکن دوسری آیت میں فرمایا کہ اسی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نسب اور سسرال کا رشتہ قائم کر دیا۔ بظاہر ان دونوں باتوں میں کوئی ربط اور مناسبت معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن غور کیا جائے اور اسم الٰہی قدیر پر تدبر کیا جائے تو بعد سمجھ میں آجائے گا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور اختیار و تصرف کو بیان فرماتے ہیں۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ نہ ملنے دے تو دو دریاؤں کے ہزارہا بلکہ بے مہابا ٹن پانی کو۔ اور جب ملانا چاہے تو دو مختلف پانیوں کے قطرات کو (جن کو نطفہ کہا جاتا ہے) ملا دے اور ان سے اولاد اور سسرال کا رشتہ قائم کر دے انسان بھی تو پانی ہی سے پیدا ہوتا ہے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| فلینظر الانسان مم خلق ۰ خلق من ماءٍ دافقٍ یخرج من بین الصلب والترائب (الطارق ۵،۶،۷) | ترجمہ پس چاہیے کہ دیکھے آدمی کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے پیدا کیا گیا ہے پانی اچھلنے والے سے نکلتا ہے (باپ کی) پیٹھ اور (ماں کی) چھاتیوں سے۔ |
| ۴۔ ارشاد فرمایا:- کل من علیہا فانٍ ۰ ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام ۰ فبای الاءِ ربکما تکذبان (الرحمٰن ایت ۲۶، ۲۷، ۲۸) | ترجمہ جو کوئی اس زمین پر ہے اس نے فنا ہونا ہے تیرے رب کی ذات ہی باقی رہے گی جو عظمت اور عزت والا ہے پس تم دونوں (اے انسانو اور جنوں) اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ |

بظاہر کائنات ارضی کا فنا ہو جانا یہ کوئی نعمت نہیں لیکن جب کافی تدبر اور غور و فکر کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ہر ایک کا فنا ہونا یہ بھی ایک نعمت ہے اگر دنیا میں کسی کو بقا ہوتی تو اس سے اس کے غرور و تکبر میں اس قدر اضافہ رہتا کہ وہ زیردستوں کو چین اور سکھ سے نہ رہنے دیتا اس لئے فرمایا کہ تم کو فنا کرنا یہ بھی میری ایک نعمت ہے کہ مظلوم اور مقہور دل کو اطمینان دے سکتا ہے کہ آخر یہ ظالم کب تک رہے گا یا یوں بھی ہو سکتا ہے کہ موت بھی ایک نعمت ہے۔ اگر موت نہ ہوتی تو یہ کائنات ارضی انسانوں سے بھرپور ہو کر انسانیت کے لئے وبال جان بن جاتی۔ یا انسان کے قویٰ اس قدر

Marfat.com

مضمحل ہوجاتے کہ نہ تو وہ زندگی کو نبھا سکتے اور نہ ہی ختم ہوسکتے۔ (واللہ اعلم)

۴۔ اسی طرح دو سورتوں میں بھی کبھی ربط اخفی ہوتا ہے جیسا کہ سورہ الزلزال کے بعد سورۃ و العدیٰت آتی ہے۔ سورۃ الزلزال فرمایا کہ ذرہ جتنا عمل بھی خیر و شر کا انسان کے خزانہ اعمال میں شمار ہوگا اس پر مثال دی کہ جیسا مجاہدین کے وہ گھوڑے جن پر وہ سوار ہو کر اعلاء کلمۃ اللہ کرتے ہیں وہ گھوڑے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر پسندیدہ ہیں کہ خداوند قدوس نے ان کی قسم کھائی ہے۔

## "قرآن مجید کی تمام سورتوں کے ربط کا خلاصہ"

اگرچہ یہ عنوان کئی بڑی بڑی ضخیم مجلدات کا طالب ہے مگر قرآنیات کے طالب علم کے ذوق کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت ہی اختصار سے اس کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس ربط کے سمجھنے اور سمجھانے میں قرآنی تدبر۔ سیاق و سباق کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اگر عنداللہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور اگر اس میں کچھ سقم اور کمزوری ہے تو اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرماوے۔ آمین

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب جو تمام مسلمانوں کے ہاں مُسلّم ہے اس میں سورہ فاتحہ کو شروع میں جگہ دی گئی اور اس سورہ کا نام ام القرآن، الکتاب بھی ہے اس سورۃ شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا طلب گار ہو اھدنا الصراط المستقیم میں اسی ہدایت کاملہ کی درخواست کرنے کا حکم دیا تو سورہ بقرہ میں جو قرآن مجید کی بڑی سورت ہے اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا۔ ذٰلک الکتٰب لاریب فیہ ھُدًی للمتقین کہ جس ہدایت کے تم طالب ہو وہ ہدایت اسی کتاب میں تم کو ملے گی جس کے ہادی ہونے میں کسی قسم کا شک اور شبہ نہیں۔ ایسا یہ ربط سورہ فاتحہ اور سارے قرآن مجید کے درمیان ہے۔ یہ صراط مستقیم اگرچہ قرآن کے نزول سے پہلے بھی ہر نبی علیہ السلام نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنی قوموں کو بتائی تھی مگر دو قومیں آپ سے پہلے صراط مستقیم کو دیکھ کر بھی گمراہ ہوگئی تھی یعنی یہود و نصاریٰ تو سورہ بقرہ میں یہودیوں کے غلط عقیدے اور ان کی مختصر سی تاریخ ذکر فرمادی اور سورہ آل عمران میں عیسائیوں کے غلط عقیدہ الوہیت مسیح (علیہ السلام) کی تردید کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کی ولادت کا ذکر فرمایا۔ حضرت مریم کے ذکر پر سورہ النساء عورتوں کے

Marfat.com

وہ حقوق بیان فرمائے جو انسانوں نے ان سے چھین رکھے تھے ان کے حقوق ازدواجی حق مہر وغیرہ کے ساتھ نکاح کے لئے حلال اور حرام عورتوں کا ذکر فرمایا۔ نکاح کا تعلق خانگی زندگی سے بہت ہی اہم اور پختہ ہے امور خانہ داری میں سے حرام اور حلال چیزوں کا ذکر ضروری ہے اس کو سورہ المائدہ میں بیان فرمانے کے بعد سورہ الانعام مشرکوں کے اس طرز عمل اور عقیدہ کی تردید فرمائی جو انہوں نے اس عطیہ خداوندی کو غیر اللہ کے لئے بطور نذر کے دینا، اور بعض حلال جانوروں کو حرام اور حرام جانوروں کو حلال بنانے میں اختیار کر رکھا تھا۔ تحریم ما احل اللہ اور تحلیل ما حرم اللہ شیطانی خطرات اور اتباع سے پیدا ہوتی ہے اس لئے انسانوں کو متنبہ کرتے ہوئے سورہ الاعراف میں تخلیق آدم اور شیطانی وساوس کا ذکر کرتے ہوئے قیامت میں مرتب ہونے والی جزا و سزا (جنت۔ دوزخ۔ اعراف) کو بھی ذکر فرمایا مطیع اور فرماں بردار بندے صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بات سنتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ خواہ ان کو جان تک بھی نثار کرنی پڑے سورہ الانفال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی سے دل کا لرز جانا اور آیات خداوندی کا سن کر عمل پیرا ہو جانا بیان فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ یقین اور اعتماد کا کامل تعلق استوار کرنے پر غیر اللہ سے بے نیازی بلکہ غیر اللہ کے پرستاروں کے سامنے اپنے اعتماد اور توکل علی اللہ تعالیٰ پر یقین کا اعلان کرنے اور ان سے بیزاری کا اعلان کرنے کا حکم سورہ توبہ میں فرمایا۔ یہی اعتماد علی اللہ اور توکل علی اللہ انجام کار کامیاب کر دیتا ہے اس کے حکم کے بغیر قدم نہ اٹھایا جائے۔ اس کو سورہ یونس میں ذکر فرمایا۔ اور یہ بات ہمیشہ رہی ہے کہ حزب اللہ اور حزب الشیطان کی ٹکر میں انجام کار اللہ والے کامیاب ہوئے اس کے لئے انبیاء سابقین اور ان کے مخالفین کا باہمی تقابل کرتے ہوئے ان قوموں کی تباہی اور بربادی کو سورہ ہود میں فرمایا۔ اس راہ حق میں تکالیف اور مصائب کا آنا مگر ان کو برداشت کرتے ہوئے بھی ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار کا اعلان کرنا سورہ یوسف میں بیان فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام کی ظاہری بے سروسامانی کے باوجود اس یقین کامل کے ساتھ ان قوموں کا تمسخر اور استہزاء سورہ الرعد میں بیان فرمایا۔ ولقد استھزیٔ برسل من قبلک، اگرچہ ساری ظاہری قوتیں مخالف ہوں حتیٰ کہ ماں باپ سے بھی بیزاری کی نوبت آ جائے جیسا کہ سورہ ابراہیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کو پیش فرمایا اسی کے ساتھ ساتھ

Marfat.com

ایک بدکردار مقابلہ خداوندی میں گستاخ قوم قوم لوط کی تباہی پر ان کھنڈرات کو وانہا لبسبیل مقیم بطور تاریخی اور روشن شہادت کے سورہ الحجر میں بیان فرمایا۔ آخری نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر و تحمل کی تلقین کرتے ہوئے بشارت دی اور مسلمانوں کو بھی سورہ النحل میں فرمایا۔ ان اللہ مع الذین اتقوا الایۃ۔ اور ساتھ ہی یہ بھی تمثیل دی کہ کسی کی تعداد کا کم ہونا یا اس کا چھوٹا ہونا کامیابی کے منافی نہیں۔ آخر شہد کی مکھی جسم میں چھوٹی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کا امتثال کرتے ہوئے سارے دکھوں کا علاج نہیں بلکہ شفا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور روحانی جسمانی تمام امراض کے لئے عطیہ خداوندی شفاء کاملہ وننزل من القرآن ماھو شفاء کا ذکر اسی سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا جس تنذیر پر مشرکوں نے استہزاء کرتے ہوئے بطور استبعاد کے ءاذا کنا عظاما ورفاتا کہا اس کا اس دنیا میں تاریخی شہادت کے ساتھ جواب دیتے ہوئے سورہ الکہف میں اصحاب کہف کا تین سو نو سال بعد دوبارہ زندہ ہو جانا پیش فرمایا۔ سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو بیان فرمایا کہ وہ بلا اسباب بھی جو چاہے کر سکتا ہے حضرت زکریا بوڑھے بیوی بانجھ مگر بیٹا عنایت فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ پیدا فرمایا اس لئے یقین رکھا جائے کہ یہی قدیر خدا دوبارہ زندہ فرمادے گا۔ سورہ طٰہٰ میں صاف فرمادیا منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخری اور وہ دن درست سمجھو موت قیامت کا پہلا زینہ اور پہلی سیڑھی ہے اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون کو سورہ الانبیاء میں فرمایا اور ساتھ ہی اس عقیدہ کی عظمت اور اہمیت بیان فرمادی کہ جملہ انبیاء علیہم السلام نے اس بنیادی مسئلہ کو بیان فرمایا مگر قوم نے تمسخر اور استہزاء کیا نتیجہ کے طور پر حتی جعلناھم حصیدا خامدین فرمایا۔ اس لئے لوگوں کو اس زلزلۃ الساعۃ سے سورہ الحج میں ڈرایا اور ساتھ ہی مطیع اور فرماں برداروں کو حج کو حکم دیا کہ وہ ارکان حج احرام اور وقوف عرفات وغیرہ کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں حج کے علاوہ مسلمانوں پر دوسری عبادتیں بھی فرض ہیں اور ان ہی سے ادا کرنے سے فلاح اور نجات کا مسئلہ سورہ المومنون میں فرمایا۔ فرماں بردار کو شہرک جیسے

Marfat.com

گندے عقیدہ سے کامل احتراز کرنا ضروری ہے جو سراسر بہتان اور افترا ہے جس کو اسی سورۃ کی آیت ۱۱ میں بیان فرمایا جس طرح حقوق اللہ کا ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح مسلمان کے لئے حقوق العباد کا ادا کرنا ضروری ہے جس میں کسی پاک دامن پر بہتان اور افترا اتنا بڑا جرم ہے کہ وہ مسلمان اب قابل اعتماد نہیں رہا ولا تقبلوا لھم شہادۃ ابداً اگر وہ صحیح مجرم ہو تو اس کی سزا بھی اسی سورہ النور میں بیان فرما دی۔ ایسے بداخلاق اور بدکردار لوگوں کا انجام اس دنیا میں بدترین ہوا کرتا ہے سورہ الفرقان میں مطیع اور فرماں برداروں کی فرماں برداری اور نافرمانوں کی نافرمانی سے پیدا شدہ نتائج کو بیان فرمایا۔ مطیع اور فرماں برداروں کے لئے رحمت خداوندی اور نافرمانوں کے لئے عذاب خداوندی کو سورہ الشعراء میں یکجا بیان فرماتے ہوئے بار بار ان ربک لھو العزیز الرحیم کا ارشاد فرمایا۔ اگرچہ شیطان بندے کو مغرور اور سرکش بنائے رکھتا ہے اور اسے دھوکہ کا شکار رکھتا ہے۔ مگر حقیقت ہمیشہ غالب آتی ہے آخر ملکہ سبا کو سلیمان علیہ السلام کے سامنے کس نے ذلیل کر پیش فرمایا۔ سورہ النمل اسی حقیقت کا بیان ہے۔ فرعون کا نعرہ انا ربکم الاعلیٰ کس طرح خاک آلود ہوا سورہ القصص اس کی تشریح فرماتی ہے۔ کفر و شرک عصیان اور نافرمانی کے قلعہ کتنے ہی حسین اور دلفریب نہ ہوں ان کی حقیقت مکڑی کے جالے سے زیادہ نہیں۔ ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت کو سورہ عنکبوت میں فرمایا۔ جو قومیں ہلاک ہوئیں وہ دنیاوی طور پر عقلمند اور صاحب بصیرت تھیں مگر آسمانی ہدایت کا مقابلہ کیا تو مٹ گئیں اب بھی تم دیکھ لو گے کہ سلطنت روم کی شکست پھر فتح اور پھر اس پر اسلام کا غلبہ یہی بتائے گا کہ علم و دانش وہی محبوب اور معتبر ہے جو اپنے رب اور خالق کا مطیع بنائے نہ کہ سرکش بنائے۔ لقمان حکیم اس قدر علم و حکمت کے باوجود اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار رہا اور یہی بات اس نے اپنے بیٹے کو بھی فرمائی سورہ لقمن میں اس کو ذکر فرمایا۔ یہ فکر آخرت اور خشیت الٰہی ہر وقت سورہ الم السجدہ میں مطیع اور فرماں برداروں کی علامت بتائی کہ ان کی رات کا آرام اور سکون اطاعت خداوندی اور اس کے حضور میں سربسجود ہونے میں ہوتا ہے جس قدر زیادہ قرب خداوندی ہو اسی قدر زیادہ انابت اور رجوع الی اللہ

منظوری ہے سورہ الاحزاب میں سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی ازواج مطہرات سے دوٹوک خطاب یا دنیاوی عیش کو اختیار کرو اور یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند کرو۔ لیکن یاد رہے دنیاوی عیش و معاش انسان کی عاقبت تو برباد کرتا ہی ہے اس دنیا میں وہ تماشا گاہ عالم بن جاتی ہے قوم سبا کا حال معلوم کرنے کے لئے سورہ سباء کو پڑھ لیا جائے۔ کہ کس قدر آسودہ اور عیاش قوم تھی مگر آج کھنڈرات مرثیہ خوانی کر رہے ہیں۔ اس لئے دنیاوی جاہ و مال عیش و عشرت پر بھروسہ نہ رکھا جائے ہر حال میں سب سے بے نیاز غنی اور تمام تعریفوں کا مستحق اور ابدی موصوف تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کو سمجھانے کے لئے ہر امت کو اپنے اپنے انبیاء نے سمجھایا اس کو سورۃ الفاطر میں بیان فرمایا۔ اب سب سے آخری نبی جو سب نبیوں کے سردار لیٰس کے مخاطب ہیں اس بات کو سمجھا رہے ہیں اور یہ سب سے آخری اور کامل الہام ربانی ہے خوب غور سے سن لو تم کو ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہوگا جس اللہ تعالیٰ نے شجر اخضر سے آگ نکالی وہ تم کو دوبارہ زندہ کرے گا اور تمہارے سب اعضاء خود تمہارے اعمال کے گواہ ہوں گے۔ آخر تم حشر اجساد کے کیوں منکر ہو؟ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ تم کو کس نے مٹی سے پیدا کیا۔ کیا تم خود پیدا ہوئے یا تمہارا پیدا کرنے والا خداوند قدوس ہے۔ سورۃ والصافات میں حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی اقوام کا حشر دنیاوی طور پر بیان فرمایا اور سب نبیوں کی دارین کی نجات اور کامیابی کا اعلان سلام علی المرسلین کے ذکر اقدس سے فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام کا کردار اور ان کی اطاعت خداوندی اور رب کریم کے سامنے مطیع اور فرماں بردار رہنا ہر حال میں رہتا ہے۔ ظاہری وجاہت اور شان و شوکت ملے تب بھی جیسا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام تھے اور اگر تکلیف اور دکھ ملے تب بھی دربار خداوندی کے پرستار جیسا کہ ایوب علیہ السلام تھے سورہ ص ان پاکیزہ اور برگزیدہ انسانوں کے حالات پر مشتمل ہے۔ ساتھ ہی ص میں ایسے لوگوں کا ذکر بھی فرمایا جو اپنے مالک اور خالق کے مقابلے میں آجاتے ہیں۔ مگر قیامت کے دن ان انبیاء علیہم السلام اور داعیان برحق کی آمد کا اقرار کرتے ہوئے جہنم میں داخل کر دئیے جائیں گے جیسا کہ سورہ زمر میں فرمایا۔

Marfat.com

اگرچہ قوموں نے انبیاء علیہم السلام کی بات قبول نہ کی اور ان کے مقابل رہے مگر اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول علیہم السلام اپنے عقیدہ اور اعتماد پر مستقل مزاجی سے قائم رہے ان منکروں کو قیامت کی سزا کے علاوہ دنیاوی سزا بھی ملی جیساکہ سورہ حٰم السجدہ میں قوم عاد و قوم ثمود کی دنیاوی تباہی اور بربادی کا ذکر فرمایا اور سورۃ الشوریٰ میں مکہ مکرمہ اور قرب وجوار کے کافروں کو متنبہ فرمایا۔ کہ عذاب دنیاوی کو جلدی نہ مانگو بلکہ عذاب خداوندی سے ڈرو اس سورۃ میں ایمان بالغیب کو تفصیل سے بیان فرمایا۔ سورہ الزخرف اس دنیا کی بے ثباتی کو بیان فرمایا کہ جس کے نشے میں قیامت کے فکر سے غافل بن جاتا ہے اسی سورۃ میں قیامت کی علامت یعنی آمدِ عیسیٰ علیہ السلام کو بیان فرمایا اور سورہ الدخان میں قیامت کی دوسری علامات میں بھی بعض کا ذکر فرماکر جنتیوں اور دوزخیوں کی کچھ نعمتوں اور کچھ تکالیف کا ذکر فرمایا سورہ الجاثیہ میں کافروں کے ایک شبہ کو بیان فرمایا کہ وہ یہ کہتے ہیں اگر واقعی انبیاء علیہم السلام جو فرماتے ہیں وہ سچ ہے تو ہمارے مرے ہوئے باپ دادوں کو زندہ کر کے دکھادیں۔ سورہ الاحقاف میں فرمایا۔ کہ یہ سب کچھ ہو جائے گا ذرا صبر اور ہوش سے کام لو عذاب کا لانا اور فوراً دو ٹوک فیصلہ کرنا یہ نبیوں کا کام نہیں۔ بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار ہے جب وہ چاہے کر ڈالے لیکن غور و فکر کرنے سے اس پیغام حق (قرآن) کی صداقت ذہن نشین ہو سکتی ہے آخر جنات جیسی سرکش مخلوق نے بھی جب غور و فکر سے کام لیا تو فوراً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے سورہ محمد میں جس کا دوسرا نام القتال بھی ہے واضح طور پر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم اور اس دین اسلام کے کامل اور کامیاب ہونے کا اعلان فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اگر تم نے اس دین سے منہ موڑا تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے اس دین کو تو باقی رکھنا ہے اس کے لئے دوسری قوم کو کھڑا کردے گا جو ظاہر باطن میں دین کے سچے خادم ہوں گے سورۃ الفتح میں اس فتح کامل کا اعلان بھی کردیا کہ وہ تو فتح مبین ہے جس کا ساری دنیا اقرار کرے گی۔ اس لئے سچے اور آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق دل سے ایمان لاؤ اور ان کی ہر بات کو بلا چون و چرا اور تنقید و ترمیم قبول کرو اس اطاعت اور فرمانبرداری کے آداب سورۃ الحجرات میں بیان فرمائے یہ تو ہو سکتا ہے کہ تمہاری ظاہر بین آنکھیں ایک

بات کو نہ دیکھ سکیں لیکن کمالِ ادب اور انقیاد و اطاعت تو یہ ہے کہ بن دیکھی باتوں پر یقین لاؤ اسی کا نام ایمان بالغیب ہے اس انکار اور اس کے جواب کو سورہ قٓ میں بیان فرمایا اور انبیاء علیہم السلام کے ساتھ استہزا کرنے والوں کا انجام بد اور انبیاء علیہم السلام کے کمالِ ایمان اور یقین کو الذاریات میں بیان فرمایا۔ کہ قوم لوط کس طرح تباہ ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باوجود کبر سنی کے کس طرح اعطاءِ اولاد کی بشارت پر یقین کامل فرمایا۔ دنیاوی عذاب تو چند روزہ ہے مگر ابدی عذاب ابدی ہے اور وہ ضرور آکر رہے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکتی اس کو سورۃ والطور میں بیان فرمایا۔ عذاب و ثواب جزا و سزا یہ سب باتیں اسی وقت قابلِ تسلیم ہو سکتی ہیں جب کہ ان باتوں کے بیان فرمانے والے آقا اور مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو منجانب اللہ مصدقہ سمجھا جائے اس صفتِ رسالت اور منقبتِ نبوت کو سورۃ والنجم میں بیان فرمایا۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر حسی دلائل بھی اس قدر کثرت سے ہیں کہ ان کا شمار ناممکن ہے۔ البتہ چند دلائل اور معجزات ایسے ہیں کہ جن تک انسانی رسائی ناممکن ہے۔ اس معجزہ عظیم شق القمر کو سورہ القمر میں ذکر فرمایا۔ سورہ الرحمٰن میں آپ کی نبوت کاملہ اور شمائلہ جن و انس کو بیان فرماتے ہوئے انسانوں پر اپنی بیکراں نعمتوں کو بیان فرمایا کہ انسان کو چاہئے ایسے عظیم ربّ (پالنے والے) پر ایمان لائے اتنے بڑے محسن اور مربی کی ایک دو نعمت کا انکار بھی خلافِ حکمت اور عبدیت کے خلاف ہے تو اس قدر انعامات و اکرامات کرنے والے رب کی نعمتوں کا انکار کس طرح صحیح سمجھا جا سکتا ہے سورۃ الواقعہ میں انسان کی بے بسی اور عجزِ حقیقی کو بیان فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے نظام ربوبیت سے کرم نوازی نہ فرمائے تو انسان آگ، ہوا، پانی، تک کو اپنے لئے میسر نہیں کر سکتا یہ ساری کائنات اور انسانی ضروریات اسی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے عظیم پروردگار کی عبادت میں سرشار رہے۔ خود بھی اللہ تعالیٰ کا مطیع اور فرماں بردار رہے اور دوسروں کو بھی اسی طراطِ مستقیم پر چلانے کی کوشش کرے انبیاء علیہم السلام اسی مقصدِ عظیم کو لے کر آئے اور جب باطل ان کے مقابلہ میں حد سے بڑھنے لگا تو انہوں نے طاقت کا استعمال بھی کیا جیسا کہ سورہ الحدید

Marfat.com

میں بیان فرمایا جب پہلی امتوں نے انبیا علیہم السلام کی تلقین فرمودہ تعلیم سے منہ موڑ لیا اور خود اپنی طرف سے مسائل گھڑنے شروع کر دئیے تو وہ امتیں ہلاک ہو گئیں اس لئے قرآن نے رہبانیت سے روکتے سورہ المجادلہ میں مسئلہ ظہار کی تردید کرتے ہوئے انبیاء اور رسل علیہم السلام کے اختیار کردہ راہ حق کی کامیابی کو بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق اور اسی کی ذات پر پورا یقین اور اعتماد کفار اور مشرکین اور دوسرے دینی معاندوں اور مقابلوں پر غالب کر دیتا ہے۔ سورہ الحشر میں یہودیوں کی بزدلی اور ان کی شکست اور مسلمانوں کی فتح اور کامرانی کو بیان فرمایا۔ غیر مسلموں سے جہاد کے کچھ شروط اور قواعد ہیں اور کچھ اس کی حدود ہیں۔ ان حدود کو سورۃ الممتحنۃ میں بیان فرمایا سورہ الصف میں جہاد کی فضیلت اور اس امت محمدیہ (صلی اللہ علی صاحبہا السلام والتحیہ) کی کامرانی کو بیان فرماتے ہوئے حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی اس بشارت کو ذکر فرمایا جو آپ نے سید دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرمائی ہے۔ سورہ الجمعۃ آپ کے فضائل اور آپ کی نبوت کاملہ، ختم نبوت کو بیان فرماتے ہوئے مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ دین کی اشاعت جہاد پر موقوف ہے اور مجاہد وہی بن سکتا ہے جو موت سے نہ ڈرے دنیاوی مال و منال کا خواہش مند ان بندشوں میں پڑ کر حقیقی مقصد سے غافل اور بے خبر ہو جاتا ہے۔ سورہ تغابن میں مال اور اولاد کو فتنہ سے تعبیر کرتے ہوئے قیامت کے نقصان عظیم سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ لیکن ہر اولاد اور ہر مال اور نہ ہر بیوی فتنہ ہے بلکہ ان کو صحیح راستے پر چلانے سے یہ رحمت اور برکت بن جاتے ہیں سورہ الطلاق میں عورتوں کے حقوق کو بیان فرمایا حسن معاشرت کے ساتھ اگر نبھا نہ ہو سکے اور نوبت طلاق تک آ پہنچے تو پھر تمہارا اخلاقی فریضہ یہ ہے کہ طلاق بھی شریفانہ طریقہ پر دو۔ مردوں کو بالادستی اور فوقیت تو حاصل ہے مگر اس کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ وہ عورتوں کو مقبول بارگاہ خداوندی نہ سمجھیں بلکہ جس طرح مردوں میں نیک و بد موجود ہیں۔ اسی طرح عورتوں میں بھی ہیں بلکہ بعض اوقات تو عورتیں راہ حق کے لئے بڑی سے بڑی قربانی بھی دے ڈالتی ہیں آخر امراۃ فرعون بھی تو ایک عورت ہی تھی مگر کس طرح راہ حق میں ثابت قدم رہی کہ قتل

Marfat.com

نے اس کو مومنوں کے لئے معیار حقانیت کے طور پر پیش فرمایا یہ بات سورۃ التحریم میں ارشاد فرمائی۔ پہلی سورۃ تحریم میں فرعون کی بیوی کا ایمان لانا اور فرعون کی ناکامی کو بیان فرمایا۔ سورہ الملک میں فرمایا یہ سب بتانا آدری ہیں حقیقی بادشاہ اور ہر چیز پر قادر تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کی شہنشاہی اور حقیقی بادشاہی کی ایک بڑی علامت یہ ہے کہ وہ موت اور حیات کا مالک ہے جسے چاہے زندگی بخشے اور جسے چاہے موت سے دوچار کر ڈالے یہ طاقت کسی میں بھی نہیں اسی مسئلہ کو آسیہ خاتون نے عقیدہ کے طور پر یقین کر لیا تھا اور مجازی شہنشاہی کے تمام ڈراوے اور رعب روندتے ہوئے صابر رہی اور چند روزہ زندگی کو حقیقی دائمی زندگی پر نثار کر دیا آج کے سب متکبر اور مغرور خود بزبان حال اور بزبان قال قیامت کے دن اقرار کریں گے کہ ہم گنہ گار اور سرکش تھے مگر اس وقت کے اقرار سے کیا فائدہ؟ قیامت کا عذاب تو ہو ہی گا ہم تو دنیا میں بھی عذاب لانے پر قادر ہیں اور کبھی کبھی عبرت کے طور پر عذاب لے آتے ہیں جیسا کہ سورۃ القلم میں فرمایا کہ انسانوں کے سب اعمال ہمارے علم میں ہیں اور ہم دنیا میں کبھی کبھی عذاب دے ڈالتے ہیں جیسا کہ اصحب الجنۃ باغ والوں کا قصہ مشہور ہے۔ اسی طرح قوم ثمود اور عاد جیسی زبردست جابر اور وقتی طور پر ترقی یافتہ قوم کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا کہ آج ان کا ایک فرد بھی باقی نہیں جیسا کہ سورہ الحاقۃ میں فرمایا۔ اگرچہ منکر اس عقیدہ پر ایمان اور یقین نہیں رکھتے اسی لئے وہ اس عذاب کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں مگر انبیاء علیہم السلام اسی یقین پر ثابت اور جازم رہے آپ کو بھی اسی کی تلقین کی گئی کہ یہ بات ضروری ہے۔ اس کو سورۃ معارج میں بیان فرمایا۔ اور ان کو سمجھا دیجئے کہ عذاب الٰہی کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی اور نہ ہی عذاب الٰہی کو کوئی قوم برداشت کر سکتی ہے نوح علیہ السلام نے کس قدر صبر اور برداشت سے کام لیا مگر جب اس سرکش قوم پر عذاب آیا تو اس نے بھی ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اس لئے دنیا والوں کو چاہئے کہ وہ عقل و دانش اور تدبر سے کام لیں اور دل کے کان لگا کر اللہ تعالیٰ کی بات سنیں تو سمجھ میں آ جائے گی اور دل قبول کرلے گا آخر جنوں جیسی سرکش قوم نے بھی ایمان لائے بغیر چارہ کار نہ سمجھا اور وہ بھی فامنا بہ پکار اُٹھے

Marfat.com

اس کو سورۃ الجن میں بیان فرمایا۔ جس حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی مخالفت ہے انہی پر جنات جان نثار کرنا فخر سمجھتے تھے۔ اس لئے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ المزمل میں ارشاد فرمایا کہ آپ صبر و تحمل سے کام میں لگے رہیں اللہ تعالیٰ آپ کا حامی اور ناصر ہے۔ رات کی خلوتوں میں زیادہ رجوع الی اللہ کریں میری بات کو ان تک پہنچاتے رہیں۔ ان کی سرزنش اور سزا یہ میرا کام ہے یہی بات سورۃ المدثر میں بیان فرماتے ہوئے سورۃ الدھر میں حشر اجساد اور انسانی طاقت کی بے ثباتی کو بیان فرمایا۔ کہ پانی کی بوند سے سمیع اور بصیر بنانے والا کیا اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر نہیں یقیناً قادر ہے۔ اس لئے جو لوگ خداوند قدوس پر ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے ابدی راحت اور خوش حالی ہے اور جو گستاخ اور نافرمان ہیں وہ قیامت کے دن عذاب جہنم کے مستوجب ہوں گے اور اس وقت اپنی بدبختی کا ماتم کریں گے۔ مگر اس وقت کیا فائدہ ؟ سورت المرسلات میں اس کو بیان فرماتے ہوئے سورۃ النباء میں قیامت کی ہولناکی اور مطیع فرماں بردار بندوں پر الطاف الٰہی کا نزول بیان فرمایا۔ سورۃ والنازعات میں دوسری چند عبرت آموز باتیں کرنے کے ساتھ ہی دنیا کی بے ثباتی کو بیان فرمایا کہ جس دنیاوی عیش و عشرت کے لئے قیامت کے منکر ہیں۔ یہ ساری عیش و لذت قیامت کے دن صرف تھوڑی سی دیر کا منظر اور جلوہ ہوگی سورہ عبس میں آپ کو خطاب فرمایا کہ جو لوگ قیامت سے ڈرنے والے ہیں ان کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہئے۔ اور وہی اس تذکرہ (قرآن عظیم) سے فائدہ حاصل کریں گے۔ انسان کی نافرمانی اور ناقدری کو بیان فرمایا کہ یہ بھی عجیب مخلوق ہے اگر سوچ اور سمجھ سے کام لے اور وہ اپنی روزانہ زندگی کے لیل و نہار کو مشاہدہ کرے تو اس کے ذہن میں بات آسکتی ہے سورۃ التکویر، الانفطار، التطفیف، الانشقاق میں علامات قیامت کو بیان فرمایا۔ سورۃ البروج میں مکذبین کا دنیاوی انجام بد اصحاب الاخدود کی ہلاکت کی شکل میں بیان فرمایا۔ سورۃ الطارق، الاعلیٰ، الغاشیہ میں قیامت کی ہولناکی، اور ہلاکت اور شدۃ عذاب کو بیان فرمایا سورۃ الفجر میں دنیاوی عذاب برائے منکرین، اعمال مفیدہ برائے حسن خاتمہ اعمال بد برائے سوء خاتمہ کو بیان فرماتے ہوئے راہ جنت کی نشاندہی فرمادی۔ سورۃ البلد

Marfat.com

میں عباد اللہ کی کچھ علامات (غلاموں کا آزاد کرنا، مسکینوں کو کھانا کھلانا، اقربا پروری) بیان فرمائیں سورۃ الشمس اللیل میں قیامت ہی کے حالات کو بیان فرمایا۔ ان سب باتوں پر ایمان اور عقیدہ تب پیدا ہو سکتا ہے جب کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عظیم کا اعتراف اور یقین ہو سورۃ والضحیٰ اور الم نشرح میں مقامِ رسالت کو بیان فرمایا۔ اور سورہ والتین میں اس امر کا اعادہ فرمایا اور انسانی شرافت عطیہ خداوندی ہے مگر یہ اسی وقت تک ہے جب تک وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند رہے سورۃ العلق میں آپ کو اپنے فرضِ منصبی ادائے رسالت اور پیغامات خداوندی کا حکم دیتے ہوئے آپ کو بشارت دی کہ ان مجرموں اور منکروں کو ہمارے حوالہ کر دیجئے۔ ان کا ہم انتظام کریں گے۔ سورۃ القدر میں اس پیغام کی عظمت کا بیان ہے جو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس کی عظمت کا کیا ٹھکانا؟ جس رات یہ پیغام اترا وہ رات ایک ہزار مہینوں سے بہتر اور باعظمت و باوقار ہے۔ سورۃ البینہ میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ رفیع اور اور اس کلام کی شانِ عظیم کو بیان فرمایا۔ اس کلام کا ایک بڑا اثر یہ ہے کہ اس کے پڑھنے، سننے، عمل سے خشیتِ خداوندی پیدا ہوتی ہے۔ اور خشیتِ الٰہی ہی سے قیامت کا یقین پیدا ہوتا ہے جس میں ہر عمل قلیل اور عمل کثیر کو بندہ دیکھ لے گا اور اس کو اسی کی سزا اور جزا دی جائے گی۔ عملِ خیر میں مجاہدوں کے گھوڑوں کی ٹاپیں تک شمار ہوں گی جیسا کہ سورۃ والعٰدیٰت میں بیان فرمایا۔ عملِ خیر اور عمل شر کے محاسبہ کے بعد یا تو جنت ملے گی اور یا جہنم رسید ہو گا جس عذاب قیامت اور عذاب قبر کے ساتھ نافرمان اور گستاخ آج ٹھٹھا کرتے ہیں۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے اس عذاب کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ اس کو سورۃ التکاثر میں بیان فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ انسان کی نافرمانی اور سرکشی کی سب سے بڑی وجہ مال کی حرص اور اس کو جمع کرنے کی خواہش ہے حالانکہ زمانہ اس بات پر گواہ ہے کہ انسانی خواہشات کی پیروی کرنے والے دنیا سے مٹ گئے نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم سورۃ العصر میں تاریخی واقعات کو بطور ناقابلِ انکار تردید شہادت کے پیش فرمایا۔ اور سورۃ الھمزہ میں ایسے دنیا پرست خدا کے باغی اور نافرمان انسان کی دنیاوی اور اخروی سزا کا ذکر فرمایا۔ دنیاوی

Marfat.com

سزا میں اصحاب الفیل کا وہ واقعہ ذکر فرمایا جس کو قرآن مجید کے اولین مخاطب اہلِ مکہ جانتے تھے اگر خدانخواستہ بیت اللہ کی بے حرمتی ہو جاتی ابرہہ اس پر قابض ہو جاتا تو قریش کی عزت بھی جاتی رہتی اور معاشی طور پر بھی وہ قلاش ہو جاتے اس لئے ان کو تو بجائے مخالفت کے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور پیروی کرنی چاہیئے شرک پر لات مار کر توحید کے غلام بن جانا چاہیئے۔ اس کو سورۃ قریش میں بیان فرمایا۔ بھوک سے پیٹ بھر جائے تو اس منعم حقیقی کا شکریہ ادا کرو اور اس کی مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک کرو الماعون میں اس کو بیان فرمایا۔ ہر طرح کی قربانی (مالی۔ بدنی) ہی سے انسان کو خیرِ کثیر ملتی ہے۔ جس میں دنیاوی بہتری۔ قرآن مجید کا عطیہ گرامی، حوضِ کوثر سب شامل ہیں اس کو سورۃ الکوثر میں فرمایا۔ اس لئے آپ اپنے ذکر و فکر میں مصروف رہتے ان کافروں سے فرما دیجئے میں تم سے اور تمہارے معبودوں سے ہمیشہ بے زار اور متنفر رہوں گا لکم دینکم ولی دین مگر یاد رکھو عنقریب یہی شہر مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا اور جس شہر میں مجھے تم ٹھہرنے نہیں دیتے اسی شہر میں میرے رحم و کرم کے محتاج ہو کر میرے دامنِ رحمت میں پناہ ڈھونڈو گے اور امن پاؤ گے اسی کو سورہ النصر میں فرمایا اور جو اب مجھے پتھر مارتے ہیں میری بدخواہی کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں یہ ابولہب اور اس کی صلاح کار بیوی دنیا ہی میں واصل جہنم ہوں گے ان کی یہ کثیر اولاد اور مال و دولت عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے گا اب واضح طور پر اعلان فرما دیجئے کہ جس معبودِ حق کی طرف میں بلاتا ہوں اور جس پہ میرا ایمان اور ایقان ہے نہ تو اس کی ذات میں کوئی شریک اور نہ ہی اس کی صفات میں بلکہ وہ تو اپنی ذات و صفات میں احد ہے یہ نامراد دشمن اب بزدلوں کی طرح چھپ چھپا کر حملہ کریں گے جادو اور جنتر منتر سے کام لیں گے مگر ان کی یہ شرارتیں بھی ناکام رہیں گی سورۃ الفلق پڑھا کیجئے اور باطنی وسوسوں سے محفوظ رہنے کے لئے سورۃ الناس کی تلاوت کرتے رہیئے۔ الحمد للہ والشکر للہ۔

## قرآن کریم کی ابتداء اور انتہا میں مناسبت

سورہ فاتحہ میں صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کی دعا سکھائی گئی اور سورہ بقرہ کے شروع

Marfat.com

میں بطور جواب کے فرمایا کہ وہ ہدایت ذالک الکتٰب ہے۔ مگر اس کتاب سے وہی سعید اور خوش بخت فائدہ اٹھا سکیں گے جو ایمان بالغیب کی دولت سے مشرف ہوں گے۔ اس کتاب حکیم میں کچھ حقیقتیں ایسی بھی ہوں گی جو انسانی عقول میں بزودی سمجھ میں نہ آسکیں اس لئے قرآن مجید سے راہ نمائی حاصل کرنے کی اولین شرط یہ ہے کہ ایمان بالغیب ہو۔ مگر جو لوگ اس نور حق کے مخالف ہوں گے وہ آپس میں گٹھ جوڑ کر کے وساوس اور خطرات پیدا کرتے رہیں گے۔ دین کے دشمن کھل کر تو دین کی مخالفت کم کرتے ہیں زیادہ سعی مذموم یہ ہوتی ہے کہ خناسیت کو اختیار کرتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ بظاہر تو اتباع کا اعلان کرتے ہیں مگر دراصل کمین گاہ سے حملہ آور ہوتے ہیں ایسے دشمن سے بچنے کے لئے خداوند قدوس کی پناہ میں آجانا چاہئے شاید اسی مناسبت سے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الناس کو آخر میں رکھا۔ واللہ اعلم

ف۔ یہ ربط جو سارے کلام مجید کا پیش کیا گیا ہے یہ الفاظ قرآنی اور معانی پر غور و فکر کے بعد مرتب کیا گیا ہے یہ اس تدبر فی القرآن کا نتیجہ ہے جو اس طالب کو اللہ تعالیٰ نے بخشا ہے اگر درست ہے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماویں اور اگر اس میں کچھ خامی ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما کر صحیح سمجھ عطا فرماوے۔

**آیاتِ قرآنیہ کا باہمی ربط** ۔ قرآن کریم کی سورتوں میں ربط کی مختصر سی بحث گذر چکی اسی طرح آیات قرآنیہ کا بھی باہمی ربط موجود ہے غور و فکر اور تدبر سے کام لیا جائے تو آیات کا ربط بالکل واضح طور پر سمجھ آجاتا ہے ذیل میں چند مثالیں دی جاتی ہیں۔

۱۔ سورہ بقرہ میں آیت از نمبر ۱۷۶ تا آیت ۲۱۰ بظاہر آپس میں بے ربط معلوم ہوتی ہیں کہیں تحویل قبلہ کا حکم پھر روزے کا اور ساتھ ہی قصاص و حج کا یہ سب احکام علیحدہ علیحدہ نوعیت کے ہیں لیکن اگر تدبر کیا جائے تو ان میں ربط موجود ہے۔ پہلی آیت میں تقویٰ کا اجمالی تعارف کراتے ہوئے فرمایا اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون اب اس تقویٰ کے مختلف شعبے ہیں کچھ حقوق العباد ہیں اور کچھ حقوق اللہ ہیں چنانچہ ان سب کے آخر میں تقویٰ کی نشان دہی فرمائی قصاص کے متعلق فرمایا لعلکم تتقون اور روزہ کے متعلق بھی یہی فرمایا۔ وصیت کے بارے میں

Marfat.com

فرمایا حقا علی المتقین اور حج کے بارے میں فرمایا فان خیر الزاد التقویٰ گھروں کو سیدھے راستے سے آنے کے متعلق فرمایا ولکن البر من اتقیٰ، خلاصہ یہ کہ جب تقویٰ کو موضوع سمجھا جائے تو اب ساری کی ساری آیات اس موضوع پر بالکل صحیح ربط کے ساتھ منطبق ہوجائیں گی۔

۲۔ سورہ بقرہ آیت ۱۵۳ میں صبر کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ان اللہ مع الصابرین اس کے فوراً بعد صفا اور مروہ کو شعائر اللہ سے قرار دیتے ہوئے حج اور عمرہ میں ان کے درمیان سعی کا حکم فرمایا۔ پھر اس کے بعد ما انزل اللہ کو چھپانے والوں کی سزا اور ان کے عذاب کو بیان فرمایا بظاہر یہ سب آیات غیر مربوط ہیں۔ مگر تدبر فی القرآن کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ ان کا باہمی ربط کامل طریقہ پر موجود ہے صابر کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت کس طرح ہوتی ہے اور اس کو اللہ تعالیٰ کس طرح رفیع مقام عطا فرماتے ہیں اس کی مثال حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے صبر سے بیان فرمادی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے ایک مخلص بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ارشاد خداوندکریم کی تعمیل میں صبر اختیار کیا دودھ پیتے بچے کو، جوان سال بیوی کو گھر سے دور وادی غیر ذی زرع میں لاکر چھوڑ دیا۔ پھر بیوی نے کس قدر صبر کیا کہ جو بات اللہ کی طرف سے پہنچی اس پر بصدق دل عمل کیا۔ اس تمام تکلیف اور ابتلاء پر ثابت قدمی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے شعائر میں سے بن گیا (فائدہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا اس لئے حاجیوں کو صفا مروہ کے درمیان سعی کا حکم دیا گیا)

۳۔ سورۃ آل عمران کی آیت ۱۵۵ میں فرمایا کہ غزوہ احد میں کچھ لوگوں کو شیطان نے بہکایا تھا اب اس کی چند صورتیں بیان فرمائیں:۔

الف۔ وہ شہداء کے وارثوں کے دلوں میں یہ شبہ ڈالتے ہیں کہ اگر جہاد کو نہ نکلتے تو نہ مرتے آیت ۱۵۶

ب۔ نبی علیہ السلام کے متعلق بعض کے دلوں میں غلول کا شبہ ڈال دیا آیت ۱۶۱

ج۔ ان کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ آیت ۱۸۱

علی ہذا القیاس کافی آیات میں قدرے مشترک یہ پائی جاتی ہے کہ شیطان کس طرح مسلمانوں کو راہ اطاعت سے بہکانے کی تجویز پیش کرتا ہے۔

Marfat.com

۴۔ سورہ طٰہٰ میں فرمایا الرحمٰن علی العرش استوٰی اس سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ رحمٰن عرش پر اسی طرح جلوہ افروز ہے جس طرح ایک جسم کسی جگہ جلوہ نما ہوتا ہے حالانکہ یہ عقیدہ تو بالکل غلط ہے اس سے خداوند قدوس کا محدود ہونا لازم آجاتا ہے جو محدود ہو تو خدا کیسا؟ بلکہ وہ ہر جگہ موجود وھو بکل شیٔ محیط ہے اس کے فوراً بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس تجلی کو بیان فرمایا جو آپ کو کوہِ طور پر نظر آئی اور اس آگ میں سے یہ آواز آئی انی انا اللّٰہ تو جس طرح وہاں آگ میں خداوند قدیر محدود نہیں اسی طرح عرشِ عظیم پر بھی محدود ہو کر متمکن نہیں۔

خلاصہ یہ کہ آیات کا باہمی ربط کامل وجہ سے موجود ہے اس میں غور و تدبر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

# دوسرے قواعد کا بیان۔ قاعدہ

ہر سورۃ کی ابتدائی چند آیات سورۃ کے مضامین کی طرف اشارہ کرتی ہیں ابتدائی آیات میں تدبر کرنے سے آنے والے مضامین کا خلاصہ اور اس کی جھلک مترجم اور مفسر کے ذہن میں آسکتی ہے جیسا کہ سورۃ آل عمران کی ابتدائی آیات یہ ہیں:۔

الٓمّٓ ۚ اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم ۝ تا ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء لا الہ الا ھو العزیز الحکیم۔ حروف مقطعات کی بحث میں گذر چکا ہے کہ یہ عموماً ان سورتوں کے شروع میں جن میں ایسے واقعات بیان فرمائے جو ناقص عقول تعجب کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہاں بھی یہ کلمات اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس سورۃ میں آنے والے واقعات شاید تمہاری سمجھ میں نہ آسکیں مگر جس طرح تم ان حروف مقطعات کا معنیٰ نہ سمجھنے کے باوجود ان کو کلام الٰہی سمجھتے ہو۔ اسی طرح ان واقعات کو بھی صحیح سمجھو جو تمہاری ناقص سمجھ اور ناقص فہم سے بالاتر ہوں دوسری آیت میں اسم الٰہی الحی القیوم فرمایا۔ اس میں بھی یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ ہمیشہ زندہ رہنا کائنات کو تھامنا یہ صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے کوئی مخلوق جو پہلے نہ ہو پھر پیدا کی جائے

Marfat.com

اور وہ اپنے وجود کی بھی حفاظت نہ کر سکے جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت نہ کرے وہ کس طرح معبود یا شریک معبود ہو سکتی ہے؟ اسی طرح اللہ تعالیٰ الحی ہے پیدا کرنا اسی کی صفت اور اسی کے اختیار میں ہے وہ چاہے تو بلا باپ کے بھی پیدا کرے جیسا کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام کو پیدا فرمایا۔ آگے چل کر اللہ تعالیٰ کی صفت مُصَوِّر کو بیان فرمایا کہ شکلیں بنانے والا تو وہی ہے ماں کے رحم میں بھی اسی کا تصرف چلتا ہے اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو رحم مادر میں بلا باپ کے پیدا فرما دیا تو تمہیں اس میں کیا اعتراض ہے۔ اسی طرح:-

سورۃ النساء کی پہلی آیت میں فرمایا:- یاایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفسٍ واحدۃٍ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالاً کثیراً ونساء واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا○

اس آیت میں تدبر کرنے سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ آنے والی آیات انسان کی دونوں قسموں مرد اور عورت کے حقوق بیان کرتی ہیں۔ اللہ سے ڈرنے کا حکم فرماتے ہوئے فرمایا کہ وہی تمہارا ربّ ہے تمہیں وہی اللہ تعالیٰ پالتا ہے مال اور دولت تمہارا رب نہیں کہ تم غیروں کا مال کھاتے ہو پھر یہ فرمایا کہ اسی اللہ تعالیٰ نے تم سب کو نفسٍ واحدۃ سے پیدا کیا جس طرح مرد اولاد آدم ہونے کی وجہ سے آدمی کہلاتے ہیں اسی طرح عورت بھی اولاد آدم ہونے کی وجہ آدمی ہے پھر دونوں کے حقوق میں اس قدر فرق کہ ایک کا سب کچھ اور ایک کا کچھ بھی نہیں۔ اسی طرح حضرت آدم کی بیوی حوّا علیہا السلام بھی انسانی معاشرہ اور انسانی آبادی کا رکن عظیم ہے۔ تو چاہئے کہ عورتوں کے حقوق بھی ادا کئے جائیں۔ اسی طرح ناتے اور رشتے کا لحاظ دوسرے دنیاوی امور میں رکھا جاتا ہے تو ان کو وراثت میں سے بھی حصہ دیا جائے یتامی کے اموال کو نہ کھایا جائے۔ اسی طرح قرآن مجید کی ہر سورت کے شروع میں غور و تدبر سے بحمدہ تعالیٰ و توفیقہ سورۃ میں آنے والا مضمون سمجھ میں آسکتا ہے۔

## قاعدہ

”سیاق وسباق کا لحاظ رکھنا“ ہر کلام کا آگا پیچھا دیکھ کر ہی اس کا معنیٰ مراد متعین کیا

Marfat.com

جا سکتا ہے کسی بھی کلام کے مقدم اور مؤخر کو خیال نہ کر کے ترجمہ یا معنٰی مراد متعین کر لینا قواعد کلام کے سراسر خلاف ہے۔ مشہور بات ہے کہ قرآن مجید کی آیت لا تقربوا الصلوٰۃ سے اگر بے نماز استدلال کر لیں کہ اس میں نماز پڑھنے سے روک دیا گیا اور وانتم سکارٰی (سورۃ النساء ع ۴۳) کا لحاظ نہ رکھیں تو یہ ارشاد قرآنی کے سراسر خلاف ہوگا۔ قرآن مجید سیاق و سباق میں معنٰی مراد کو خود صاف اور واضح فرما دیتا ہے کسی خارجی تاویل یا تحقیق کی ضرورت ہی نہیں رہتی یہاں چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:-

۱۔ سورہ بقرہ آیت ع ۲۵۷ میں فرمایا والذین کفروا اولیاءھم الطاغوت لفظ طاغوت کا معنٰی بعض مفسرین نے کیا ہے کلما عبد من دون اللہ فھو الطاغوت (لغۃ الحیران ص ۳۴۳) اور اس سے نتیجہ یہ نکالا اس معنٰی بموجب طاغوت جن اور ملائکہ اور رسول کو بولنا جائز ہوگا۔ حالانکہ اس معنٰی پہ یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ عبادت تو حضرت مسیح علیہ السلام کی بھی کی گئی تو کیا (نعوذ باللہ) ان کو بھی طاغوت کے زمرہ میں شریک کیا جائے گا۔ حالانکہ قرآن مجید نے اسی آیت میں اسی کلمہ کے ساتھ طاغوت کا کام بھی بتا دیا یخرجونھم من النور الی الظلمات اولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون کیا انبیاء علیہم السلام اولیاء امت اور علماء راسخ العقیدہ لوگوں کو ظلمات کی طرف لے جاتے ہیں یا ظلمات سے نکالتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ علماء کرام اور صلحاء امت انبیاء علیہم السلام ظلمت سے نکال کر نور کی طرف سے لانے کی سعی بلیغ فرماتے ہیں اس لئے ان پہ اس کلمے کا اطلاق ہرگز نہیں ہو سکتا۔ طاغوت کا کلمہ قرآنی زبان میں شیطان کے مترادف ہے جیسا کہ سورہ نساء آیت ع ۷۶ میں فرمایا:-

والذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیاء الشیطان ان کید الشیطان کان ضعیفا اس آیت شریفہ میں لفظ طاغوت کی تعبیر شیطان کے لفظ سے کر دی۔ شیطان کی دو قسمیں قرآن مجید میں ذکر فرمائی ہیں۔ شیاطین الانس والجن (سورہ الانعام ۱۱۲) یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی اپنے آپ کو اللہ تعالٰی کے مقابلہ میں لے آئے وہ شیطان بھی ہے اور طاغوت بھی۔ مگر اس میں

Marfat.com

اس کی اپنی رضاء اور خوشنودی شرط ہے اس لئے محققین علماء نے طاغوت کی تشریح میں فرمایا:۔

ما عبد من دون اللہ وھو راض ترجمہ: جس کی اللہ کے مقابلے میں عبادت کی جائے اور وہ اسے پسند بھی کرے

(۲) سورہ الحاقہ میں فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین (۴۴ و ۴۵) | (ترجمہ) اور اگر وہ (نبی) کوئی بناوٹی بات ہمارے ذمے لگاتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ہم اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے۔ |

نبوت کاذبہ کے پیرو اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر ہمارا متنبی جھوٹا ہوتا تو اس آیت کی روشنی میں وہ ہلاک کر دیا جاتا۔ حالانکہ اس آیت کے مقدم اور موخر کو ملایا جائے تو یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر دلیل پیش کرتی ہے پورا ارشاد قرآنی یہ ہے:

"فلا اقسم بما تبصرون وما لا تبصرون ۝ انہ لقول رسول کریم وما ھو بقول شاعر قلیلاً ما تومنون ولا بقول کاھن قلیلاً ما تذکرون ۝ تنزیل من رب العلمین ۝ ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین۔" آیت از ۳۸ ، ۴۷

(ترجمہ) پس میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو اور ان کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے کہ یہ قرآن کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں تم بہت کم ایمان لاتے ہو اور نہ کسی کاہن کا کلام ہے تم بہت کم سمجھتے ہو رب العلمین کی طرف سے بھیجا ہوا کلام ہے اور اگر یہ پیغمبر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے ذمے کچھ جھوٹی بات لگاتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر اس کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی بھی اس کو اس سزا سے بچانے والا نہ ہوتا۔"

ان آیات میں سارا ذکر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جن پر کفار نے یہ الزام لگایا تھا کہ یہ اپنی طرف سے عبارت بنا کر لاتے ہیں اور اس کو کلام اللہ کہہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ الطور آیت ۳۳ میں بعینہ یہ اعتراض نقل کرتے ہوئے فرمایا:۔

Marfat.com

ام یقولون تقولہ بل لا یومنون (ترجمہ) ہاں کیا یہ بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے قرآن خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ تصدیق نہیں کرتے۔

اس لئے قرآن مجید نے ان کے لئے یہ اعلان فرمایا فلیاتو بحدیث مثلہ ان کانوا صادقین (ترجمہ) اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسی کلام بنا کر لے آئیں۔

۳۔ سورۂ نساء آیت ۹ میں فرمایا:۔ ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریہ ضعافاً خافوا علیھم فلیتقوا اللّٰہ ولیقولوا قولاً سدیداً (ترجمہ) اور ایسے لوگوں کو ڈرنا چاہئے اگر اپنے بعد چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ جائیں جن کی انہیں فکر ہو اس لئے ان کو چاہئے کہ خدا سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں۔

اس آیت میں قبیلہ کے سرکردہ لوگوں اور حاکمانِ وقت کو نفسیاتی طور پر سمجھایا گیا ہے کہ میت کے مال کو ضائع نہ کرو اور نہ ہی اس کی تقسیم میں چھوٹے بڑے کی تمیز رکھو بلکہ وارثوں کو پورا پورا حق پہنچاؤ اگر بعض ورثاء چھوٹے ہیں اور بعض بڑے ہیں تو تم بڑوں کی پاسداری کرتے ہوئے تقسیم وراثت میں گڑبڑ نہ کرو۔ یا بعض طاقتور ہیں بعض کمزور ہیں جیسا کہ عورتیں۔ تو تم خداترسی کو ملحوظ رکھو اور یہ تصور کر لو کہ اگر تم مر جاتے اور تمہاری اولاد کچھ کمزور ناتواں یا چھوٹی رہ جاتی اور تمہارے ورثاء مال کو غلط طریقہ پر تقسیم کرتے تو یہ کس قدر حسرتناک منظر ہوتا انسان کی فطرت ہے کہ کسی چیز کا جب اپنے متعلق تصور کرتا ہے تو بات کو سمجھ جاتا ہے اس لئے قوم کے با اختیار لوگوں اور دوسرے متصرف لوگوں کو حکم دیا کہ وہ کسی مرنے والے کی غلط وصیت کی اصلاح کر سکتے ہیں اس میں ان پر کوئی شرعاً گرفت نہیں جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۱۸۲ میں فرمایا:۔

فمن خاف من موص جنفاً او اثما فاصلح بینھم فلا اثم علیہ ان اللّٰہ غفور رحیم

(ترجمہ) پس جو وصیت کرنے والے سے طرف داری یا گناہ کا خوف کرے پھر ان وارثوں کے درمیان اصلاح کر دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

Marfat.com

اس سیدھے سادے ترجمے اور تفسیر کو چھوڑ کر اس آیت سے زندگی کے بیمہ کا جواز نکالنا کس قدر ظلم اور قرآن عظیم کے ساتھ استہزا ہے جیسا کہ موسیٰ جار اللہ نے اس آیت کا عربی اصطلاحی ترجمہ یوں کیا۔ الذی لو ترک ذریۃ ضعافا خاف علیہا یخش ان یترکہا ضعافاً اور اس کا اردو میں ترجمہ یوں کیا گیا " جو لوگ اپنے چھوٹے بچوں کو فاقہ کشی کی حالت میں دانستہ چھوڑ کر مر یں گے وہ خدا کے خوف کے زیادہ مستحق ہیں" کیا عجیب ترجمہ اور استدلال ہے موضوع تو زندگی کے بیمہ کا جواز اور آیت سے وجوب ثابت کیا جا رہا ہے کیا ساری دنیا میں کوئی باپ ایسا ہے جو اولاد دیدہ دانستہ فاقہ کش چھوڑنا چاہتا ہو یہ خواہش تو ہر باپ کی ہے کہ اولاد محتاج اور مفلس نہ ہو۔

اس آیت میں زندگی کے بیمہ کا کوئی ذکر نہ ہی اشارۃً یہ مضمون موجود ہے بلکہ قرآنی ارشاد تو اولاد اور اس کی تربیت کو بھی رب العلمین کے حوالے کرنے کی تلقین کرتے ہیں سیدنا ابراہیم علیہ کا طرزِ عمل اور ان کی دعا قرآن مجید میں موجود ہے کہ انہوں نے اپنی اہلیہ محترمہ اور دودھ پیتے بچے کو رب العالمین کرتے ہوئے یہ دعا کی:۔

ربنا انی اسکنت من ذریتی لواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیم الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تہوی الیہم وارزقہم من الثمرات لعلہم یشکرون (ترجمہ) اے ہمارے پالنے والے میں نے اپنی کچھ اولاد ایسے میدان میں بسائی ہے جہاں کھیتی تیرے عزت والے گھر کے پاس اے ہمارے پالنے والے تاکہ نماز کو قائم رکھیں پھر کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف اور انہیں میووں کی روزی دے تاکہ وہ شکر کریں۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ انسان کو اسراف اور تبذیر سے دست کش رہ کر اپنی اور اپنی اولاد کے مال و دولت کا محفوظ رکھنا از روئے تعلیمات قرآنی درست ہے۔ جیسا کہ اصحٰب کہف جیسے وقت کے قصے میں موجود ہے کہ وہ بھی ہجرت کرتے وقت ساتھ کچھ رقم لے گئے تھے تب ہی تو شعور آنے پر یہ کہا:۔

فابعثوا احدکم بورقکم ھذہٖ الی المدینۃ (ترجمہ) اب اپنے میں سے ایک کو اپنا یہ روپیہ دے کر بھیجو اس شہر میں
(الکہف ۱۹)

Marfat.com

یا جیسا کہ موسیٰ اور خضر علیہما السلام کو ان یتیم بچوں کی دیوار بنانے کا حکم دیا گیا تھا جن کے صالح باپ نے ان کی ضروریات کے لئے دیوار کی بنیاد میں خزانہ دفن کر دیا تھا۔ فرمایا

| | |
|---|---|
| واما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینة وکان تحتہ کنز لھما وکان ابوھما صالحاً (آیت ۸۲) | (ترجمہ) اور جو دیوار تھی سو وہ اس شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ |

لیکن قرآن و سنت کی مخالفت کرتے ہوئے اپنے اموال کو سود کی ملاوٹ سے زیادہ کرنا کسی طرح بھی اولاد کے عند اللہ نافع نہیں ہے۔ قرآن مجید نے تو فرمایا۔ ویمحق اللہ الربوا (بقرہ ۲۷۶) ربٰو کے مٹانے کی ایک سورت یہ بھی ہے کہ اولاد ہی ختم ہو جائے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سود اگرچہ بڑھتا ہوا نظر آئے اس کا انجام کمی ہے"

اور اس کمی کا اطلاق اولاد کی کمی پر بھی ہو سکتا ہے۔ جار اللہ زمخشری اور دوسرے مفسرین نے فرمایا۔

والمراد بہم الاوصیاء امروبان یخشوا اللہ فیخافوا ........ خوفہم علی ذریتہم لو ترکوھم ضعافا۔ (کشاف)

۴۔ سورہ النحل کی آیت ۶۷ میں فرمایا۔ ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منہ سکرا ورزقاً حسناً ان فی ذلک لآیة لقوم یعقلون ۰ ترجمہ اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم بناتے ہو کچھ تو نشہ اور کچھ بہتر پاکیزہ رزق بھی۔ اس میں بے شک عقلمندوں کے لئے ایک بڑی نشانی ہے۔

اگر اس آیت کے سیاق اور سباق کو تدبر سے ملاحظہ کیا جائے تو اس سے نشہ کی اباحت نہیں بلکہ نشہ کی حرمت بوجہ بلیغ معلوم ہو رہی ہے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو بھی بیان فرماتے ہیں اور ساتھ ہی ان کو عبرت کے طور پر بھی پیش فرمایا۔ اس آیت سے پہلی اور اس سے پچھلی آیت کو ملا کر پڑھا جائے :۔

Marfat.com

وان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین ۝ ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا ان فی ذلک لایۃ لقوم یعقلون ۝ واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر ومما یعرشون ۝ ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربک ذللا یخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہ فیہ شفاء للناس ان فی ذلک لایۃ لقوم یتفکرون (آیت ۶۶ تا ۶۹)

(ترجمہ) اور بے شک تمہارے لئے چارپایوں میں سوچنے کی جگہ ہے ہم ان کے جسم سے خون اور گوبر کے درمیان خالص دودھ پیدا کر دیتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے اور کھجور اور انگور کے پھلوں سے نشہ اور اچھی غذا بھی بناتے ہو اس میں عقل والوں کے لئے نشانی ہے اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور ان چھتوں میں گھر بنائے جو اس کے لئے بناتے ہیں پھر ہر قسم کے میووں سے کھا پھر اپنے رب کی تجویز کردہ آسان راہوں پر چل۔ ان کے پیٹ سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے اس میں بھی سوچنے والوں کے لئے نشانی ہے

ان سب آیات کو یکجا مطالعہ کرنے سے مندرجہ ذیل امور واضح ہو جاتے ہیں

الف:۔ چارپایوں میں بھی عبرت انسانی کے اسباب موجود ہیں کہ وہ ایک ہی قسم کا چارہ کھاتے ہیں مگر اس سے کچھ تو گوبر بن جاتا ہے اور کچھ خون اور کچھ خالص لذیذ دودھ۔

ب:۔ شہد کی مکھی پھلوں اور پھولوں کا رس چوستی ہے جس کے نتیجے میں اس کے پیٹ سے ایک مشروب بھی نکلتا ہے لوگ اس کو کھاتے ہیں جس میں شفا ہے۔

ج:۔ درمیانی آیت میں فرمایا کہ اے عقلمندو تم عقل سے کام نہیں لیتے اگر تم عقل سے کام لیتے تو نشہ آور چیزیں اور مسکرات ان پھلوں سے نہ بناتے۔ کسی چیز سے نتیجہ کے طور پر پیدا ہونے والی ہر چیز حلال اور قابل خوراک نہیں کیا گھاس اور بھوسہ سے پیدا ہونے والا گوبر اور خون بھی خوراک بن سکتا ہے اور کیا شہد کی مکھی سے پیدا ہونے والا موم بھی خوراک بن سکتا ہے جیسے تم ان میں سے خوراک کی وہی چیزیں استخراج کرتے ہو جو کھانے کے قابل اور مناسب ہیں

Marfat.com

انگور اور کھجور سے پھر نشہ آور چیزیں کیوں بناتے ہو ان میں سے تم کو رزق حسن کھانا چاہئیے نہ کہ نشہ جو عذاب خداوندی کا مظہر ہے۔ قرآن مجید ہی سے یوم حشر میں لوگوں کے عذاب خداوندی کا مظہر ہے۔ قرآن مجید ہی سے یوم حشر میں لوگوں کے عذاب خداوندی میں مبتلا ہونے کی کیفیت کو نشہ کے ساتھ تعبیر فرمایا :-

وتری الناس سکاریٰ وما ھم بسکاریٰ ولکن عذاب اللہ شدید (الحج ۲)

ترجمہ اور تجھے لوگ نشہ میں نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے لیکن اللہ کا عذاب سخت ہو گا

اس طریقہ تفسیر اور تفہیم پر بہت سے اشکالات از خود دور ہو جاتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

۵۔ سورہ یونس آیت ۹۴ میں فرمایا :-

فان کنت فی شک مما انزلنا الیک (ترجمہ) پس اگر تو شک میں ہے اس سے جو ہم نے اتارا تیری طرف

اس آیت کا خطاب اگرچہ آپ کو ہے مگر اس سے مراد آپ کی ذات مبارکہ نہیں۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا کسی بھی نبی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی ہدایت میں شک ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ انبیاء علیہم السلام تو یقین کی بہت بلند سطح پر فائز ہوتے ہیں چنانچہ جب اس کے بعد آنے والی آیت ۱۰۴ کو ملا کر تفسیر اور ترجمہ کر دیا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے فرمایا۔

قل یا ایھا الناس ان کنتم فی شک من دینی فلا اعبد الذین تعبدون من دون اللہ ولکن اعبد اللہ الذی یتوفاکم و امرت ان اکون من المومنین ۝

(ترجمہ) آپ کہہ دیجئے اے لوگو! اگر تم شک میں ہو میرے دین سے تو یاد رکھو) میں نہ پوجوں گا ان کو جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو لیکن میں تو اسی اللہ کی عبادت کروں گا جو تمہیں موت دیتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان داروں میں رہوں۔

کہ آپ کا یہ خطاب قوم کو ہے نہ کہ خود سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس خطاب میں مراد ہیں اس قاعدہ کا لحاظ کرنے سے تکرار کا شبہ باقی نہ رہے گا۔ امام غزالی نے فرمایا کہ اگر بعض آیات میں تکرار نظر آئے تو سیاق و سباق کو دیکھ کر ترجمہ کیا جائے تکرار خود بخود رفع ہو جائے گا اور صحیح معنی مراد

Marfat.com

متعین ہوجائے گا۔ (جواہر القرآن غزالی ص۵۲)

# خاتمہ آیات قاعدہ

کسی ارشادِ قرآنی کا صحیح مطلب اور اس کی تفسیر و حکم سمجھنے کے لئے آیات کے آخری الفاظ پر غور و تدبر سے کافی راہ نمائی حاصل ہو سکتی ہے اس کی بھی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ سورہ بقرہ آیت ع۱۳ میں مسلمانوں کو وہ الفاظ کہنے سے روک دیا جن کے کہنے سے توہین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خدشہ ہو۔ ارشاد فرمایا:۔

یا ایھا الذین اٰمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکافرین عذاب الیم

ترجمہ: اے ایمان والو! راعنا کا کلمہ نہ کہو بلکہ انظرنا کا کلمہ کہو اور بات کو سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت مقدسہ کو شروع تو اے ایمان والو کے خطاب سے فرمایا لیکن خاتمہ آیت پر فرمایا کہ اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ایسے الفاظ کہہ دینا جن سے گستاخی کا ارادہ بھی نہ ہو اس سے انسان کافر ہو جاتا ہے اور وہ عذاب الیم کا مستحق قرار دیا جاتا ہے اس لئے قرآنِ کریم نے مسلمانوں کو نہایت ہی محتاط رہنے کا حکم فرمایا سورۃ الحجرات آیت ع۲ میں فرمایا:۔

یا ایھا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون

(ترجمہ) اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ بلند آواز سے رسولؐ سے بات کرو جیسا کہ تم ایک دوسرے سے کیا کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنے والے مسلمان کے سب اعمال باطل ہو جاتے ہیں آواز کا مطلب یہی ہے کہ جو بات سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

تمہارے لئے فرمائی اب تم اس کے مقابلے میں اپنی بات کو اس طرح نہ پیش کرو جس طرح آپس میں ایک دوسرے کے سامنے پیش کرتے ہو ورنہ اس طرز عمل سے تمہاری سب نیکیاں اور اعمال صالحہ برباد ہو جائیں گے۔ اور جب سب عمل برباد ہو گئے تو پھر کیا رہا۔

۲۔ حج کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:۔ سورہ آل عمران آیت ۹۷

| | |
|---|---|
| وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا و من کفر فان اللہ غنی عن العلمین | (ترجمہ) اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا جو شخص اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو اور جو کفر کرے تو اللہ سب جہان والوں سے بے نیاز ہے۔ |

جس کی استطاعت بدنی اور مالی ہو اس پر حج کو فرض قرار دیا اور اس کی فرضیت کو اس قدر محکم فرمایا کہ اس کے ترک کو کفر کا کام قرار دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ مجھے ان کی عبادت کی کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی ان کی کوئی ضرورت ہے۔ یہ ارشاد ترک حج کی شدید ترین مذمت فرماتا ہے اس کی تفسیر میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ملاحظہ کرنے کے بعد یہ مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے:۔

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس آدمی کے پاس آنے جانے کا خرچ ہو اور اس کے پاس سفر کے لئے سواری بھی ہو (کوئی رکاوٹ نہ ہو) اور پھر وہ حج نہ کرے تو اس بات میں کوئی فرق نہ ہو گا کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر مرے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ حج لازم ہے جو جانے کی استطاعت رکھتا ہو" (ترمذی)

۳۔ سورہ النساء میں وارثوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے اور نکاح کے لئے حلال اور حرام عورتوں کی فہرست بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

ان اللہ کان علیما حکیما۔ آیت ۱۱ و ۲۴ (ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ کامل علم والا اور کامل حکمت والا ہے

بلکہ اسی طرح قرآن مجید میں جہاں جہاں احکام ارشاد فرمائے وہاں تقریباً ہر جگہ علیما حکیما علیم حکیم

Marfat.com

فرمایا یہ کلمات مبارکہ قرآن مجید میں تقریباً ۱۳۳ دفعہ آئے ہیں اور ان میں سے اکثر کا تعلق کسی حکم کے ساتھ ہے جس کا فائدہ یہ نکلتا ہے کہ احکام خداوندی کی مخالفت کرنے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو کوئی ذات اللہ تعالیٰ سے زیادہ علم والی ہو اس کا علم اللہ تعالیٰ سے زیادہ ہو تو اس کا بنایا ہوا نظام معاشرت اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمودہ نظام سے بہتر ہو سکتا ہے یا حکمت اور کسی حکم کے نفع اور ضرر کو خداوند تعالیٰ سے زیادہ جاننے والا کوئی دوسرا ہو تو پھر بھی اس کی بات کا کچھ وزن ہو سکتا ہے لیکن جب ساری کائنات میں کوئی بھی ذات نہ ہو جو علم میں اور نہ ہی حکمت میں خداوند قدوس کا ہم پلہ تو کیا کچھ نسبت ہی نہ رکھتی ہو اس کی افواہ یا الغوش اور نافرمانی پر اللہ تعالیٰ کے حراموں کو حلال یا حلال کو حرام قرار دیا جائے کسی طرح بھی درست نہیں۔

۴۔ سورہ توبہ کی آیت ۷۴ میں کفر کا کلمہ کہنے والوں کے متعلق فرمایا :-

ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم وھموا بما لم ینالوا وما نقموا الا ان اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ فان یتوبوا یک خیرا لھم وان یتولوا یعذبھم اللہ عذابا الیما فی الدنیا والاخرۃ ومالھم فی الارض من ولی ولا نصیر

(ترجمہ) اور بے شک انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے اور انہوں نے قصد کیا تھا ایسی چیز کا جو نہیں پا سکے اور یہ سب کچھ اسی کا بدلہ تھا کہ انہیں اللہ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے دولت مند کر دیا ہے پس اگر وہ توبہ کریں تو ان کے لئے بہتر ہے اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور ان کو روئے زمین پر کوئی دوست اور کوئی مددگار نہ ہو گا۔

اس آیت کے آخری کلمات پر غور کیا جائے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام کے بعد کفر اختیار کرنے والا اب اپنے آپ کو اس کرۂ ارضی پر بے یار و مددگار سمجھے اب اس کے لئے کوئی دوست اور مددگار نہیں اب کوئی طاقت اس کو سزا اور عذاب سے نہیں بچا سکتی یہ الفاظ اس آیت کے سوا اور کسی آیت میں نہیں آئے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اب زمین میں اس کے لئے دو راستے ہیں

Marfat.com

یا تو توبہ کرے اور یا اپنے آپ کو اس مہیب سزا کے لئے تیار رکھے۔

# اسماء حسنیٰ

قرآن مجید میں اسماء حسنیٰ جہاں کہیں آئے ہیں وہاں ان کے ترجمہ اور تشریح میں خاص تعلق ہے جس آیت میں علیٰ کل شئی قدیر فرمایا وہاں بکل شئی علیم لانے سے ترجمہ اور تفسیر کا صحیح مفہوم فوت ہو جائے گا اسی طرح جہاں بدیع السمٰوٰت والارض فرمایا رحیم السمٰوٰت یا خالق السمٰوٰت والارض لانے سے مفہوم مراد ادا نہ ہو سکے گا۔ اس لئے ایک مترجم اور مفسر کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان مواقع اور آیات کا ترجمہ کرتے ہوئے اسماء حسنیٰ کے مفہوم اور معنیٰ مراد کا پورا پورا لحاظ رکھے۔ اس قاعدہ کی وضاحت چند آیات قرآنی سے کی جاتی ہے:۔

۱۔ سورہ بقرہ آیت ۲۰۹ میں ارشاد فرمایا:۔

| ترجمہ | |
|---|---|
| پس اگر تم پھسل گئے اس کے بعد کہ تمہارے پاس کھلی نشانیاں آپہنچیں تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔ | فان زللتم من بعد ما جاءتکم البینٰت فاعلموا ان اللہ عزیز حکیم |

اس آیت شریفہ میں اسماء حسنیٰ میں سے عزیز حکیم فرمایا جس سے پہلی شرط کی جزاء معلوم تو ہے کہ اگر اس قدر واضح آیات آجانے کے بعد بھی پھسل گئے تو تم کو سخت سزا دی جائے گی اور یہ سزا دینے والا وہ اللہ تعالیٰ ہے جو غالب ہے جو چاہے کر سکتا ہے اس پر کسی کو غلبہ اور طاقت حاصل نہیں اور عذاب دینے میں اس کی حکمت ہے، اب یہ معنیٰ ان اللہ غفور رحیم سے حاصل نہ ہو سکتا۔ دینی ذوق سلیم اور ارشادات قرآنیہ سے لگاؤ، عربی زبان سے لفظی اور معنوی واقفیت اس طریقہ تفہیم کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔

فائدہ! امام زرکشی نے ایک واقعہ نقل فرمایا کہ ایک قاری قرآن مجید کی آیت یوں پڑھ رہا تھا۔

السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ غفور رحیم (المائدہ ۳۸)

Marfat.com

وہاں سے ایک بدوے گذرتے ہوئے سن لیا تو ازراہ تعجب کہا یہ کیا غفوریت اور رحیمیت ہے؟ کہ ہاتھ بھی کاٹ دینے کا حکم دیا اور بخش بھی دیا جب دوبارہ اسی قاری نے اس آیت کو دیکھ کر صحیح پڑھا اور کہا واللہ عزیز حکیم تو اس بدو نے کہا اب بات سمجھ میں آگئی کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے جو چاہے حکم دیدے اور اس میں حکمت ہوتی ہے۔"

۲۔ سورہ الملک کی پہلی آیت ہے:۔ تبارك الذی بیدہ الملكُ وھُوعلیٰ كل شئ قدیر
اس آیت کے شروع میں ارشاد فرمایا:۔ بڑی بابرکت وہ ذات عظیم ہے جس کے قبضے میں حکومت ہے تو یہاں یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ حکومت تو انسانوں کے ہاتھوں میں بھی ہے آخر یہ زمینی بادشاہ بھی تو حکومت کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ اور وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے یعنی اس کی بادشاہی حقیقی ہے جو چاہتا ہے کر لیتا ہے اسی کا نام تو بادشاہی اور حکومت ہے اور جو دعویٰ تو بادشاہی کا کرے مگر قادر کسی چیز پر بھی نہ ہو وہ کیا حکومت اور کیا بادشاہی ہے اس لئے جب آیت کے آخر کو دیکھ کر ترجمہ اور تفسیر کی جائے گی تو قرآنی جامعیت او ارشاد الٰہی کی افادیت واضح ہوجائے گی۔

۳۔ سورۃ المائدہ آیت ۱۱۸ میں ہے حضرت مسیح علیہ السلام دربار خداوندی میں عرض کریں گے:

ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفرلھم فانك انت العزیز الحکیم

ترجمہ: اگر تو ان کو سزا دے تو تیرے بندے ہی ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو غالب اور حکمت والا ہے۔

ارشاد بالا سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام دربار خداوندی میں بنی اسرائیل کے متعلق ان کی مغفرت کی دعا فرما رہے ہیں اس لئے ارشاد فرمایا وان تغفرلھم حالانکہ مشرک کی تو مغفرت نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی نبی کو ان کی مغفرت کی سفارش کرنی چاہئے۔ لیکن یہ شبہ تب وارد ہوتا جب یہاں انت الغفور الرحیم کا ارشاد ہوتا۔ آپ نے تو سب اختیار کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ کو قرار دیتے ہوئے عرض کیا کہ اگر تو ان کو عذاب دے تب بھی تجھ پر کوئی سوال اور اعتراض نہیں تیرے بندے ہی تو ہیں مالک اور مولیٰ جو چاہے کرے اگر باغی غلام کو سزا دے

Marfat.com

تو اس کو کامل اختیار ہے اور اگر تو ان کو بخش دے تب بھی تو مالک اور مولیٰ ہے تجھے کوئی پابند نہیں کر سکتا۔ تیرے ہر کام میں حکمت ہے۔ اگرچہ مشرک کی مغفرت نہ ہوگی ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرک بہ نص قرآنی ہے۔

۴۔ سورہ الشعراء میں اقوام سابقہ کی تباہی بربادی اور انبیاء علیہم السلام کی کامیابی اور نجات کا ذکر فرماتے ہوئے بار بار فرمایا۔

ان فی ذلک لایۃ وان ربک لھو العزیز الرحیم | ترجمہ بے شک اس واقعہ میں بڑی نشانی ہے اور بے شک تیرا رب یقیناً غالب اور بڑا مہربان ہے۔

حالانکہ اقوام سابقہ کی تباہی اور بربادی رحم کا اثر نہیں بلکہ غضب اور قہر کا نتیجہ ہے تو پھر الرحیم کا ذکر کیسے ؟ اس کو بھی اسی طریقہ پر حل کیا جا سکتا ہے کہ جب سرکش اور نافرمان کی ہلاکت ہوتی ہے تو وہاں اللّٰہ تعالیٰ کی دو صفات کا ظہور ہوتا ہے۔ صفت غالبیت کہ اللّٰہ تعالیٰ جو چاہے کر لیتا ہے ان العزۃ للّٰہ جمیعا غلبہ اور عزت سب کی سب درحقیقت اللّٰہ ہی کے لئے ثابت ہے۔ اس لئے وہ جابر اور سرکش جو انا ولا غیری کا نعرہ بلند کرتے ہیں کبھی ایسے ملیا میٹ ہو جاتے ہیں کہ ان کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا۔ ظالموں اور سرکشوں اور موذی اشیاء کے ہلاک کرنے سے دوسری مخلوق کو امن وعافیت اور سکھ اور چین نصیب ہوتا ہے اس لئے اس صورت میں اللّٰہ تعالیٰ کی صفت رحیمیت کا ظہور ہوتا ہے اس قاعدہ کا لحاظ کرنے سے قرآن مجید میں آیات کے تکرار کا شبہ باقی نہ رہے گا خصوصاً سورہ الرحمٰن کی بعض آیات جو بظاہر غضب اور قہر خداوندی کی مظہر معلوم ہوتے ہیں ان کے بعد اپنی رحمت کے ظہور کا اعلان فرمایا۔ وہ غضب بھی دوسری مخلوق کے لئے رحمت ہے اس لئے وہ مجموعی طریقہ پر تو نعمت ہی ہے۔ لہٰذا نہ تو تکرار ہوگا اور نہ ہی بے محل وبے موقع ہوگا واللّٰہ اعلم۔

Marfat.com

# تمام متعلقہ آیات کا لحاظ

کسی بھی متکلم کے کلام کا ایک حصہ لے کر اس کی مراد کو متعین کر لینا از روئے عقل و نقل درست نہیں بلکہ ایک مفہوم کو جہاں جہاں بیان کیا گیا ہو اس کا ملاحظہ کرنا نہایت ضروری ہے ورنہ مقصد کلام فوت ہو جاتا ہے اس لئے کلام خداوندی کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک بات کا کسی ایک آیت میں دیکھ کر اس کے متعلق کوئی قطعی حکم صادر کر دینا درست نہ سمجھا جائے گا۔ قرآن مجید نے ایسے لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو قرآنی ارشادات کے حصے بخرے کر کے اپنے مطلب کے لئے ان سے استدلال کرتے ہیں ارشاد قرآنی ہے :۔

| | |
|---|---|
| الذین جعلوا القرآن عضین ہ فوربك لنسئلنهم اجمعین ہ عمّا کانوا یعملون ہ (الحجر ۹۱ تا ۹۳) | ترجمہ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے پس تیرے رب کی قسم ہے ہم ان سب سے پوچھیں گے اس چیز سے جو وہ کرتے تھے ۔ |

اس لئے ضروری ہے کہ کسی بھی ایک مفہوم اور علم کو پوری طرح سمجھنے کے لئے تمام آیات متعلقہ کا استحضار کیا جائے۔ کیونکہ قرآن مجید اپنی تشریح اور تفسیر خود کر دیتا ہے مگر انسانوں کے عقول اور ادراک فہم کی رسائی ناقص ہے اس لئے فہم قرآن مجید کے لئے دوسری چیزوں کی ضرورت سمجھی گئی بعض جگہ قرآن مجید خود بھی اس طرف اشارہ فرما دیتا ہے جیسا کہ فرمایا :۔

اُحِلَّت لَکُمۡ بھیمۃ الانعام آیت ۱ ۔

مگر اسی آیت میں ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرما دیا۔ الا ما یتلی علیکم اب اس آیت کی پوری تشریح سمجھنے کے لئے ما یتلی علیکم کا مصداق آیات کو ملانا ضروری ہے۔ اور وہ آگے آنے والی آیت سے فرمایا حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر الایۃ اسی طرح صاحب وحی جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت سے فرمائی ہے جیسا کہ قرآن کی آیت الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئك لھم الا

Marfat.com

وھم مھتدون نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیک وسلم ہم میں سے کون ہے جس نے کچھ نہ کچھ ظلم نہ کیا ہو یعنی گناہوں سے معصومیت تو انبیاء کرام کا خاصہ ہے ہم سے بہ تقاضائے بشریت کئی ایسے گناہ اور کام سرزد ہو چکے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوں گے پھر تو ہمارے لئے امن اور ہدایت نہ ہو گی اس پر سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ قرآن مجید ہی نے فرمایا ان الشرک لظلم عظیم (لقمٰن ع۲ ۱۳) اس سے معلوم ہوا کہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آیت کی تفسیر دوسری آیت سے فرمائی۔ اس قاعدہ کے لئے اس بات کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ اس طریقہ تعیین مراد و مفہوم قرآن مجید کی موجودہ ترتیب مصحف کو کافی نہ سمجھا جائے بلکہ کوئی آیت خواہ موجودہ ترتیب مصحف میں مقدم ہو مگر ہو سکتا ہے کہ نزول میں مؤخر ہو۔ جیسا کہ علمائے تفسیر کا متفقہ فیصلہ ہے۔

(ترتیب النزول لیس علی ترتیب المصحف (مدارک وغیرہ)

اس قاعدہ کو چند مثالوں سے واضح کیا جاتا ہے۔ سورہ العنکبوت میں ہے آیت ع۳۱۔

| | |
|---|---|
| ولما جاءت رسلنا ابراھیم بالبشریٰ قالوا انا مھلکوا اھل ھذہ القریۃ | (ترجمہ) اور جب آئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر کہا انہوں نے بے شک ہم اس بستی (قوم لوط) کو تباہ کرنے والے ہیں۔ |

اس آیت سے بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بشارت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے دی تھی وہ قوم لوط کی بستیوں کی تباہی کی تھی حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ وہ بشارت حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب کی ولادت کی تھی جیسا کہ ہود آیت ع۷ میں ارشاد قرآنی ہے۔

| | |
|---|---|
| فبشرنھا باسحق ومن وراء اسحق یعقوب وبشروہ بغلام علیم (الذاریات ع۲۸) | ترجمہ پس ہم نے حضرت ابراہیم کی بیوی کو اسحٰق بیٹے اور یعقوب پوتے کی بشارت دی اور ان فرشتوں نے ابراہیم کو سمجھدار بیٹے کی بشارت دی۔ |

Marfat.com

قاضی بیضاوی نے اس کی تفسیر میں فرمایا ولما جاءت رسلنا ابرھیم بالبشریٰ بالبشارۃ بالولد والنافلۃ

۲- سورۃ آل عمران میں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ جب ان کو بنی اسرائیل نے صلیب لگانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ خطاب فرمایا یعیسیٰ انی متوفیک (آیت ۵۵) اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں کا ترجمہ کرنے سے ایک بات قابلِ غور رہ جاتی ہے کہ آیا اسی وقت آپ کو وفات دی گئی اگر اسی وقت وفات دی گئی تو پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی اسرائیل کی شرارت سے بچانے کے لیئے کونسا امر فرمایا چنانچہ اسی مضمون کو جب سورۃ المائدہ کی آیت ۱۱۰ میں دیکھا جائے تو وہاں صاف یہ ارشاد قرآنی موجود ہے :-

واذ کففت بنی اسرائیل عنك، بنی اسرائیل کو آپ پر حملہ کرنے سے روک دیا۔ یہ ارشاد ربانی صاف بتا رہا ہے کہ یہود حضرت مسیح علیہ السلام کا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔

۳- حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات میں سورہ یوسف میں فرمایا فانساہ الشیطان ذکر ربہ آیت ۴۲ اس سے یہ واضح نہیں ہو سکا کہ شیطان نے کس کو بھلا دیا اور رب سے مراد کیا ہے؟ آیا رب العالمین وحدہٗ لاشریک لہ یا ملک مصر جو اپنے زعم باطل میں رب بنا ہوا تھا۔ لیکن جب اسی سورت میں آنے والا ارشاد ربانی وقال الذی نجا منھما وادکر بعد امۃ انا انبئکم بتاویلہ فارسلون (آیت ۴۵) مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آیت ۴۲ میں مراد حضرت یوسف علیہ السلام نہیں بلکہ وہ جیل خانے کے دو ساتھیوں میں سے وہ تھا جو بچ گیا تھا اس کو حضرت یوسف علیہ السلام نے بوقتِ رہائی فرمایا تھا کہ میری ضرورت کے وقت مجھے اپنے رب (ملک مصر) کے پاس یاد رکھنا چنانچہ کافی زمانہ وہ بھول میں رہے جب بات یاد آئی تو حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر ملک مصر کی خواب کے سلسلے میں اس آزاد ہونے والے جیل کے ساتھی نے کر دیا۔ اب سب آیتوں کے ملانے سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس آیت ۴۲ میں جو بھولا وہ شاہِ مصر کا ملازم تھا نہ کہ یوسف علیہ السلام تھے۔

Marfat.com

۴۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق سورہ مریم کی آیت ۲۹ میں فرمایا کہ جب حضرت مریم مسیح علیہ السلام کو گود میں اٹھا کر لائیں تو قوم نے آپ سے کہا یہ کیا؟ تو حضرت مریم نے (فاشارت الیہ) حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا کہ اس بچہ ہی سے پوچھ لیا جائے۔ اب یہ بات کہ حضرت مریم علیہا السلام کو کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ بچہ جو ابھی چند گھنٹوں کا ہے بول پڑے گا اس کا پتہ سورۃ آل عمران کی آیت ۴۶ سے چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے جس وقت حضرت مریم کو بیٹے کی بشارت دی تھی ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ بچہ عجیب اوصاف والا ہو گا یکلم الناس فی المھد وہ بچہ جھولی میں بھی لوگوں کے ساتھ کلام کرے گا۔

(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان اقذفیہ فی التابوت فاقذفیہ فی الیم (طہٰ ۳۹) مگر اس کی تفصیل سورۃ القصص آیت ۷ میں یوں فرمائی واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ کہ بچے کو دودھ پلا فرعون کی ظالمانہ تدبیروں سے نہ گھبرا۔ ان دونوں باتوں کا حکم آپ کو من جانب اللہ دیا گیا تھا۔

**نوٹ:** مولوی نورالدین بھیروی کا یہ کہنا "کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنے ذوق سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ بچے کو دودھ دیا جائے" قرآنی ارشادات کے خلاف ہے ذوق کا کیا سوال؟ اللہ تعالیٰ نے وحی فرما دی تھی۔

۶۔ قرآن کریم نے سورہ بقرہ کی آیت ۱۷۳ میں دیگر محرمات کے ساتھ یہ بھی فرمایا ولحم الخنزیر تم پر خنزیر کا گوشت بھی اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ مگر اس کی حرمت کی وجہ کیا ہے۔ کیا اس کا گوشت صرف حرام ہے یا سارا حرام ہے سورہ الانعام کی آیت ۱۴۵ میں اس کی وجہ حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا فانہ رجس اس لئے کہ یہ خنزیر گندگی ہے۔ اب گندگی کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ کچھ پاک اور کچھ ناپاک ہے عقلاً ونقلاً غیر درست ہے ساری آیت کا استحضار کرنے کی وجہ سے جہاں نو کے مصنف کو شدید مغالطہ لگا۔ جیسا کہ کہا:-

چونکہ غیب دان اللہ (تعالیٰ) کو علم تھا کہ سور کے بال تیرہ سو برس بعد انسانی تمدن کا حصہ

Marfat.com

بن جائیں گے اس لئے سور کو حرام کرتے وقت لحم الخنزیر کے الفاظ استعمال کئے اور بالوں کے متعلق خاموشی اختیار فرمائی۔

یہ نظریہ ارشاداتِ قرآنی کے سراسر خلاف ہے قرآن مجید نے خنزیر کے گوشت کو اس لئے حرام قرار دیا ہے کہ خنزیر سارے کا سارا گندگی ہے۔

۷۔ سورہ بقرہ آیت ۶۱ میں یہود کے متعلق فرمایا وضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ ان پر ذلت اور مسکنت کی مُہر پکا چھاپ لگا دیا گیا یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذلیل اور محتاج رہیں گے۔ مگر دوسری آیت میں اس لعنت اور ذلّت کی تفصیل اور تشریح موجود ہے سورۃ آل عمران آیت ۱۱۲ میں فرمایا الا بحبل من اللہ وحبلٍ من الناس یعنی ان کی ذلت دو صورتوں میں ملتوی کردی جائے گی یا تو اللہ تعالیٰ کی رسی کو تھام لیں یعنی مسلمان ہو جائیں اور یا لوگوں میں سے کسی کی رسی کو تھام لیں جیسا کہ آج اسرائیل نے برطانیہ اور امریکہ کی رسی کو تھاما ہوا ہے آج اگر وہ ان کی گردن سے اپنا پٹا نکال لیں تو ان کا نہ در ہے نہ گھر۔ اسی طرح سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۱۰۴ میں فرمایا فاذا جاء وعد الاخرۃ جئنا بکم لفیفاً جب قیامت کا وعدہ قریب ہو جائے گا ہم تم سب کو لپیٹ کر لے آئیں گے (تاکہ تم سب اکٹھے ہلاک ہو سکو) اس لئے آج اسرائیل کا قیام اور مشرق و مغرب سے یہودیوں کا اسرائیل میں اکٹھا ہو جانا ان کی رفعت اور دوبارہ سربلندی کے نہیں بلکہ ان شاء اللہ ان سب کا صفایا کر دیا جائے گا۔

۸۔ سورہ بقرہ اور چند دوسری سورتوں میں یوں فرمایا:۔

من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر جو ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر اور آخری دن پر فلا خوف علیھم ولاھم یحزنون ان پر کوئی غم و فکر نہ ہوگا اس آیت میں اگرچہ عقائد میں سے صرف ایمان باللہ والیوم الآخر کا ذکر ہے اس میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے عقائد کا ذکر نہیں لیکن جب دوسری آیات کو اس کے ساتھ ملا کر تفسیر کی جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ

خلافِ پیمبر کسے راہ گزید ۔۔۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

Marfat.com

جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے :-

| | |
|---|---|
| فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا (تغابن ع۸) | ترجمہ پس ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر جسے ہم نے اتارا |
| وآمنوا بما نزل علی محمد وھو الحق من ربھم (محمد ع۲) | ترجمہ اور یہ ایمان لائے اس پر جو اتارا گیا محمد پر (صلی اللہ علیہ وسلم) |
| ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولیہ ما تولی ونصلیہ وساءت مصیرا (النساء ع۱۱۵) | ترجمہ اور جو کوئی رسول علیہ السلام کی مخالفت کرے گا اس کے بعد کہ اس کے لئے ہدایت واضح ہو گئی ہم اس کو ادھر ہی چلنے دیں گے جدھر وہ چلا اور آخر کار اسے جہنم میں دھکیل دیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ |

۹۔ فرعون کے متعلق سورہ بقرہ اور دوسری بعض سورتوں میں ہے کہ فرعون بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کیا کرتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دیا کرتا تھا فرمایا یذبح ابناء ھم ویستحی نساءھم یقتل ابناءھم الایتہ۔ مگر یہ لڑکوں کا قتل کیوں ہوتا تھا؟ اس کی وجہ قرآن مجید نے خود ہی دوسری جگہ فرمایا کہ اس کے اس فعل بد کی وجہ یہ تھی کہ بنی اسرائیل کی نسل ختم ہو جائے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد بھی اس بدبخت نے یہی عمل جاری رکھا جیسا کہ فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کے بعد بھی یہی کہا:-

سنقتل ابناءھم ونستحی نساءھم (الاعراف ع۱۲۷) ہم قتل کریں گے ان کے بیٹوں کو اور زندہ چھوڑیں گے ان کی لڑکیوں کو۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضور اس ظلم و ستم کی فریاد کرتے ہوئے کہا:-

| | |
|---|---|
| قالوا اوذینا من قبل ان تاتینا ومن بعد ما جئتنا (اعراف ع۱۲۹) | ترجمہ وہ بولے آپ کے آنے سے پہلے اور آنے کے بعد بھی ہم ستائے جا رہے ہیں۔ |

چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادر نے فرمایا "بیٹے ذبح کرتا کہ یہ قوم بڑھ نہ جاوے کہ زور پکڑیں یعنی

Marfat.com

بنی اسرائیل (القصص ۲)

تو اس قصے کی تمام متعلقہ آیات کو ملانے سے یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ فرعون نے یہ سارا ظلم و ستم محض نسل کشی کے لئے جاری رکھا ہوا تھا۔ ذیل میں اجمالی طور پر ایک نقشہ دیا جاتا ہے جس سے ایک آیت کا اجمالی محل ذکر اور پھر اس کا مقام تفصیل درج کیا جاتا ہے تاکہ قرآنی تفسیر کے طلباء اس نہج پر قرآنی مطالب سمجھنے کی کوشش کریں۔

| اجمال | محل ذکر | تفصیل | محل ذکر |
|---|---|---|---|
| قد نبأنا اللہ من اخبارکم الایۃ | توبہ ع ۷ ۹۴ | لو خرجوا فیکم ما زادوکم الا خبالا | توبہ ع ۷ ۴۷ |
| واوفوا بعھدی اوف بعھدکم الایۃ | بقرہ ع ۵ ۴۰ | لئن اقمتم الصلوٰۃ واٰتیتم الزکوٰۃ الایۃ | المائدہ ع ۳ ۱۲ |
| یخادعون اللہ وھو خادعھم | النساء ع ۲۱ ۱۴۲ | قیل ارجعوا وراءکم فالتمسوا نوراً | الحدید ع ۲ ۱۳ |
| شھدوا علی انفسھم انھم کانوا کافرین | اعراف ع ۴ ۳۷ | قالوا بلی قد جاءنا نذیر الایۃ | الملک ع ۱ ۹ |
| اولئک ینالھم نصیبھم من الکتاب | اعراف ع ۴ ۳۷ | ویوم القیامۃ تری الذین کذبوا علی اللہ الایۃ | الزمر ع ۶ ۶۰ |
| وتمت کلمت ربک الحسنیٰ الایۃ | اعراف ع ۱۶ ۱۳۷ | ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا | القصص ع ۱ ۵ |
| الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ | براءۃ ع ۱۴ ۱۱۴ | ساستغفر لک ربی | مریم ع ۳ ۴۷ |
| وتذکیری بایات اللہ | یونس ع ۸ ۷۱ | الم تروا کیف خلق اللہ الایۃ | نوح ع ۱ ۱۵ |
| لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا | یونس ع ۷ ۶۴ | تتنزل علیھم الملائکۃ الایۃ | حم السجدہ ع ۴ ۳۰ |
| وتبین لکم کیف فعلنا بھم الایۃ | ابراہیم ع ۷ ۴۵ | فمنھم من ارسلنا علیہ حاصبا | العنکبوت ع ۴ ۴۰ |
| وعلی الذین ھادوا حرمنا ما قصصنا | | حرمنا علیھم کل ذی ظفر الایۃ | الانعام ع ۱۸ ۱۴۶ |
| علیک من قبل | النحل ع ۱۵ ۱۱۸ | | |
| ویدع الانسان بالشر دعاءہ بالخیر | بنی اسرائیل ع ۲ ۱۱ | فامطر علینا حجارۃ من السماء الایۃ | الانفال ع ۴ ۳۲ |
| لاحتنکن ذریتہ الا قلیلا | بنی اسرائیل ع ۷ ۶۲ | الا عبادک منھم المخلصین | النحل ع ۳ ۴۰ |

Marfat.com

| | | | |
|---|---|---|---|
| فقولا له قولا لیّنا | طٰہٰ ع۴۴ | هل لك الی ان تزکی | النازعات ع۱۸ |
| ولم ترقب قولی | طٰہٰ ع۹۴ | اخلفنی فی قومی | الاعراف ع۱۴۲ |
| فاذا هم فریقان یختصمون | النمل ع۴۵ | ان صالحا مرسل من ربه | اعراف ع۷۵ |
| هٰذا ما وعدنا الله ورسوله | احزاب ع۲۲ | ام حسبتم ان تدخلوا الجنة الاٰیة | آل عمران ع۱۴۲ |
| ولقد نادانا نوح الاٰیة | الصافات ع۷۵ | انی مغلوب فانتصر | القمر ع۱۰ |
| فحق علینا قول ربنا | الصافات ع۳۱ | لاملئن جهنم | ص ع۸۵ |
| ولقد سبقت کلمتنا الاٰیة | الصافات ع۱۷۱ | لاغلبن انا ورسلی | المجادلہ ع۲۱ |
| امتنا اثنتین واحییتنا اثنتین | المومن ع۱۱ | کنتم امواتا فاحیاکم الاٰیة | البقرہ ع۲۸ |
| یوم التناد | المومن ع۳۲ | ونادی اصحٰب الجنة | اعراف ع۴۴ |
| فیحلفون له کما یحلفون لکم | المجادلہ ع۱۸ | والله ربنا ما کنا مشرکین | الانعام ع۲۳ |
| اذ نادی وهو مکظوم | ن ع۴۸ | لا اله الا انت سبحٰنك الاٰیة | الانبیاء ع۸۷ |

# شانِ نزول کا اعتبار کرنا

صحیح ترجمہ اور تفسیر کے لئے شانِ نزول کا اعتبار کرنا نہایت ضروری ہے ورنہ اکثر مقامات پر صحیح تفسیر نہ ہو سکے گی اس کی ایک مثال درج کی جاتی ہے۔ قرآن مجید میں کلالہ کے متعلق دو جگہ ذکر ہے اور دونوں جگہ یکساں الفاظ ہیں۔ فرمایا:-

وان کان رجل یورث کلالة او امراة وله اخ او اخت فلکل واحد منهما السدس (النساء ع۱۲)

ترجمہ: اور اگر کسی مرد کی میراث ہے باپ اولاد نہ رکھتا ہو یا ایسی عورت ہو اور اس کا ایک بھائی یا بہن ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

قل الله یفتیکم فی الکلالة ان امرؤ هلك

آپ فرما دیجئے اللہ تمہیں ایسے میت کے ترکے میں حکم دیتا ہے

Marfat.com

لیس لہٗ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترك جس کی اولاد نہ ہو اور اس کی ایک بہن ہو تو اس کو آدھا ملے گا اس کے ترکہ سے۔ (النساء ۱۷۶)

لیکن جب شانِ نزول کا اعتبار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ دوسری آیت کا نزول حضرت جابر بن عبداللہ کے سوال پر ہوا جب کہ انہوں نے اپنی اور اپنی بہن کے متعلق سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی جابر بن عبداللہ کی حقیقی بہن تھی اس لئے یہ آیت حقیقی بہن کے متعلق ہے اور پہلی آیت مادری بہن کے متعلق ہے کہ ماں کو جب چھٹا حصہ ملتا ہے تو ماں کی طرف سے ہونے والی بہن کو بھی چھٹا حصہ ملے گا۔ اس لئے علماء تفسیر نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید کی صحیح تفسیر کے لئے شانِ نزول کا سمجھنا نہایت ہی ضروری ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسباب نزول اور شانِ نزول کی پوری واقفیت رکھتے تھے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:۔

"قرآن کریم کی کوئی سورۃ اور کوئی ایسی آیت نہیں جس کو میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کب کہاں اور کس مسئلہ کے بیان کے لئے نازل کی گئی ہے" (رواہ البخاری)

اس لئے شانِ نزول کا اعتبار کرنا تفسیر کے لئے نہایت ہی ضروری ہے اس کے بغیر تفسیر بالرائے کا خطرناک دروازہ کھل جائے گا۔ مفسر القرآن نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے فرمایا:۔

"اس علم کے فوائد میں سے قرآنِ کریم کے معانی کا سمجھنا اور احکام کا استنباط ہے۔ اس لئے کہ اکثر اوقات قرآنی ارشادات کی تفسیر سوائے شانِ نزول کے اعتبار کرنے کے نہیں ہو سکتی جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے:۔

وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ اگر اس آیت کا معنی شانِ نزول کے اعتبار کے بغیر کیا جائے تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ استقبال قبلہ نماز میں فرض نہیں حالانکہ یہ بات اجماع امت کے سراسر خلاف ہے اور اگر شانِ نزول کا اعتبار کرتے ہوئے تفسیر کی جائے کہ نوافل سفر اور تحری کی حالت کے متعلق ہے تو اب تفسیر بالکل

Marfat.com

واضح اور صاف ہو جائے گی۔ چنانچہ علمار تفسیر نے خاص اسی موضوع پر علیحدہ مستقل تصانیف فرمائی ہیں جن میں سے اسباب نزول" علی بن مدینی ف ۲۳۴ھ اور اسباب نزول از علی بن احمد واحدی ف ۴۶۴ھ اسباب نزول از عبدالرحمٰن بن علی جوزی ۵۹۷ھ اور اسباب نزول از علامہ ابن حجر عسقلانی ف ۸۵۲ھ اور اسباب نزول از حافظ ابن رجیب ف ۵۸۸ھ زیادہ مشہور ہیں"

**فائدہ**: یہ آیت سورہ بقرہ کی آیت ۱۱۵ ہے اور یہ ان صحابہ کرام کی نماز کے متعلق ہے جن پر قبلہ مشتبہ ہو گیا تھا اور انہوں نے تحری غور و فکر سے جہت قبلہ کو متعین کر کے نماز ادا کر لی تھی۔ آج بھی یہی حکم باقی ہے اگر ایک آدمی ایسی جگہ ہو کہ اس کو جہت قبلہ کا علم نہ ہو اور نہ ہی کوئی اس کو بتلانے والا ہو تو اب اگر اس نے سوچ و فکر کے ساتھ ایک جہت کو قبلہ سمجھ کر نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی۔

اگرچہ قرآن کریم اپنے عموم الفاظ کے لحاظ سے ساری دنیا کے لئے آخری اور ابدی ہدایت کاملہ ہے کسی وقت کسی قوم کسی مکان کی تخصیص اس لحاظ سے درست نہیں مگر صحیح ترجمہ اور تفسیر کے لئے اسباب نزول کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے تاکہ ارشاد قرآنی کی تفسیر حکمت نزول کے خلاف واقع نہ ہو۔ شان نزول کا اعتبار کرنے سے دو فائدے تو ضروری حاصل ہوں گے ایک تو یہ کہ جو آیت جس راوی یا جس عینی گواہ کے سامنے نازل ہوئی وہ نسبت دوسروں کے اس کی تفسیر اور مطالب کو زیادہ سمجھے گا جیسا کہ سورۂ نور میں ارشاد قرآنی تلقونہ کا معنی ابن ابی ملیکہ نے جھوٹ کیا ہے۔ اور اس پر دلیل یہ پیش کی کہ سورہ نور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت اور عظمت شان میں نازل ہوئی اس لئے جو معنی آپ فرمادیں گی وہ زیادہ صحیح ہو گا چنانچہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اس کا معنی جھوٹ کا کیا ہے۔ (بخاری باب حدیث الافک)

اسی طرح قرآن کریم کی آیت ۱۹۵ سورۃ بقرہ میں ارشاد فرمایا:۔

ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ (ترجمہ) اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں

اس کے ظاہری الفاظ سے یہ مطلب بھی لیا جا سکتا ہے کہ تم ہلاکت اور تباہی سے بچنے کیلئے

Marfat.com

جہاد نہ کرو کیونکہ جہاد سے تو انسان بظاہر بعض اوقات ہلاک ہوجاتا ہے اور ہلاکت کا خطرہ تو ہر ایک کو رہتا ہی ہے مگر صحابہ کرام نے اس کی تفسیر کیا فرمائی :-

" رومیوں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے ایک مسلمان رومیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا تو بعض لوگوں نے چلا کر کہا - کہ یہ اپنے ہاتھوں خود ہلاکت میں کود گیا (یعنی قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کیا) اس پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اس آیت کی یہ تاویل کر رہے ہو حالانکہ یہ آیت تو ہمارے حق میں نازل ہوئی (اس لئے ہم اس کی مراد کو سب سے زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہیں) جب اسلام کو غلبہ حاصل ہوا اور صحابہ کرام کی مالی حالت بہت بہتر ہو گئی تو انصار نے یہ سوچا کہ اب اس معاشرتی اور معاشی اصلاح کا کام کرنا چاہیئے تو قرآن مجید کا یہ ارشاد نازل ہوا کہ یہ اس طرز عمل سے تم ہلاک ہو جاؤ گے - چنانچہ ابوایوب رضی اللہ عنہ کی وفات اسی جہاد کی زندگی میں قسطنطنیہ میں سال ۵۱ھ کو ہوئی -

دوسرا بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس سے تاویل فاسدہ اور تحریف کا دروازہ بند رہتا ہے اس لئے بعض غرض پسند قرآنی ارشادات کو اپنے غلط عندیے کے مطابق ڈھالنے کے لئے اسباب نزول کو قرآن فہمی کے لئے مضر خیال کرتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا :-

" خوارج اللہ تعالیٰ کی بدترین مخلوقات ہے کہ انہوں نے ان آیات کو جو کافروں اور مشرکوں کے لئے نازل ہوئی تھیں مسلمانوں پر چسپاں کرنا شروع کر دیا "

(بخاری باب قتل الخوارج والمرتدین)

یہی خطرہ صحابہ کرام کو لاحق تھا چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مفسر القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس امت میں اختلاف کس طرح پیدا ہوگا جب کہ ان کی کتاب (قرآن مجید) ایک نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک قبلہ ایک ہوگا تو حضرت ابن عباس نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم پر قرآن نازل ہوا ہم نے اس کو پڑھا اور سمجھا لیکن ہمارے بعد بعض ایسی اقوام پیدا ہوں گی جو قرآن کریم کو پڑھیں گی مگر ان کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ یہ آیت کس واقعہ اور کس مسئلہ کی

Marfat.com

اہمیت کے متعلق ہے تو ہر ایک اپنی اپنی رائے سے اس کی تفسیر کردے گا جس کا لازمی نتیجہ اختلاف اور پھر جنگ وجدال ہوگا (رواہ سعید بن منصور فی سننہ)

چنانچہ امت محمدیہ کے خلاف جس فرقہ نے اصلاح کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے قتل عام کا جواز پیش کیا وہ فتنہ خوارج ہے۔ ان بدبختوں نے قرآنی آیات سے مسلمانوں میں انتشار اور فساد پھیلایا حالانکہ قرآن حکیم شفاء ورحمۃ للمومنین ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن حکیم کا ارشاد و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل (سورہ بقرہ) ان خوارج کے متعلق ہے جو مسلمان کو مشرک کہہ کر قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

(الرسالۃ الاولیٰ از ابن تیمیہ ص ۱۶۳)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے صحیح تفسیر کے لئے جن پندرہ شروط کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ تفسیر کرنے والا اسباب نزول سے واقف ہو ورنہ وہ تفسیر تفسیر بالرائے سمجھی جائے گی۔ (اتقان ص ۱۴۳)

چنانچہ دور قریب کے مفسر القرآن حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| وجمعت مع ذلك ما يحتاج اليه المفسر من اسباب النزول۔ مقدمہ فتح الخبیر | (ترجمہ) میں نے اپنی اس کتاب میں ان اسباب نزول کو بھی جمع کردیا ہے جن کی ایک مفسر کو ضرورت ہے۔ |

فائدہ ۸: قرآن کریم میں اکثر مقامات پر سوال اور اس کا جواب ذکر ہے جو شان نزول کو خود بتا رہا ہے جیسا کہ تیرہ مقامات پر تو لفظ سوال اور اس سوال کی تشریح بھی ذکر ہے۔ ایک جگہ استفتاء کا ذکر موجود ہے جیسا کہ کلالہ کے متعلق سورہ النساء کا حوالہ گذر چکا ہے۔ ان تیرہ مقامات کو یہاں ذکر کیا جاتا ہے:۔

(۱) یسئلونك عن الخمر والميسر قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس واثمهما اكبر من نفعهما (بقرہ ۲۱۹) (ترجمہ) یہ جناب سے شراب اور جوئے کی نسبت پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگ (کافر) نفع سمجھتے ہیں حالانکہ ان کا گناہ اس نفع سے بہت بڑا ہے۔

Marfat.com

(۲) یسألونک عن الیتامیٰ قل اصلاح لھم خیر (بقرہ ع ۲۲۰)

(ترجمہ) یہ جناب سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے ان کی اصلاح ضروری ہے۔

(۳) یسألونک عن الاھلۃ قل ھی مواقیت للناس والحج (بقرہ ع ۱۸۹)

یہ جناب سے چاندوں کے بڑھنے گھٹنے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے یہ وقت بتانے کا آلہ ہے۔

(۴) یسألونک عن المحیض قل ھو اذیً (بقرہ ع ۲۲۲)

(ترجمہ) لوگ آپ سے حیض کا پوچھتے ہیں تو آپ فرمادیجئے وہ گندگی ہے۔

(۵) یسألونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم الایۃ (بقرہ ع ۲۱۵)

(ترجمہ) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں آپ فرمادیجئے الایۃ

(۶) یسألونک ماذا ینفقون قل العفو (بقرہ ع ۲۱۹)

(ترجمہ) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں آپ فرمادیجئے جو زیادہ ہو۔

(۷) یسألونک عن الشھر الحرام قتالٍ فیہ قل الایۃ (بقرہ ع ۲۱۷)

(ترجمہ) لوگ آپ سے عزت والے مہینے میں جہاد کرنے کے بارے میں پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے الخ

(۸) یسألونک ماذا احل لھم قل احل لکم الطیبٰت (المائدہ ع ۴)

(ترجمہ) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کون سے جانور ان کے لئے حلال ہیں آپ فرمادیجئے حلال کئے گئے تمہارے لئے ستھرے۔

(۹) یسألونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول (الانفال ع ۱)

(ترجمہ) لوگ آپ سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرمادیجئے غنیمتیں اللہ کے لئے اور اس کے رسول کیلئے ہیں

(۱۰) یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ (النساء ع ۱۷۶)

(ترجمہ) لوگ آپ سے استفتاء کرتے ہیں آپ فرمادیجئے اللہ تعالیٰ آپ کو فتویٰ دیتے ہیں کلالہ کے بارے میں۔

یہ تو احکام ہیں جن کے متعلق صحابہ کرام نے از روئے طلب رشد وہدایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور آپ نے اس کا جواب باذن اللہ پیش فرمایا۔ کچھ ایسے سوالات بھی ہیں جو بطور حجت کے

Marfat.com

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے گئے ان سوالوں کو پیش کرنے والے مسلمان نہ تھے۔

(۱) یسألونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا (اعراف ۱۸۶)

(ترجمہ) یہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب واقع ہوگی۔

(۲) یسألونک عن الروح قل الروح من امر ربی الایۃ (بنی اسرائیل ۸۵)

(ترجمہ) یہ آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرما دیجئے روح میرے رب کے امر سے ہے۔

(۳) ویسألونک عن ذی القرنین قل ساتلوا علیکم منہ ذکرًا (کہف ۸۳)

(ترجمہ) اور یہ لوگ آپ سے ذو القرنین کے متعلق پوچھتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے میں تمہارے لئے اس کا کچھ ذکر کرتا ہوں۔

(۴) یسألونک عن الجبال فقل ینسفھا ربی نسفًا الایۃ (طٰہٰ ۱۰۵)

(ترجمہ) یہ لوگ آپ سے پہاڑوں کے متعلق پوچھیں گے تو آپ فرما دیجئے میرا رب ان کو بالکل اڑا دے گا۔

سورہ یوسف ساری کی ساری ایک سوال کے جواب میں نازل ہوئی وہ یہ تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام جن کا دوسرا نام اسرائیل ہے یہ تو سرزمین کنعان (شام) کے رہنے والے تھے تو پھر ان کی اولاد مصر کس طرح جا کر آباد ہو گئی اس کے جواب میں پوری سورہ یوسف نازل فرمائی۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے فرزند ارجمند یوسف علیہ السلام کو مصر لے جایا گیا الیٰ آخرہ چنانچہ اس سورہ کے شروع میں ارشاد قرآنی ہے۔

| | ترجمہ |
|---|---|
| لقد کان فی یوسف واخوتہ اٰیٰت للسائلین (یوسف ۷) | بے شک حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کے حالات میں پوچھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ |

(علمی فائدہ) مندرجہ بالا سب سوالات کے جواب میں لفظ قل ارشاد فرمایا۔ البتہ سوال ۴ کے جواب میں فقل، فا کا حرف زیادہ کر کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ اس کی حکمت علمائے تفسیر نے یہ فرمائی کہ باقی سب جوابات سوالات کے بعد نازل فرمائے مگر یہ جواب سوال کرنے والوں کے سوال سے پہلے آپ پر نازل فرمایا کہ جب وہ آپ سے یہ سوال کریں گے تو آپ یہ جواب ارشاد فرما دیں۔

Marfat.com

اسی طرح بعض آیات کسی سوال کے جواب میں نازل فرمائیں تو اس کی دو صورتیں ہیں کچھ جواب سوالات کے ساتھ بالکل متصل دے گئے اور کچھ دوسری جگہ دئے گئے اس اعتبار سے آیات کی تین قسمیں کی جاسکتی ہیں۔

پہلی قسم وہ جوابات جو سوالات کے ساتھ بالکل متصل آگئے جیسا کہ فرمایا:۔

ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین | ترجمہ یہ پوچھتے ہیں یہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا آپ فرما
قل انما العلم عند اللہ (الملک ۲۵ و ۲۶) | اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

دوسری قسم وہ آیات ہیں جو ایک ہی سورہ میں بطور سوال کے اور پھر اسی سورۃ میں ان کا جواب بھی آیا مگر سوال اور جواب میں کچھ دوسری آیات بھی موجود ہیں جیسا کہ فرمایا:۔

وقالوا مال ھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی | ترجمہ اور وہ کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے؟ جو کھانا کھاتا ہے
فی الاسواق (الفرقان ایت ۷) | اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

اس اعتراض کا جواب اسی سورہ میں ہے مگر ذرا آگے جاکر آیت ۲۰ میں فرمایا:۔

وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انھم | ترجمہ ہم نے آپ سے پہلے جو رسول بھیجے وہ بھی کھانا کھاتے
لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق | اور بازاروں میں چلتے تھے۔

تیسری قسم وہ آیات ہیں جن کا سوالی شکل میں ایک سورہ میں ذکر ہے اور جواب دوسری کسی سورہ میں موجود ہے اس کی چند مثالیں وضاحت کے لئے بطور سوال اور جواب کے درج کی جاتی ہیں۔

(س) ویقول الذین کفروا لست مرسلا (الرعد ۴۳)

(ترجمہ) کافروں نے کہا آپ پیغمبر نہیں ہیں اور یہ کافر کہتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول نہیں۔

(ج) یٰسٓ ۝ والقران الحکیم انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم (یٰس ۱تا۳)

اے سین (سید دوعالم) قرآن حکیم کی قسم! بے شک آپ یقیناً رسولوں میں سے ہیں سیدھی راہ پر۔

(س) انک لمجنون (الحجر ۶) (ترجمہ) یہ کافر کہتے ہیں آپ مجنون ہیں۔

(ج) ما انت بنعمۃ ربک بمجنون (ن ۲) آپ اپنے رب کے فضل و کرم سے مجنون نہیں ہیں

Marfat.com

س) قالوا وما الرحمٰن (الفرقان ع۵) یہ کہتے ہیں اور رحمٰن کیا ہے؟

ج) الرحمٰن علم القرآن خلق الانسان علمہ البیان (الی اخر السورۃ)

(ترجمہ) رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی۔ انسان کو پیدا کیا اور اس کو بیان سکھایا

فائدہ: اس قاعدے کا یہ ہے کہ مترجم اور مفسر قرآن حکیم کی صحیح مراد کامل طور پر اس وقت سمجھ سکتا ہے جب اس کے سامنے قرآن مجید کی وہ تمام آیات ہوں جن کا تعلق کسی خاص حکم اور عقیدہ سے ہے اور اس میں شانِ نزول کا اعتبار نہایت ہی ضروری ہے (واللہ اعلم)

# کلمات قرآنیہ کے سمجھنے کا طریقہ

قرآن مجید اس قدیر، علیم، اور حکیم خداوند قدوس کا کلام ہے جو ہر چیز کو جاننے والا سمجھنے والا ہر چیز کی حقیقت سے اس کے وجود میں آنے سے پہلے اور اس کے مٹ جانے کے بعد بھی باخبر رہنے والی ذات جلیل ہے۔ خداوند قدوس نے کلامِ خداوندی کی جامعیت۔ اکملیت اور افادیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| وتمت کلمات ربک صدقاً وعدلاً لا | ترجمہ: اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور عدل میں کامل ہیں |
| مبدل لکلماتہ وھو السمیع العلیم | اس کے کلموں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ سنتا |
| (الانعام ع۱۱۵) | اور جانتا ہے۔ |

اس ارشادِ قرآنی میں مندرجہ ذیل حقائق بیان فرمائے۔

الف۔ رب کریم کے کلمات صدق کے آخری درجہ کمال تک پہنچے ہوئے ہیں۔ ان سے بہتر صدق میں کوئی کلام نہیں ہوسکتی۔ صدق کا معنٰی ہمارے عام محاورے کے اعتبار سے سچ ہے اور اس کا مفہوم یہ بھی ہے کہ واقع کے مطابق جس کلام کو کہنا چاہیئے وہ خداوند قدوس کا ارشاد ہے اور ارشادِ الٰہی صدق کی سب سے بڑی عظیم بلندی پر فائز ہے۔

ب۔ عدل کا معنی وضع الشی فی محلہ ہے۔ یعنی جہاں جو کلمہ لایا گیا وہاں اب اس کا ہم معنٰی کلمہ لانا بھی

Marfat.com

قرآنی تحریف اور ارشاد خداوندی کا مقابلہ ہے محدث عصر حضرت انور شاہ صاحب کاشمیری نور اللہ مرقدہ نے فرمایا:۔

"مفردات میں قرآن مجید وہ کلمہ اختیار فرماتا ہے جس سے اوفیٰ بالحقیقۃ واوفیٰ بالمقام ثقلین نہیں لاسکتے مثلاً جاہلیت کے اعتقاد میں موت پر توفی کا اطلاق درست نہ تھا کیونکہ ان کے اعتقاد میں نہ بقائے جسد تھی اور نہ بقائے روح۔ توفی وصول کرنے کو کہتے ہیں ان کے عقیدہ میں موت توفی نہیں ہوسکتی قرآن مجید نے موت پر توفی کا اطلاق کیا اور بتلایا کہ موت سے وصول الی اللہ ہوتی ہے نہ فناء محض"

ج ۔ اللہ تعالیٰ کے کلمات کو کوئی نہیں بدل سکتا اس کی ایک مراد تو یہ ہوسکتی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ ہو کر رہے گا۔ اسلام کا غلبہ، کفر کی شکست، قیامت کا آنا وغیرہا امور جن کا تعلق اس وقت مغیبات سے تھا یہ ہو کر رہے گا (یہ آیت سورۃ الانعام میں ہے اور الانعام مکی سورت ہے) اور ایک مراد یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کافر آپ سے جو آپ کی صداقت پر نشانیاں مانگتے ہیں ان کے لئے قرآن مجید سے بڑھ کر کونسی نشانی ہوسکتی ہے۔ اس کلام مجید کا کوئی بدل نہیں لاسکتا۔

اس لئے ضروری ہے کلمات قرآنیہ پر غور و فکر کرے پھر ترجمہ اور تفسیر کرے۔ اس سے ان شاء اللہ کئی غلط راستوں سے محفوظ رہے گا جہاں قرآن مجید نے اپنے کسی ارشاد کی مراد اور معنیٰ خود متعین فرمادیا وہاں تو اس کے متعلق کسی قسم کی بھی تحقیق تفسیری اعتبار سے غیر ضروری ہوگی مثلاً تسنیم کا ذکر قرآن مجید میں صرف ایک جگہ آیا ہے اور وہاں بھی اس کی وضاحت خود قرآن مجید نے فرمادی فرمایا:۔

ومزاجہ من تسنیم عیناً یشرب بہا المقربون (التطفیف ع ۲۷، ۲۸)

(ترجمہ) اور اس کی آمیزش تسنیم کے پانی سے ہوگی یہ چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پیئں گے۔

اب اگر تسنیم کی تفسیر کسی اور حقیقت کے ساتھ کی جائے گی تو یہ سراسر غلطی ہوگی۔ اسی طرح فرمایا عیناً فیہا تسمیٰ سلسبیلا (الدھر ع ۱۸) (ترجمہ) ایک چشمہ جنت میں جس کا نام سلسبیل رکھا گیا ہے

Marfat.com

کلمہ سلسبیل کا معنیٰ مراد خود بتا دیا۔ کہ وہ ایک چشمہ ہے جو جنت میں ہے۔ فرمایا:۔

وما ادراک ما الحطمہ نار اللہ الموقدۃ | ترجمہ اور تجھے پتہ ہے وہ حطمہ کیا ہے؟ سلگائی ہوئی آگ۔

(الھمزہ ۵-۶)

اس آیت میں کلمہ حطمہ کی خود تشریح فرما دی کہ وہ آگ ہے جو سلگائی جا چکی ہے اور اس کا تسلّط دوزخیوں کے دلوں پر ہوگا۔

وما ادراک ما یوم الدین یوم لا تملک نفس لنفس شیئا والامر یومئذ للہ | ترجمہ اور تجھ کو کیا خبر کیسا ہے دن انصاف کا جس دن بھلا نہ کر سکے کوئی بھی کسی کا کچھ۔ اور حکم اس دن اللہ کا ہے۔

(الانفطار ۱۷ تا ۱۹)

یوم الدین کا کلمہ قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے اس کی یہاں وضاحت فرما دی کہ اس سے مراد قیامت کا یوم الحساب ہے فرمایا:۔

وما ادراک ماھیہ نار حامیہ | (ترجمہ) آپ کو معلوم ہے وہ ھاویہ کیا ہے دہکتی ہوئی آگ ہے

القارعہ ۱۰، ۱۱

فرمایا:۔ علی ہذا القیاس بعض آیات میں اس کلمے کی تشریح فرما دی گئی ہے لہٰذا کسی کو بھی اب حق نہیں پہنچتا کہ اس میں اپنی رائے داخل کریں۔

# کلمات متبادلہ

اسی طرح ان کلمات متبادلہ کا لحاظ ضروری ہے جو ایک ہی آیت کے ایک مقام پر تعبیر کے اختلاف کے ساتھ آئے ہیں۔ بعض علماء تفسیر کا خیال ہے کہ وہ الفاظ مترادف ہیں مگر بات یہ نہیں الفاظ قرآنی میں ترادف نہیں بلکہ ہر لفظ اور کلمے کا محل علیحدہ علیحدہ ہے۔ ہاں بعض جگہ مجاز بھی مراد لیا گیا ہے جس کی وضاحت ان شاء اللہ آ جائے گی۔ اس لئے ان کلمات متبادلہ کو ایک دوسرے کی تفسیر اور توضیح کے طور پر سمجھا جائے یہاں مختصر سی فہرست دی جاتی ہے:۔

Marfat.com

| کلمات | محل ذکر | کلمات | محل ذکر |
|---|---|---|---|
| فسوّٰهنّ سبع سماوات | بقرہ ع۲۹ | فقضاهن | حم السجدہ ع۱۲ |
| وقلنا یاٰدم اسکن | 〃 ع۲۵ | ویاٰدم اسکن | اعراف ع۱۹ |
| وظلّلنا علیکم الغمام | 〃 ع۵۶ | علیهم الغمام | 〃 ع۱۶۰ |
| فانفجرت منه | 〃 ع۶۰ | فانبجست منه | 〃 〃 |
| بعد الذی جاءك من العلم | 〃 ع۱۲۰ | بعد ما جاءك من العلم | الرعد ع۳۷ |
| للطائفین والعاکفین | 〃 ع۱۲۵ | والقائمین | الحج ع۲۶ |
| اوکان اباؤهم لا یعقلون الآیة | 〃 ع۱۷۰ | لا یعلمون | المائدہ ع۱۰۴ |
| لکیلا تحزنوا | آل عمران ع۱۵۳ | لکیلا تاسوا | الحدید ع۲۳ |
| خلق منها زوجها | النساء ع۱ | وجعل منها | اعراف ع۱۸۹ |
| ان تبدوا خیرا | 〃 ع۱۴۹ | شیئا | احزاب ع۵۴ |
| من املاق | انعام ع۱۵۱ | خشیة املاق | بنی اسرائیل ع۳۱ |
| وارسل فی المدائن | الاعراف ع۱۱۲ | وابعث فی المدائن | الشعراء ع۳۶ |
| ثم لاصلبنکم | 〃 ع۱۲۴ | ولاصلبنکم | طٰه ع۷۱ |
| یریدون ان یطفئوا | توبہ ع۳۲ | یریدون لیطفئوا | الصف ع۸ |
| فاتبعهم فرعون وجنوده | یونس ع۹۰ | بجنوده | طٰه ع۷۸ |
| وامطرنا علیها | هود ع۸۲ | وامطرنا علیهم | الحجر ع۷۴ |
| وما یاتیهم من رسول | الحجر ع۱۱ | وما یاتیهم من نبی | الزخرف ع۷ |
| کذلك نسلکه | 〃 ع۱۲ | کذلك سلکناه | الشعراء ع۲۰۰ |
| لئن رددت | کهف ع۳۶ | ولئن رجعت | حم السجدہ ع۵۰ |
| فاعرض عنها | 〃 ع۵۷ | ثم اعرض عنها | الم السجدہ ع۲۲ |

Marfat.com

ہم قرار دیتے ہیں کہ آپ کی مدد یا مدد مل سکے۔



| | | | |
|---|---|---|---|
| وسلك لكم فيها | طٰہٰ ۵۳ | وجعل لكم فيها | الزخرف ۱۰ |
| ثم كفرتم به | حم السجدة ۵۲ | وكفرتم به | الاحقاف ۱۰ |
| كلا انه تذكرة | المدثر ۵۴ | انها تذكرة | عبس ۱۱ |
| فجعلناهم الاخسرين | الانبياء ۷۰ | فجعلناهم الاسفلين | الصافات ۹۸ |
| وتقطعوا امرهم | ” ۹۳ | فتقطعوا امرهم | المومن ۹۳ |
| ففزع من في السماوات | النمل ۸۷ | فصعق من في السماوات | الزمر ۶۸ |
| ولقد تركنا منها اٰيته | العنكبوت ۳۵ | قد تركنا ها اٰيته | القمر ۱۵ |
| فارسل معنا | طٰہٰ ۴۷ | فارسل معي | اعراف ۱۰۵ |

مطلب یہ ہے کہ کلمات قرآنیہ پر پوری طرح غور و فکر کیا جائے تاکہ تفسیر اور ترجمہ صحیح کرنے میں مدد مل سکے اس کی چند مثالیں برائے وضاحت درج کی جاتی ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دو بیٹے عطا فرمائے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق علیہم السلام۔ مگر ان دونوں کی ولادت کی جو بشارات ہیں ان کے کلمات میں فرق ہے جیسا کہ سورہ الصّٰفّٰت میں جو کہ مکی ہے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس ہجرت کا ذکر ہے جو آپ نے قوم کی دعوت و تبلیغ کے بعد فرمائی اسی سفر ہجرت میں آپ کی دعا کا ذکر ہے فرمایا۔ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِينَ ۝ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيمٍ ۝ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دی کہ دعا قبول ہو گئی آپ کو ایک لڑکا دیا جائے گا جو حلیم یعنی بڑا ہی بردبار ہوگا۔ سورہ الحجر میں آپ کو ایک دوسرے بیٹے کی عطا کا ذکر ہے جس کے لئے نہ تو آپ نے دعا کی اور نہ ہی آپ کی بدنی حالت اس کے مناسب تھی اس لئے جب فرشتوں نے آپ سے کہا:۔

اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيمٍ تو آپ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا:۔

Marfat.com

أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَن مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ۔ سورۃ الذاریات میں بھی اسی کا ذکر ہے البتہ یہاں اتنی بات اور زیادہ ہے کہ اس بشارت کے وقت آپ کی زوجہ محترمہ بھی حاضر تھیں اور انہوں نے بھی ازراہِ تعجب فرمایا۔ قالت عجوز عقیم میں یہ بیٹا جنوں گی؟ حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور میری نوجوانی میں بھی اولاد نہیں ہوئی کہ میں بانجھ ہوں۔ ان آیتوں میں اس کی صراحت نہیں کہ ان دونوں جگہوں میں کونسی آیت کا تعلق حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت سے ہے اور کونسی کا تعلق حضرت اسحٰق علیہ السلام کی ولادت سے ہے۔ مگر جب سورۃ ہود میں اسی قصے کے ضمن میں فرمایا۔ فبشرنہا باسحٰق آیت ۵ اس آیت سے واضح ہوگیا جس بیٹے کی بشارت میں صفت علیم کا ذکر ہے وہ حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں۔ اس سے یہ بات از خود ثابت ہوگئی کہ غلام حلیم سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور وہی ذبیح اللہ ہیں۔ اس سے زیادہ اور کیا بردباری ہو سکتی ہے کہ راہ خداوندی بچپن ہی میں ہجرت اور ہجرت بھی ایسی کٹھن اور پھر لوجہ اللہ ذبح ہونے پر بخوشی آمادگی یہ سب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہی کے متعلق ہیں انہ کان صادق الوعد وکان رسولاً نبیا (مریم ع۴) واللہ اعلم

(۲) پردہ کے متعلق حکم دیتے ہوئے فرمایا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ (نور ع۳۱) اور عورتوں کو چاہیے کہ اپنی چادریں اپنے گریبانوں پر بند کرلیں۔ لفظ خمر خمار کی جمع ہے۔ خمار کا لفظ خمر سے مشتق ہے کسی چیز کو ڈھانپ لینے والی چیز خمر ہے شراب کو بھی خمر کہا جاتا ہے۔ لانہ یخامر العقل تو خمار سے مراد وہ بڑی چادر اور اوڑھنی ہے جو عورت کے سارے بدن کو ڈھانپ لے اور اس کے بڑھے ہوئے کونے اپنے گریبانوں پر بند کردئے جائیں جیسا مسلمان شرفاء خواتین کا شعار رہے۔

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق سفر مدین کا حال مذکور ہے جس میں ایک جگہ ارشاد فرمایا۔ فسقیٰ لہما ثم تولیٰ الی الظل (القصص ع۲۴) ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان دونوں لڑکیوں کے چارپایوں کو پانی پلاکر پھر سائے کی طرف لوٹ گئے۔

اگر یہاں پر لفظ رَجَعَ یا ذَھَبَ لایا جاتا تو بظاہر اس میں کچھ خاص فرق نظر نہیں آتا لیکن ان

Marfat.com

سب الفاظ کے معانی پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ لفظ تَوَلّٰی شانِ نبوت کے زیادہ مناسب ہے اس کے لئے تولی کا معنی پیٹھ دے کر لوٹنا یعنی موسیٰ علیہ السلام نے پوری بے اعتنائی کرتے ہوئے پیچھے بھی مڑ کر نہ دیکھا ان دو لڑکیوں کی ضرورت غیرت ایمانی سے متاثر ہو کر پوری کر دی اور پھر کمال احتیاط اور حزم سے واپس لوٹے۔

(۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب قوم نے پانی مانگا اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو جواب یہ ہے۔ فانفجرت منه اثنتا عشرة عيناً (بقرہ ع۷)

لفظ فجر پر غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس میدان میں پانی پہلے سے موجود نہ تھا نہ ہی اس پتھر میں کوئی چشمہ وغیرہ پہلے تھا۔ اس پتھر سے پانی کا نکلنا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی مارنے کے بعد ہوا۔ جیسا کہ فجر کا معنی تاریکی کا پھٹ جانا۔ اگر پہلے ہی صبح ہو تو اس کو فجر نہیں کہتے بلکہ فجر رات کے بعد ظہور پذیر ہوتی ہے۔

(۵) سورہ مریم میں قیامت کا کچھ حال بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ وان منكم الا واردها تم میں سے ہر ایک کا ورود جہنم پر ہو گا حالانکہ نیک لوگ جہنم سے محفوظ ہوں گے۔ لفظ ورد کا معنی دخول نہیں بلکہ پہنچنا اور عبور کرنا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہے ولما ورد ماء مدين ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین کے پانی میں داخل تو نہیں ہوئے بلکہ اس کے کنارہ پر پہنچے۔ اب مریم کی آیت مسطورہ بالا کا پورا ترجمہ یہ ہو گا:۔

| | |
|---|---|
| وان منكم الا واردها كان على ربك حتماً مقضياً ثم ننجي الذين اتقوا ونذر الظلمين فيها جثياً | ترجمہ: اور تم میں سے ہر ایک کا اس پر گذر ہو گا آپ کے رب پر ضروری اور لازم ہے پھر ہم ڈرنے والوں (نیکوں) کو بچا لیں گے اور نافرمانوں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرنے دیں گے |

(۶) قرآن حکیم میں اہل کتاب کے متعلق دو کلمے ارشاد فرمائے ہیں الذين اتيناهم الكتب اور اوتوا الكتاب بظاہر ان دونوں کلموں میں کوئی خاص فرق نہیں مگر حقیقت میں ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ پہلے کلمہ سے مراد وہ اہلِ کتاب ہیں جو نور ایمان سے مشرف ہو گئے جیسا کہ

Marfat.com

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔ انہی کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا الذین اتینا ھم الکتب یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یومنون بہ (بقرہ ع ۱۲۱) یہاں اہلِ کتاب کے ایمان کا ذکر فرمایا تو اس کی تعبیر اتینا ھم الکتب کے ساتھ فرمائی۔ اور جب غیر مسلم اہلِ کتاب کو دعوت دی تو یوں ارشاد فرمایا:۔ یا ایھا الذین اوتوا الکتب اٰمنوا بما نزلنا مصدقا لما معکم الایۃ (النساء ع ۴۷) اس کلمے کا یہ معمولی سا فرق بہت بڑے تفسیری فائدہ کا حامل ہے۔

(۷) قرآن حکیم میں جس قدر انبیاء علیہم السلام کے نام آئے ہیں ان میں سے کسی کی نسبت اس کی والدہ کی طرف نہیں کی گئی اور نہ ہی کسی عورت کا نام قرآن مجید میں ذکر فرمایا ابو لہب کی بیوی کا نام نہ لیا فرعون کی نیک بخت سابقہ بیوی کا نام نہ لیا بلکہ یوں فرمایا۔ وامراتہ (لھب) امراۃ فرعون (التحریم ع ۱۲) امراۃ العزیز (یوسف ع ۵۱) جب سارے قرآن مجید میں کسی بھی اچھی یا بری خاتون کا نام قرآن مجید نے نہ لیا اور نہ ہی کسی نبی علیہ السلام کے نام کے ساتھ ان کی والدہ ماجدہ کی نسبت فرمائی بلکہ یہ حکم فرمایا کہ جب تم کسی کو پکارو تو ادعوھم لاباءھم (الاحزاب ع ۵) (ترجمہ) ان کو پکارو تو ان کے باپوں کے نام لے کر پکارو مگر خود قرآن مجید نے عیسیٰ بن مریم، مسیح ابن مریم کئی جگہ ارشاد فرمایا اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہے اسی طرح ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی قوم کو دعوت دیتے وقت یاقوم اے میری قوم کا کلمہ ارشاد فرمایا لیکن صرف ایک نبی علیہ السلام ایسے ہیں جنہوں نے بجائے یاقوم کے یوں فرمایا:۔

واذ قال عیسی بن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم الایۃ (الصف ع ۶) ترجمہ اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔

ان سب کلماتِ قرآنیہ اور ارشاداتِ ربانیہ پر تدبر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ (الف) عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہ تھا اور نہ ماں کا نام نہ لیا جاتا (ب) آپ اپنی والدہ ماجدہ سے پیدا ہوئے اس لئے معبود نہیں (ج) قوم ہمیشہ باپ سے بنتی ہے آپ کا جب باپ نہیں تو قوم کیسے بن سکتی ہے۔

# طریقہ تفہیم مطالب

قرآن حکیم کی تفسیر و ترجمہ سمجھنے کے لئے چند باتوں کا جاننا نہایت ضروری ہے اگر ان کا لحاظ رکھا گیا تو قرآنی تعلیمات مدلل اور مفصل طریقہ پر ذہن میں آجائیں گی۔ قرآن حکیم کا طرز بیان یہ ہے کہ ایک مسئلہ کو بار بار بیان فرماتے ہیں مگر ان کا سیاق اور سباق الگ ہوتا ہے اور ساتھ ہی ان کے دلائل بھی علیحدہ ہوتے ہیں ارشاد قرآنی ہے:۔

انظر کیف نصرف الایٰت لعلھم یفقھون (انعام ع ۶۵)

ترجمہ: آپ دیکھیں ہم کس طرح دلائل کو پھیر پھیر کر لاتے ہیں شاید کہ وہ سمجھ جاویں۔

قرآن حکیم کا طرز بیان یہ ہے کہ پہلے ایک بات کو بطور دعویٰ یا حکم کے فرماتے ہیں اور پھر اس پر دلیل لاتے ہیں، یہ دلائل سامعین کے لحاظ سے تین قسم ہیں۔ ایمان کا مرتبہ۔ تصدیق کا مرتبہ۔ علم میں استحکام کا مرتبہ قرآن کریم میں ان تینوں قسموں کو اپنے اپنے موقع اور محل پر بیان فرمایا کہیں تو فرمایا للمومنین اور کہیں فرمایا لقوم یوقنون اور کہیں لقوم یعقلون فرمایا۔ حضرت ابراہیم کا سوال سورہ بقرہ میں موجود ہے آپ نے احیاء موتیٰ کے متعلق جب مشاہدہ کی درخواست کی تو ارشاد فرمایا اَوَلَمْ تُؤْمِن جواب میں عرض کیا بَلٰی ولکن لیطمئن قلبی (بقرہ ع ۲۶۰) ایمان تو یقیناً ہے مگر یہ مشاہدہ کا سوال اطمینانِ قلب (یقین میں استحکام) کے لئے ہے۔ علیٰ ہٰذالقیاس حضرت عزیر علیہ السلام نے جب اپنی موت کے سو سال بعد دوبارہ حیات اور اپنے حمار کی بچشم خود دوبارہ زندگی کو ملاحظہ کر لیا۔ اور ساتھ ہی دیکھ لیا کہ ان کا کھانا اور پانی دونوں اسی حالت میں موجود ہیں تو عرض کیا اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر (بقرہ ع ۲۵۹) میں یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے یہ دلائل جو کسی حکم اور عقیدہ کو سمجھانے کے لئے قرآن حکیم نے دئیے ہیں ان کی مفسرین قرآن مجید نے آٹھ قسم فرمائی ہیں۔ ان کا سمجھنا ترجمہ اور تفسیر کے لئے نہایت ضروری ہے ان کی تشریح دلائل کے ساتھ لکھی جاتی ہے۔

دلیل عقلی (۱) اس کو سمجھنے سے پہلے اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ قرآنی دلائل سب عقلی بھی ہیں

Marfat.com

اور نقلی بھی، عقلی تو اس اعتبار سے ہے کہ قرآن مجید کا کوئی بھی حکم عقل سلیم کے خلاف نہیں۔ اور نقلی اس اعتبار سے ہیں کہ جو کچھ فرمایا سب امت نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر منجانب اللہ وحی کے طریقہ پر نازل ہوا۔ صرف سمجھانے کے لئے چند اقسام یوں فرمادے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی بھی دنیا میں نہ آتا اور کوئی بھی اس بات کا اعلان نہ کرتا کہ اے دنیا والو! تم سب مخلوق ہو اور تمہارا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ تب بھی انسانی عقل و بصیرت از خود بھی اس بات کا یقین کر لیتی کہ اس سارے کارگاہ عالم کا بنانے والا یقیناً کوئی ہے۔ اس اعتبار سے اس دلیل کو عقلی کہا گیا۔ اس کی مثال درج ذیل ہے۔

سورہ بقرہ آیت ۱۶۳ میں ایک عقیدہ کا اعلان فرمایا۔ وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ تم ان سب انسانوں کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے اب اس پر دلیل دیتے ہوئے فرمایا:۔

اِنَّ فی خلق السماوات والارض واختلاف اللیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماءٍ فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابۃٍ وتصریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض لاٰیٰتٍ لقومٍ یعقلون (۱۶۴)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کے بنانے، اور رات اور دن کے بدلنے اور اس کشتی میں جو چلتی ہے دریا میں نفع کی چیزیں لے کر اور جو اتارا اللہ نے آسمان سے پانی پھر زندہ کیا مردہ زمین کو اور پھیلائے اس میں سب قسم کے جانور اور ہواؤں کے پھیرنے میں اور بادل میں جو حکم کا تابع ہے آسمان اور زمین کے درمیان، ان میں نشانیاں ہیں عقل والی قوم کے لئے۔

یعنی ساری کائنات ارضی اور سماوی یہ سارا نظام عالم دلیل ہے کہ اس بات کی یہ نظام از خود نہیں چلتا اس کو یقیناً کوئی چلانے والا ہے اور وہی الٰہ واحد ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق یہود یہ کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے اور نصاریٰ یہ کہتے تھے کہ آں حضرت نصرانی تھے قرآن کریم نے دونوں کی تردید عقلی دلیل کے ساتھ کرتے ہوئے فرمایا:۔

Marfat.com

| | |
|---|---|
| یااھل الکتب لم تحاجون فی ابراھیم وما انزلت التورٰۃ والانجیل الامن بعدہٖ افلا تعقلون (آل عمران ۶۵) | ترجمہ اے کتاب والو! کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم علیہ السلام کے متعلق حالانکہ تورات اور انجیل تو ان کے بعد اتری کیا تم میں عقل نہیں۔ |

یعنی یہودی تو اس قوم کا نام ہے جو تورات کو مانتی ہے اور نصرانی اس قوم کا نام ہے جو انجیل کو مانتی ہے اور یہ دونوں کتابیں تورات اور انجیل تو ہر دو ابراہیم علیہ السلام سے بعد نازل ہوئی ہیں۔ اگر آج کوئی آدمی یہ کہدے کہ شاہ جہاں یا عالمگیر مسلم لیگ کا ممبر تھا یا نظام اسلام پارٹی کا رکن تھا تو لوگ یہ بات سن کر اس کو بے عقل ہی تو کہیں گے۔ عالمگیر کے زمانے میں ان کا وجود ہی کہاں تھا؟

دلیل نقلی (۲) اس دلیل سے مراد ارشادات خداوندی ہیں جو بواسطہ انبیاء علیہم السلام لوگوں تک پہنچے اس دلیل کو روز حشر میں خداوند قدوس نے اہل جہنم کے سامنے الزام پیش فرماتے ہوئے ارشاد فرماویں گے۔

| | |
|---|---|
| الم یاتکم رسل منکم یتلون علیکم ایت ربکم وینذرونکم لقاء یومکم ھذا قالوا بلی ولکن حقت کلمۃ العذاب علی الکافرین۔ (الزمر ع ۷) | ترجمہ کیا تمہارے پاس رسول نہ آئے تھے تم میں سے جو پڑھتے تھے تم پر تمہارے رب کی آیات اور تم کو اس دن کے ملنے سے ڈراتے تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں لیکن ثابت ہوا حکم عذاب کا کافروں پر |

یعنی انبیاء علیہم السلام نے بھی آکر احکام خداوندی بتائے توحید اور حشر اجساد و دیگر عقائد پر ایمان لانے کا حکم دیا مگر نافرمانوں نے تو عقل سے کام لیا اور نہ ہی بات کو سنا اس لئے جہنم رسید ہو گئے چنانچہ جہنمی اس دن ان دونوں دلائل کے انکار کا اقرار کریں گے ارشاد قرآنی ہے:۔

| | |
|---|---|
| وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحٰب السعیرہ (الملک ع ۱) | ترجمہ اور کہیں گے اگر ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو جہنمی نہ بنتے۔ |

کہ نہ تو سنا اور نہ ہی خود غور و فکر سے کام لیا چنانچہ اہل یقین اور اہل ایمان اس بات کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ جب داعی الی اللہ نے ہم کو ایمان کی طرف بلایا ہم نے فوراً اس کو قبول کر لیا۔ فرمایا۔

Marfat.com

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان امنوا بربکم فامنا (آل عمران ع۲۰ ۱۹۳)

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم نے ایک پکارنے والے کی پکار کو سنا جو ایمان کے لئے پکار رہا تھا کہ اپنے رب پر ایمان لے آؤ پس ہم ایمان لے آئے۔

ان دلیلوں کو بیان فرماتے ہوئے قرآن مجید کو کہیں تو الکتاب الحکیم فرمایا اور کہیں الکتاب المبین۔

دلیل آفاقی (۳) اللہ تعالیٰ نے آفاقِ عالم کو بھی بطور دلیل کے پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ سنریہم ایتنا فی الافاق وفی انفسھم حتیٰ یتبین لھم انہ الحق (حم السجدہ ع۶ ۵۳)

(ترجمہ) اب ہم دکھادیں گے ان کو اپنی قدرت کی نشانیاں دنیا میں اور خود ان کی جانوں (بدنوں) میں بھی۔

چنانچہ دوسرے دلائل کے ساتھ ساتھ آفاقِ عالم اور کائنات ارضی کے انقلابات پر نظر ڈالنے کا حکم بھی فرمایا:۔ قل انظروا ماذا فی السماوات والارض ارشاد فرمایا:۔

قد خلت من قبلکم سنن فسیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین

آل عمران ع۱۴ ۱۳۷

(ترجمہ) گذر چکے تم سے پہلے کئی دستور سو پھرو زمین میں پھر دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا۔

بلکہ بعض دلائل کی تصریح بھی فرمادی اہل مکہ سے قوم لوط کی بستیوں کا منظر دیکھنے کے متعلق فرمایا:۔

وماھی من الظلمین ببعید (ھود ع۷ ۸۳) (ترجمہ) اور یہ تباہ شدہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور تو نہیں۔

موت کے بعد دوبارہ زندگی پر آفاقی دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا:۔

حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقنٰہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات کذلک نخرج الموتیٰ لعلکم تذکرون ٥ والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لا یخرج الا نکدا کذلک نصرف الایت لقوم یشکرون ٥ (الاعراف ع۷ ۵۷)

(ترجمہ) یہاں تک کہ جب وہ اٹھالائیں بھاری بادل، ہانکا ہم نے ان کو مُردہ بستی کی طرف پھر اتارا ہم نے اس میں پانی۔ پس نکالا ہم نے پانی سے ہر قسم کے پھلوں سے، اسی طرح نکالیں گے مُردوں کو تاکہ تم دھیان کرو اور ستھری جگہ سے نکلتا ہے اس کا سبزہ اس کے رب کے حکم سے اور جو خراب ہے اس سے ردی ہی نکلتا ہے ہم پھیر کر [illegible]

مندرجہ بالا آیات میں چند مسائل اور حقائق بیان فرمائے۔

(۱) روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ ہوائیں بادل کو ہانک کر لاتی ہیں اور وہ وقت مقررہ پہ برس جاتا ہے

(۲) اس کے برسنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ہر قسم کے بیج جو زمین میں مدفون ہیں اور عام انسانوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ وہ زمین سے اُگ پڑتے ہیں۔

(۳) جو بیج اچھا تھا وہ اپنی اچھی کیفیت کے ساتھ اگتا ہے مثلاً گلاب کا پودا، اور برا بیج اسی کیفیت سے اگتا ہے جیسا کہ خاردار جھاڑیاں وغیرہ۔

ان آفاقی دلائل کا نتیجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کذلک نخرج الموتی یوں ہی ہم اس زمین سے مردوں کو زندہ کر کے نکالیں گے۔ نیک و بد، علیحدہ علیحدہ ہوں گے۔

اسی طرح حق و باطل کا نتیجہ اور اثر سمجھاتے ہوئے آفاقی دلیل بیان فرمائی ارشاد قرآنی ہے۔

انزل من السماء ماء فسالت اودیة بقدرھا فاحتمل السیل زبدا رابیا ومما یوقدون علیه فی النار ابتغاء حلیة او متاع زبد مثله کذلک یضرب الله الحق والباطل فاما الزبد فیذھب جفاء واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض کذلک یضرب الله الامثال

(الرعد ۱۷)

ترجمہ

اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر بہے نالے اپنے اپنے اندازہ سے پھر اوپر لے آیا وہ نالہ پھولا ہوا جھاگ اور پھر جس چیز کو دھونکتے ہیں آگ میں واسطے زیور کے یا اور اسباب کے اس میں بھی جھاگ ہے ویسا ہی۔ یوں ہی ٹھہراتا ہے اللہ تعالیٰ صحیح اور غلط مگر جو جھاگ ہے وہ تو خود بخود سوکھ کر ختم ہو جاتی ہے اور جو کام آتا ہے لوگوں کے وہ ٹھہرتا ہے زمین میں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بیان کرتا ہے مثالیں۔

ارشاد بالا میں چند باتیں مذکور ہیں:۔

(۱) آسمان سے بارش کا اترنا اور اس کا اثر

(۲) حق اور باطل کی مثال

(۳) اس کا نتیجہ حق خود بخود قائم رہتا ہے کسی کے مٹانے سے نہیں مٹتا اور باطل خود مٹ جاتا ہے جیسا کہ

Marfat.com

دوسری جگہ فرمایا:-

اِنَّ الباطل کان زھوقا (بنی اسرائیل ۸۱) کسی کے سہارا دینے سے باطل حق نہیں بن سکتا۔

اسی طرح حشر اجساد کے عقیدہ کو بھی افاقی دلیل کے ساتھ سمجھاتے ہوئے فرمایا:-

قال من یحی العظام وھی رمیم ○ قل یحیہا الذی انشاھا اول مرۃ وھو بکل خلق علیم ○ الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا فاذا انتم منہ توقدون ○ (یٰسٓ ۷۸ تا ۸۰)

ترجمہ: کہتا ہے کون زندہ کرے گا بوسیدہ ہڈیوں کو۔ آپ فرما دیجئے وہی جس نے بنایا ان کو پہلی مرتبہ اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے جس نے بنا دی تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پھر اب تم اسی سے سلگاتے ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ میں چند حقائق بیان فرمائے جن کی تردید نہیں ہو سکتی۔

(۱) آخر ان مردہ اور بوسیدہ ہڈیوں کو پہلی مرتبہ کس نے پیدا فرمایا۔ جو پہلی دفعہ پیدا فرماتا ہے جب کہ کچھ بھی نہ تھا تو اب دوبارہ کیوں پیدا نہیں فرما سکتا جب کہ ہڈیاں اور راکھ اور مٹی وغیرہ اسی بدن کے اجزاء موجود ہیں (۲) تم ایک چیز کو مردہ بے جان سمجھ کر یہ فیصلہ کرتے ہو کہ مردہ اور زندہ میں منافات ہے اس لئے یہ مردہ زندہ نہیں ہو سکتا تو بتاؤ آگ پانی میں منافات ہے یا کہ نہیں؟ یقیناً ہے آگ پر پانی ڈالدو تو وہ بجھ جاتی ہے مگر تم یہ دیکھتے ہو کہ وہی پودا جس کے بیج کو پانی سے تر شدہ مٹی میں بویا جاتا ہے پھر اس پودے کی نشو و نما پانی سے کی جاتی ہے اس پودہ پر سبز پتے اس کے آبی وجود پر روشن دلیل ہیں مگر پانی سے اُگنے والے اور پانی سے پلنے والے پودے کے لکڑیوں کو جب تم آگ لگاتے ہو تو وہ آگ نہ صرف قبول کرتی ہے بلکہ بھڑک اٹھتی ہے۔ اس منافاۃ کو دور کرنے والا خدا کیا اس پر قادر نہیں کہ وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کردے۔

نفسیاتی (۴) انسان کی عادت ہے کہ جب وہ کسی خوشی یا غم کی بات کو اپنے متعلق خیال میں لاتا ہے تو وہ اس پر جلدی اثر انداز ہوتی ہے اس کو نفسیاتی دلیل کہا جاتا ہے۔ قرآن کریم نے مسائل سمجھاتے ہوئے اس دلیل کا ذکر فرمایا ہے جس کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے نام پر اچھی اور بہتر چیز دینے کا حکم فرمایا اور ساتھ ہی یہ بات بھی سمجھادی کہ باد

Marfat.com

کسی ردّی اور غیر مناسب چیز کو لینا پسند نہیں کرتے اگر مجبوری ہو تو آنکھ بند کر کے لیتے ہو دل کی خوشی کے ساتھ اس کو نہیں لیتے تو پھر وہ خداوند قدوس جو غنی اور تمام صفات کے ساتھ موصوف ہے تم اس کے نام پر ردی اور غیر مناسب چیز دینے کی ہمت کرتے ہو فرمایا:۔

وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ (بقرہ ع ۲۶۷)

ترجمہ: اور تم خود کبھی اس کو لینے والے نہیں ہاں مگر یہ کر چشم پوشی کر جاؤ اس میں۔

(۲) ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے انسان کو سمجھایا کہ جس طرح تم اپنی آخری عمر میں اس بات کی تمنا اور خواہش کرتے ہو کہ تمہاری اولاد تمہارے حق میں نیک ہو تمہاری فرماں بردار ہو تو یہی خواہش اور تمنا تمہارے والدین کے دل میں بھی ہے وہ تم سے وہی امید وابستہ رکھتے ہیں جو تم نے اپنی اولاد سے وابستہ کر رکھی ہے۔ ارشاد فرمایا:۔

ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصالہ ثلاثون شھرا حتی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین ○ (الاحقاف ع ۱۵)

ترجمہ: اور ہم نے انسان کو حکم دیا ماں باپ کے ساتھ اچھے سلوک کا پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا بھی اس کو تکلیف سے، اور اس کا حمل میں رہنا اور اس کا دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہے یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی طاقت کو اور پہنچا چالیس سال کی عمر کو کہنے لگا اے میرے رب میری قسمت میں کر میں شکر کروں تیرے اس احسان کا جو تو نے مجھ پر کیا اور میرے ماں باپ پر کیا اور عمل کروں نیک جس سے تو راضی ہو اور نیک کر دے میری اولاد میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں فرماں بردار ہوں۔

نادار اور کمزور رشتہ داروں عام مساکین کے ساتھ حسن سلوک ان کی امداد اور ان کی تربیت کرنے کا حکم فرمایا اور ان کی لغزشوں پر فراخ دلی کے ساتھ درگزر کرنے اور معاف کرنے کا حکم فرمایا اور اس حکم یوں سمجھایا کہ جب تم یہ پسند کرتے ہو یہ چاہتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ جو ہر چیز پر

Marfat.com

قادر ہے اور تمہارا رب سب سے بڑا محسن ہے تم کتنی غلطیاں اور نافرمانیاں کرنے کے باوجود اس سے مغفرت اور بخشش کے طالب رہتے ہو تو تمہیں چاہئیے کہ تم بھی ان لوگوں کو اسی اللہ تعالیٰ کی مخلوق سمجھ کر ان پر رحم و کرم کرو۔ ارشاد فرمایا:۔

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربی والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم
(النور ع۲۲)

ترجمہ: اور قسم نہ کھائیں بڑائی والے اور کشائش رزق والے اس سے کہ دیویں رشتہ داروں کو اور مسکینوں کو اور مہاجروں کو جو اللہ کی راہ میں ہجرت کر کے آئے اور چاہیے کہ (کشائش والے) معاف کر دیں اور درگذر کر دیں۔ کیا نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے اور اللہ بخشنے مہربان ہے۔

قرآن مجید میں اکثر مقامات پر ایسے دلائل بیان فرمائے۔

جدلی (۵) ایسی دلیل پیش کرنا جس کو مقابل خود تسلیم کرے قرآن کریم نے ایسے دلائل سے تبلیغ ارشاد کا حکم فرمایا:۔

وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (النحل ع۱۲۵) (ترجمہ) اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو

توحید اور دوسرے عقائد کو بیان کرتے ہوئے اس طریق کو بھی ارشاد فرمایا:۔

ولئن سالتھم من خلق السموٰت والارض وسخر الشمس والقمر لیقولن اللہ فانی یوفکون° ولئن سالتھم من نزل من السماء ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا لیقولن اللہ قل الحمد للہ بل اکثرھم لا یعقلون
(العنکبوت ع۶۲)

ترجمہ: اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ کس نے بنائے آسمانوں اور زمین کو اور کام میں لگایا سورج اور چاند کو تو کہیں اللہ نے پھر کہاں سے الٹ جاتے ہیں۔ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کس نے اتارا آسمان سے پانی پھر زندہ کیا اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد تو کہیں گے اللہ نے آپ فرما دیں سب تعریفیں اللہ ہی کا حق ہیں لیکن بہت سے لوگ بے عقل ہیں۔

Marfat.com

اسی طرح دوسرے مقامات پر اسی طرح استدلال فرمایا کہ جب تم خود کہتے ہو کہ خالق اللہ تعالیٰ ہے آسمان سے بارش برسانے والا، آگ کی استعداد لکڑی میں پیدا کرنے والا۔ مادہ تولید سے تخلیق انسانی کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر تم اس کے ساتھ کسی غیر کو کیوں شریک بناتے ہو؟

عادی (۶) اس دلیل کو کہا جاتا ہے جو عادۃً صحیح ہو یعنی اس کا استعمال بطور عادۃ کے ہو جیسا کہ قرآن مجید نے تعدد آلھہ کے بطلان میں دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ لوکان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا (الانبیاء ۲۲)

یعنی جس طرح عادۃً یہ بات محال ہے کہ ایک ملک کے دو بادشاہ ہوں اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے تو وہ ملک تباہ اور برباد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ بات عادت کے طور پر محال اور ناممکن ہے کہ ایک آدمی اپنے ملک میں کسی بھی دوسرے کو برداشت نہیں کر سکتا اس لئے ایک ملک کے دو بادشاہ کبھی بھی اس ملک میں امن وامان قائم نہیں رکھ سکتے بلکہ ان کا آپس میں ذہنی اور فکری تضاد اس ملک کو تباہ کر ڈالتا ہے سورہ الروم میں فرمایا۔

وله المثل الاعلى فى السمٰوٰت والارض و هو العزيز الحكيم ضرب لكم مثلا من انفسكم هل لكم من ما ملكت ايمانكم من شر كاء فى ما رزقناكم فانتم فيه سواء تخافونهم كخيفتكم انفسكم كذلك نفصل الايٰت لقوم يعقلون (آیات ۲۷ و ۲۸)

ترجمہ

اور اسی کی مثال ہے سب سے بلند آسمانوں اور زمین میں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔ بیان فرمائی تمہارے لئے ایک مثال کیا ہے تمہارے لئے ان میں سے جن کے مالک ہیں تمہارے ہاتھ کوئی شریک ان چیزوں میں جو ہم نے تمہیں دی ہیں پس تم (اور وہ غلام) ان میں برابر کے شریک ہو؟ ان کا خطرہ ایسا ہی رکھو جیسا اپنوں کا خطرہ رکھتے ہو۔ اسی طرح کھول کر بیان کرتے ہیں ہم اپنی آیات عقلمندوں کے لئے۔

عادۃً بھی یہ بات محال ہے کہ کسی ملک عظیم میں دو معبود یا اس سے زیادہ ہوں اگر بفرض ایک سے زیادہ الٰھہ ہوتے تو یہ کائنات ارضی وسماوی ضرور تباہ و برباد ہو جاتی۔ کسی کا مقابل تو اسی وقت

Marfat.com

مستقل حیثیت کا مالک سمجھا جاتا ہے جب کہ وہ اپنے مقابل کے کسی تصرف کا مقابلہ کر سکے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے دعوئے معبودیت باطلہ کو شکست دینے کے لئے فرمایا۔

فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب فبھت الذی کفر (بقرہ ۲۵۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ تو لاتا ہے سورج کو مشرق سے پھر تو لے آ اس کو مغرب سے تب حیران رہ گیا وہ منکر

کہ اگر تو اپنے رب ہونے کا دعویٰ کچھ دلیل رکھتا ہے تو پیش کر کہ اللہ تعالیٰ کے نظام شمسی کے مقابلے میں اپنا نظام شمسی پیش کر، مگر وہ یوں نہ کر سکتا تھا لہذا شکست کھا گیا۔

بدیہی (۷) سے مراد وہ دلیل ہے جس کو ہر ایک انسان بلا کسی غور و فکر کے آسانی سے سمجھ سکے اگرچہ معبود برحق کی وحدانیت پر کئی دلائل ہیں بلکہ کائنات ارضی کا ذرہ ذرہ حسب قول ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

ففی کل شئی لہ ایۃ تدل علی انہ واحد

توحید باری تعالیٰ پر بالکل واضح دلیل ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:۔

اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ھل من شرکاءکم من یفعل من ذلکم من شئی سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون (الروم ۴۰)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا پھر تمہیں مارے گا پھر تمہیں زندہ کرے گا کیا تمہارے معبودوں میں سے کوئی بھی ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے وہ پاک ہے اور ان کے شریکوں سے بہت بلند ہے۔

لیکن سب سے زیادہ واضح جس کو ہم بدیہی کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہیں وہ انسان کی موت ہے کہ انسان اس طرح سے اپنی پوری طاقت اور ہر قسم کی احتیاطی تدابیر کے باوجود مرتے جاتا ہے انسانوں کا ہر قسم کے اقتدار اور اختیار کا دعویٰ کرنے کے باوجود اس کائنات سے مٹ جانا اس کی کھلی دلیل اور ناقابل انکار دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:۔

Marfat.com

ولکن اعبد اللہ الذی یتوفاکم (یونس ۱۰۴) ترجمہ۔ بلکہ میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں وفات دیتا ہے یعنی تم یہ تو مانتے ہو کہ ایک وقت آتا ہے تم پر موت واقع ہو جاتی ہے اور تم اس بات پر بھی یقین رکھتے ہو کہ موت تم خود نہیں لاتے اور نہ ہی تم موت کے لئے آمادہ ہوتے ہو بلکہ موت کو ٹالنے کے لئے ہزار ہا حیلے اور بہانے تلاش کرتے ہو مگر وہ موت تم کو پا لیتی ہے کیا یہ ناقابل انکار بدیہی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور وہی معبود برحق ہے۔ آفاقی دلائل کے لئے تفسیر کبیر کا مطالعہ مفید ہے۔

**(۸) اثبات المعقول بالمحسوس۔** قرآن مجید نے انسانوں کو اپنی بات سمجھنے کے لئے محسوس اشیاء میں غور و فکر کا حکم فرمایا۔ ارشاد قرآنی ہے:۔

ان فی خلق السماوات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیت لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا ویتفکرون فی خلق السموٰت والارض ربنا ما خلقت ھذا باطلا سبحٰنک فقنا عذاب النار (بقرہ ۱۹۱)

کائنات ارضی اور سماوی میں غور و فکر ان حقائق کو بھی سمجھا دیتا ہے جو انسان کا عقل قاصر نہیں سمجھ سکتا یہ قاعدہ عام ہے کہ کسی معنوی چیز کو محسوس چیز کے ساتھ سمجھایا جاتا ہے قرآن مجید نے عقائد اور دوسرے بعض مسائل میں کائنات کی محسوس اشیاء اور واقعات کو بطور دلیل کے پیش فرمایا۔ جیسا کہ انفاق فی سبیل اللہ کے اجر کا کئی گنا بڑھنا اس کو محسوس مثال کے ساتھ یوں سمجھایا:۔

| | |
|---|---|
| مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضعف لمن یشاء واللہ واسع علیم ○ (بقرہ ۲۶۱) | ترجمہ ان کی مثال جو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے ہیں ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ کہ اگائے سات بالیں ہر بال میں سو سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ جس کے واسطے چاہے بڑھاتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے۔ |

یعنی جب تم ایک بیج خود اپنے ہاتھ سے زمین میں بو دیتے ہو اور پھر وہ کچھ دیر بعد اُگتا ہے اور کبھی کبھی وہ سات بالیں (شاخیں) لے کر اگتا ہے اور ہر بال میں سو دانے ہوتے ہیں۔ تم نے صرف ایک بیج بویا مگر وہ قدرت خداوندی سے تھوڑی دیر کے بعد سات سو دانے لے کر اُگا بھوسہ وغیرہ اس کے

Marfat.com

علاوہ ہے جیسا کہ ہم خود دیکھتے ہیں ایک کاشتکار چند سیر بیج زمین میں بوتا ہے مگر پھر وہاں سے کئی من اناج اٹھاتا ہے۔ ہماری عقل اور دانش نے اس کو کبھی مشکل اور محال نہیں سمجھا تو پھر اس میں کیا استبعاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر مخلصانہ دینا سات سو سے زیادہ اجر و ثواب کو لے کر اللہ کے حضور سے فیض یاب ہوگا۔ اور اگر پہلی آیات کو ملا کر ان آیات میں تدبر کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ مثال محسوس حیات بعد از موت کو بھی واضح کر رہی ہے کہ جب تم خود ایک بیج کو مٹی میں دفن کر دیتے ہو تو بقول تمہارے مر جاتا ہے مگر وہی بیج کچھ زمانہ کے بعد اپنی تمام مخفی صلاحیتوں کو ظاہر کر کے اُگتا ہے تو اس میں کیا بات ناممکن ہے کہ قیامت کے دن انسان اپنے سب اعمال کے ساتھ جو آج کل نظروں سے اوجھل اور مخفی ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا۔ اسی طرح ایام ماہواری میں بیوی کے کا مباشرت سے منع فرمایا اور پھر اس کے ساتھ ہی یہ فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم وقدموا لانفسکم واتقوا اللہ (بقرہ ۲۲۳) | ترجمہ: تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں پس تم اپنی کھیتوں میں آؤ جیسے چاہو اور اپنے لئے آئندہ کی بھی تیاری کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ |

آیت مسطورہ بالا کئی احکام اور تعلیمات پر مشتمل ہے جن میں سے چند یہ ہیں:۔

الف۔ تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں غیر کی بیوی تمہاری کھیتی نہیں اس لئے اس کے ساتھ مباشرت کرنا عقلمندی نہیں کیا وہ عقلمند ہے جو دوسروں کی کھیتی کو پانی دیتا ہے اور اپنے باغ کو ویران کر ڈالے۔

ب۔ تمہاری بیویاں کھیتی ہیں۔ تو جس طرح تم اپنی کھیت میں بیج بونے سے پہلے اسے کوڑے کرکٹ وغیرہ سے صاف کرتے ہو پھر اس میں بیج بوتے ہو اسی طرح ایام ماہواری میں بیوی میل و کچیل میں ملوث ہے اس کو غسل کے ساتھ پاکیزہ ہونے دو۔

ج۔ کھیتی اسی جگہ اور اس حصہ زمین کو کہا جاتا ہے جو قابل زراعت ہو کیا کوئی نادان سیمنٹ اور کنکریٹ سے بنی ہوئی سڑک پر بیج بو کر اس کے اگنے کی توقع کر سکتا ہے۔ اسی طرح اپنی بیوی

Marfat.com

کے بدن کا وہ حصہ جو ناقابل تولید ہے اس میں اپنی خواہشات جنسی کی تکمیل کرنا سراسر غلطی اور بے وقوفی ہے۔

د۔ کھیتی میں محنت کرنا تو اسی لئے ہے کہ اس سے موقع پر وہ پھل ملے جس کی توقع ہے۔ اگر کوئی آدمی بے موسم اور بے موقع یا موسم ہی میں اپنی کھیتی میں محنت تو کرتا رہے مگر اس میں بیج نہ ڈالے تو اس کی محنت رائگاں ہی جائے گی اور اس کو کوئی بھی عقلمند اور سمجھ دار نہ کہے گا۔

(واللہ اعلم)

# مقاصد قرآن حکیم

ویسے قرآن مجید کا ہر ہر لفظ ہزارہا مقاصد پر مشتمل ہے اور یہ ابدی ہدایت کاملہ گوناگوں رموز نجات کا گراں بہا خزانہ ہے مگر سمجھانے کے لئے علماء کرام نے اس کے مضامین کو اجمالاً یوں فرمایا ہے جیسا کہ امام غزالی فرماتے ہیں سارا قرآن حکیم دو بنیادی امور پر مشتمل ہے اعتقاد۔ عمل اعتقادیات کو امام صاحب نے جواہر کے نام سے اور اعمال کو آپ نے درر کے نام سے تعبیر فرمایا ہے۔ امام صاحب اور دیگر علمائے قرآنیات کے ہاں اس تقسیم کا مبدء ارشاد قرآنی ایاک نعبد و ایاک نستعین ہے جس کی تفسیر میں حدیث قدسی یوں وارد ہے ھذا بینی و بین عبدی یعنی کچھ حقوق اللہ ہیں اور کچھ حقوق العباد ہیں۔ عام تفہیم کے لئے علمائے قرانیات نے ارشادات قرانی کے مندرجہ ذیل سات مقاصد بیان فرمائے ہیں۔ توحید۔ نبوت۔ معاد۔ احکام۔ وعد۔ وعید۔ قصص۔ مگر ہم طلبائے تفسیر کے سمجھنے کے لئے اس کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے:

تعلیمات قرآنی کا جوہر توحید ہے الحمد للہ سے لے کر رب الناس تک ساری تعلیم توحید ہی کی ہے اور یہی حکمت بعثت انبیاء علیہم السلام کی ہے فرمایا وما ارسلنا من قبلك من رسولٍ الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون (انبیاء ۲۵) مگر توحید اعتقادی اور پھر اس کی اطاعت میں اعمال صالحہ کی نشان دہی اور تشریح کے لئے نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے۔

Marfat.com

اگر ایمان بالرسالت نہ ہو تو ایمان باللہ باقی نہیں رہ سکتا جیسا کہ فرمایا و من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء) مگر ایمان باللہ تعالیٰ اور ایمان بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عقیدہ اور عمل کی حیثیت دینے کے لئے تبشیر اور تنذیر کی ضرورت ہے۔ تبشیر کے اجر کامل کا وقوع اور تنذیر کا عملی وقوع کامل جس دن ہوگا اس یوم الفصل، یوم الحساب پر ایمان لانا ضروری ہے اس لئے سارے مقاصد قرآنی کا خلاصہ توحید۔ نبوت۔ معاد سمجھا جائے اس کتاب معارف القرآن میں ان ہی کے ذیل قرآنی تعلیمات پیش کی جاتی ہیں:۔

**توحید باری تعالیٰ** قرآن حکیم نے توحید باری تعالیٰ کو نہایت ہی واضح طور پر بیان فرمایا شرک کی تمام اقسام کو جڑ سے اکھیڑتے ہوئے توحید باری تعالیٰ کے چار پہلو توحید ذاتی۔ توحید صفاتی توحید افعالی، توحید حکمی کو بیان فرمایا:۔

**نبوت**۔ قرآن حکیم نے ایمان بالنبوت عصمت نبوت اور خاتم النبیین کے بنیادی عقیدہ کو بیان فرمایا کہ انسان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے متعلق بازپرس ہوگی۔ امام ابن تیمیہ نے مفسر ابو العالیہ (ف ۹۳ھ) سے ارشاد قرآنی فوربک لنسئلنھم اجمعین عما کانوا یعملون (الحجر ۹۲) کی تفسیر میں نقل فرمایا ہے کہ دو باتوں کے متعلق ہر انسان سے بنیادی سوال ہوگا (۱) تو کس کی عبادت کرتا تھا (۲) جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی یا نہ؟ (معارج الوصول ص ۱۹۳)

**معاد** یعنی لوٹ کر دربار خداوندی میں پہنچنے کا خوف ہی انسان کو اطاعت کے لئے آمادہ کر سکتا ہے فرمایا۔ وھم من الساعۃ مشفقون (الانبیاء ع ۴)

**توحید**۔ قرآن کریم نے توحید کا جو عقیدہ پیش فرمایا وہ جامع اور مانع عقیدہ ہے۔ توحید کے تمام پہلوؤں کو واضح فرمایا۔ شرک کے تمام اقسام کی کھلی تردید فرمائی اس کا اجمال یہ ہے:۔

الف۔ توحید کی تبلیغ ہی تمام انبیاء علیہم السلام کی اساسی اور بنیادی تعلیم ہے فرمایا۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا (ترجمہ) اور ہم نے آپ سے پہلے بھی ہر پیغمبر کو یہی وحی کی

Marfat.com

نوحی الیہ انہ لاالٰہ الا انا فاعبدون ہ (ترجمہ) کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس صرف میری ہی عبادت کرو۔ (انبیاء ۲۵)

ب۔ توحید کے تمام اقسام کو علیحدہ علیحدہ بھی بیان فرمایا جیسا کہ توحید ذاتی کے متعلق فرمایا۔

قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَد (اخلاص ۱) آپ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ یکتا ہے۔ شرک فی الصفات کی تردید فرمائی کہ شرک دراصل صفات ہی میں پیدا ہو کر شرک فی الذات تک پہنچ جاتا ہے فرمایا۔

لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر الشوری ۱۱ — ترجمہ اس کی مانند کوئی چیز بھی نہیں اور وہ سننے دیکھنے والا ہے۔

ولہ المثل الاعلٰی فی السمٰوٰتِ والارض وھو العزیز الحکیم (الروم ۲۷) — ترجمہ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی شان اعلیٰ ہے اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے

فلا تضربوا للہ الامثال (النحل ۷۴) (ترجمہ) سو تم اللہ کے لئے مثالیں مت گھڑو۔

قرآن حکیم شروع ہی سے توحید صفاتی کو بیان فرمایا جیسا کہ سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت بالفاظ دیگر مصحف عثمانی کی ابتداء ہی ایمان بالصفات سے ہے فرمایا۔ الحمد للہ رب العلمین (فاتحہ ۱) فللہ الحمد رب السمٰوٰت والارض (الجاثیہ ۳۶) ولہ الحمد فی السماوات والارض (الروم ۱۸) اسی لئے شرک فی الاسماء کو علیحدہ بھی بیان فرمایا۔

وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا (الاعراف ۱۸۰)

شرک فی العبادۃ کی تردید کرتے ہوئے اس سے روکا فرمایا لا تعبدوا الا ایاہ (بنی اسرائیل ۲۳) ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا (کہف ۱۱۰) فایای فاعبدون (عنکبوت ۵۶) اور یہ بھی حکم فرمایا کہ اس بات کا اعتراف کرو کہ ہمارا معبود وہی واحد لاشریک ہے۔ فرمایا۔ ایاک نعبدُ (فاتحہ ۴)

توحید فی الافعال کو بیان فرمایا۔ لکن اللہ یفعل ما یرید (بقرہ ۲۵۳) فعالٌ لما یرید (البروج ۱۶) الا لہ الخلق والامر (اعراف ۵۴) اسی طرح افعال کا خالق اور متصرف بھی

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

وَاَنَّہٗ ھُوَ اَضْحَکَ وَاَبْکٰی وَاَنَّہٗ اَمَاتَ وَاَحْیَا (النجم ۴۳، ۴۴)

ترجمہ: اور وہی ہنساتا ہے اور رلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اور زندگی دیتا ہے۔

الذی خلقنی فھو یھدینی والذی ھو یطعمنی ویسقین واذا مرضت فھو یشفین (الشعراء ۷۸ تا ۸۰)

ترجمہ: اللہ وہی ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر وہی میری راہ نمائی کرتا ہے اور وہی مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب بیمار ہو جاتا ہوں مجھ کو شفا بخشتا ہے۔

توحید فی الحکم بھی قرآنی تعلیمات سے واضح ہے فرمایا ولا یشرک فی حکمہ احداً (کہف) سب سے بڑا حاکم اللہ تعالیٰ ہی ہے فرمایا الیس اللہ باحکم الحاکمین (والتین ۸) حضرت شاہ عبدالقادرؒ نے قرآن مجید کی سورہ الانعام آیت ۱۲۱ وان اطعتموہ انکم لمشرکون کی تفسیر میں فرمایا:-

"یعنی شرک فقط یہی نہیں کہ کسی کو سوائے خدا کے پوجے بلکہ شرک حکم میں ہے کہ اور کا مطیع ہو" شرک کی تمام اقسام کی تردید بوجہ اتم قرآن مجید نے فرمائی۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے اس وقت عرب میں خصوصاً اور ساری دنیا میں عموماً جو ادیان باطلہ پائے جاتے تھے سب کی تردید فرما کر توحید خالص کی دعوت دی۔

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصٰبئین والنصٰرٰی والمجوس والذین اشرکوا ان اللہ یفصل بینھم یوم القیٰمۃ ان اللہ علیٰ کل شیٔ شھید ۝ الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السمٰوٰت ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس ط وکثیر

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ مسلمان اور یہود اور صابی اور نصاریٰ اور مجوس اور مشرک ان سب کے درمیان اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز سے پورا واقف ہے کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کرتا ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور پودے اور چارپائے اور بہت سے انسان

Marfat.com

| | |
|---|---|
| حق علیہ العذاب ومن یھن اللہ فمالہ | بھی اور بہت سے انسانوں پر عذاب ثابت ہو چکا ہے |
| من مکرم ان اللہ یفعل ما یشاء الحج ۱۶-۱۸ | (بوجہ شرک کے) اور جسے (مشرک) کو اللہ تعالیٰ ذلیل کر دے |
| | (بوجہ شرک کے) اسے عزت دینے والا کوئی نہیں اللہ |

جو چاہے کرتا ہے۔

(ضروری) یہ آیات تلاوت کرتے وقت سجدہ تلاوت کریں۔

مندرجہ بالا اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو اس وقت کچھ لوگ تو دین ابراہیمی پر قائم تھے جن کی تعداد پانچ یا کم و بیش ہے ان میں سے ابوبکر صدیق رباب بن البراء الشنی، امیہ بن ابی الصلت، اسعد بن کرب الحمیری۔ ابوقیس بن صرمہ، زید بن عمر بن نفیل رضی اللہ عنہم کے اسماء متفق علیہا ہیں۔ امیۃ بن ابی الصلت کے تین اشعار تبرکاً درج ہیں۔

ترجمہ

| | |
|---|---|
| لک الحمد والنعماء والملک ربنا | فلا شیء اعلیٰ منک وامجد |
| ملیک علی عرش السماء مھیمن | لعزتہ تعنو الوجوہ وتسجد |
| علیک حجاب النور والنور حولہ | وانھار نور حولہ تتوقد |

(ابن المنیر ۱۲۷)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے زید بن عمرو بن نفیل کے مندرجہ ذیل اشعار نقل فرمائے ہیں۔

| | |
|---|---|
| عبادک مخطئون وانت رب | یکفیک المنایا والحتوم |
| اربا واحداً ام الف رب | ادین اذا تقسمت الامور |
| ترکت اللات والعزیٰ جمیعاً | کذالک یفعل الرجل البصیر |

ان کے سوا سب لوگ علیحدہ علیحدہ ادیان میں بٹے ہوئے تھے۔ جیساکہ

یہود، ابوالفرج کی رائے میں یہ قوم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پندرہ قرن پہلے مدینہ میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ مقریزی کی رائے ہے کہ گیارہ قرن پہلے سموئیل نبی کے دور میں یہ لوگ مدینہ اور اس کے قرب وجوار میں آ کر آباد ہوئے تھے ابن خلدون کی رائے ہے کہ یمن کے بادشاہ

Marfat.com

یوسف نے قرن خامس میں اس دین کو قبول کر لیا تھا اور بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ شاہ یمن ذونواس ۳۵۴ ق م نے جبراً لوگوں کو یہودی بنایا تھا۔ جب آپ مبعوث ہوئے تو اس وقت قبیلہ بنونضیر، بنوکنانہ، بنوحارث اور بنوکندہ یہودی تھے۔ ویسے تو یہودیوں کے کئی فرقے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد سے بارہ فرقوں کا ذکر تو قرآن مجید اور دوسری کتابوں میں موجود ہے۔ البتہ عقیدہ کے لحاظ ان کے دو فرقے بڑے ہیں۔ باقی ان کی شاخیں ہیں۔

سامریہ اور عزیریہ سامریہ اُن کی قدیم شاخ ہے یہ اسی سامری کی طرف منسوب ہے جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد قوم کے لئے بچھڑے کا بت بنا کر اسے الٰہ قرار دیا جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے:۔

| | |
|---|---|
| فکذلک القی السامری فاخرج لھم عجلا جسدا لہ خوار فقالوا ھذا الٰھکم والہ موسیٰ فنسی (طٰہٰ آیت ۸۷، ۸۸) | ترجمہ: پھر یہ نقشہ ڈالا سامری نے پھر بنا کر نکالا ان کے واسطے ایک بچھڑا دھڑ جو چلاتا گائے کی طرح کہنے لگے یہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے سو بھول گیا۔ |

قرآن حکیم نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| اِنَّ الذین اتخذوا العجل سینالھم غضب من ربھم و ذلۃ فی الحیٰوۃ الدنیا و کذلک نجزی المفترین (اعراف ع ۱۵۲) | ترجمہ: بے شک جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا ان کو پہنچے گا رب کا غضب اور ذلت اس دنیا کی زندگی میں (بھی) اور ہم اسی طرح جھوٹ باندھنے والوں کو سزا دیتے ہیں۔ |

دوسرا فرقہ ان کا عزیریہ ہے ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام خداوند قدوس کے بیٹے ہیں فرمایا:۔

وقالت الیھود عزیر ابن اللّٰہ (توبہ ۳۰) (ترجمہ) اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔

حضرت عزیر کو بیٹا کیوں بنا لیا گیا اس کے بارے میں قرآنی مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔

Marfat.com

کہ جب بخت نصر نے بیت المقدس جلایا اس میں تورات کا قلمی نسخہ جو صرف ایک ہی تھا وہ بھی جل گیا۔ اسی دوران حضرت عزیر علیہ السلام کا گذر اس مقدس بستی میں ہوا تو آپ نے اسے دیکھ کر اس کی اس قدر عظیم تباہی سے متاثر ہو کر یہ کہا:۔

انّٰی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا (بقرہ ۲۵۹) (ترجمہ) کہاں زندہ کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ اس کے مرنے کے بعد

اس کا مشاہدہ کرانے کے لئے نبی علیہ السلام پر موت طاری کر دی گئی آپ کو پورے سو سال کے بعد دوبارہ زندگی عطا ہوئی اور آپ اپنی قوم میں واپس تشریف لے آئے۔ (اس کا مفصل ذکر سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۸ میں ہے) آپ کی قوم یہ سمجھ بیٹھی تھی کہ عزیر علیہ السلام فوت ہو چکے ہوں گے۔ لیکن سو سال کے بعد آپ اس قوم میں پہنچے جس کی تیسری یا چوتھی نسل آباد تھی آپ نے فرمایا کہ میں عزیر ہوں جس کے متعلق تمہارے باپ دادا تم سے کہہ گئے ہیں قوم نے اس سارے قصے کو سن کر یقیناً تعجب کیا ہوگا۔

جب آپ نے اپنی سو سالہ موت کے بعد دوبارہ حیات کا ذکر فرمایا اور پھر تورات ساری زبانی سنا دی تو ایسی مسخ شدہ قوم کے لئے اس قدر کافی ہے وہ آپ کو خداوند قدوس کا بیٹا سمجھ بیٹھے۔ قرآن کریم نے ان کی تردید فرمائی:۔

| | |
|---|---|
| قالت الیھود عزیر ابن اللہ وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ الآیۃ (توبہ ۳۰) | ترجمہ: یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں مسیح اللہ کا بیٹا ہے ریس کرتے ہیں ان کی بات کی جو پہلے سے کافر ہو چکے ہیں ان کو اللہ مارے کہاں پھرے جاتے ہیں۔ |

یہود اور نصاریٰ نے لفظ ابن کا اطلاق اس قدر عام کر دیا تھا اور آج تک ان کی کتابوں میں موجود ہے کہ یہودی اور نصرانی اپنے آپ کو اللہ کا بیٹا کہتا ہے اور خدا کو باپ کہا جاتا ہے حالانکہ یہ تعبیر بھی غلط اور عقیدہ بھی غلط۔ ارشاد قرآنی ہے:۔

| | |
|---|---|
| وقالت الیھود والنصاریٰ نحن ابناء اللہ و احباءہ قل فلم یعذبکم بذنوبکم بل انتم | ترجمہ: اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے آپ ان سے پوچھیں پھر تم کو کیوں عذاب |

Marfat.com

بشر ممن خلق

(المائدہ ع ۱۸)

دیتا ہے تمہارے گناہوں پر (یہ بات غلط ہے) بلکہ تم تو انسان ہو اس کی مخلوق میں سے۔

قرآنِ حکیم نے عقیدہ ابویت کی تردید فرما کر خداوند قدوس کو ربّ کی حیثیت میں پیش فرمایا۔ قرآنِ حکیم میں سب انبیاء علیہم السلام کی دعوت میں ربوبیت پر ایمان لانے کا ذکر بھی موجود ہے۔

صابیین۔ صابی کون لوگ ہیں۔ ان کا عقیدہ کیا تھا امام ابو العالیہ نے فرمایا کہ یہ اہل کتاب ہی کا ایک فرقہ ہے جو زبور کو آسمانی کتاب تسلیم کرتے ہیں (بخاری) اہل کتاب کے ساتھ ان کا ذکر اس کی ایک وجہ ہو سکتا ہے مگر قرآنِ حکیم کی آیت سورہ انعام آیت ۱۵۶ سے صراحتہً معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے صرف دو ہی فرقے ہیں، یہود و نصاریٰ اور یہ صابی وہ قوم ہے کہ جو اجرام سماویہ کو پوجتے تھے۔ جیسا کہ تاریخ ملل قدیمہ میں ہے کہ متعدد قبائل علیحدہ علیحدہ اجرام کی عبادت کرتے تھے۔

| | | | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| معبود | [illegible] | [illegible] | سہیل | دبران | شعریٰ | عطارد | [illegible] | [illegible] |
| قبیلہ | [illegible] | لخم | طے | بنی تمیم | قیس | اسد | [illegible] | |

قرآنِ کریم نے واضح طور پر شمس و قمر کی پرستش سے روکتے ہوئے فرمایا:۔

لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للّٰہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون ○

(سورۃ السجدۃ ع ۳۷)

ترجمہ نہ سجدہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو اس اللہ کو جس نے ان کو پیدا کیا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

اور سورج کے طلوع سے پہلے، زوال کے بعد اور سورج کے غروب کے بعد نماز کا حکم فرمایا تاکہ عملاً کواکب پرستی کے خلاف اظہارِ نفرت اور اعلانِ ایمان بالتوحید کیا جائے فرمایا:۔

اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الیٰ غسق اللیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشھودا

(بنی اسرائیل ع ۷۸)

ترجمہ قائم رکھ نماز سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور قائم رکھ صبح کا قرآن پڑھنا بے شک صبح کا قرآن روبرو ہوتا ہے۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ اس باب میں قابل غور وفکر ہے بالفاظ قرآن مجید

فلما جن علیہ اللیل را کوکباً قال ھذا ربی فلما افل قال لا احب الافلین ہ فلما را القمر بازغاً قال ھذا ربی فلما افل قال لئن لم یھدنی ربی لاکونن من القوم الضالین ہ فلما را الشمس بازغۃ قال ھذا ربی ھذا اکبر فلما افلت قال یقوم انی بریٔ مما تشرکون

(الانعام از ۷۶ تا ۷۸)

ترجمہ

پھر اندھیری ہوئی آپ پر رات دیکھا تارا کہنے لگے (کیا) یہ میرا رب ہے پس جب غائب ہوگیا کہنے لگا میں پسند نہیں کرتا چھپ جانے والوں کو پس جب چاند کو چمکتا دیکھا تو کہا (کیا) یہ میرا رب ہے پس جب غائب ہوگیا تو کہنے لگا اگر پہلے ہی سے میرے رب نے میری راہ نمائی نہ کی ہوتی تو میں ضرور گمراہوں سے ہو جاتا پس جب سورج کو جھلکتا ہوا دیکھا تو کہا (کیا) یہ میرا رب ہے پس جب وہ بھی چھپ گیا تو اعلان کر دیا اے میری قوم میں ان سب سے بیزار ہوں جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو۔

**شعریٰ**۔ ستارے کے ساتھ عربوں کو زیادہ عقیدت تھی حوادث اور انقلابات میں اس ستارے کو مؤثر مانتے ہوئے اس کی عبادت کرتے تھے یہ ستارہ اپنے فلک میں عرضاً چلتا ہے جب کہ دوسرے ستارے طول میں چلتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید نے شعریٰ کا خصوصیت کے ساتھ نام لے کر اس کو بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق قرار دیا۔ فرمایا:۔

وَ اَنَّہٗ ھو رب الشعریٰ (النجم ۴۹) اور بے شک وہ شعریٰ کا بھی رب ہے

**نصرانیت**۔ یہ قوم بنی اسرائیل ہی کا ایک حصہ ہے جو لوگ حضرت مسیح ابن مریم کو اپنا رسول سمجھتے ہیں ان کو نصاریٰ کہا جاتا ہے اور یہ لقب انہوں نے خود اپنے لئے بنایا ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس وقت خطہ عرب میں نصاریٰ بھی موجود تھے۔ اکثر مورخوں کا خیال ہے کہ پولس نے حجاز عرب میں تبلیغ کی اور بعض نے کہا ہے کہ سب سے پہلے ان کا فرقہ جیکوبائٹ (یعقوبیہ) نجران میں آکر آباد ہوا۔ حجاز عرب میں نصرانی کیوں آکر آباد ہوئے اس کی وجہ مشہد یادری ایل بیعون جونس نے یہ بتائی ہے کہ "یہ مسیحی اکثر ظلم کے سبب اپنا ملک چھوڑ کر یہاں آگئے تھے" (اہل مسجد ۱۲)

Marfat.com

جب اسلام آیا تو اس وقت ربیعہ، غسان، حمیر، تنوخ، تغلب، قضاعہ، طئی، نجران، خیرہ یہ سب قبیلے عیسائی تھے خود بیت اللہ شریف میں اور بتوں کے ساتھ حضرت مسیح علیہ السلام کی تصویر بھی موجود تھی۔ مکہ مکرمہ میں ایک عیسائی فاضل ورقہ بن نوفل موجود تھا۔ یہودیوں کی طرح عیسائیوں کے بھی کافی فرقے ہیں مگر اصولی طور پر یہ تین بڑے فرقوں میں منقسم ہیں۔ ملکانیہ۔ نسطوریہ۔ یعقوبیہ

ملکانیہ تثلیث کے غیر مبہم طریقہ پر قائل ہیں۔ ان کے خیال میں حضرت مسیح، حضرت مریم علیہا السلام اور اللہ تعالیٰ کا مجموعہ مرکب الٰہ ہے صلیب مسیح اور کفارہ بھی ان ہی کا عقیدہ ہے۔

نسطوریہ یہ فرقہ نسطورس بادشاہ کے زمانہ میں ظاہر ہوا ان کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مستقل علیحدہ جسم تو ہے مگر روح القدس کی تجلی حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم پر اس طرح اثر انداز ہوئی جیسا کہ بلور پر سورج کی چمک اثر انداز ہوئی ہے۔

یعقوبیہ فرقے کا خیال ہے کہ روح القدس حضرت مسیح میں داخل ہوا جس سے حضرت مسیح خدا بن گیا۔ اس فرقہ کا بانی قسطنطنیہ کا راہب یعقوب الروغانی ہے۔

قرآن کریم نے ان سب فرقوں کی تردید فرمائی اور حضرت مسیح علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہونا بیان فرمایا۔ سورہ آل عمران اور سورہ مریم میں آپ کے حمل اور ولادت کو بیان فرمایا۔

ذٰلک عیسی ابن مریم قول الحق الذی فیہ یمترون ہ ماکان للہ ان یتخذ من ولد سبحنہ اذا قضی امراً فانما یقول لہ کن فیکون ہ

(آیت ۳۴ و ۳۵)

ترجمہ: یہ ہے مریم کا بیٹا عیسیٰ سچی وہ بات جس میں تم شک کرتے ہو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں اولاد کی۔ وہ پاک ہے وہ جب کسی کام کو چاہے پس اتنا ہی ہے کہ اسے کہتا ہے ہو پس وہ ہو جاتا ہے۔

سورۃ آل عمران آیت ۵۹ میں فرمایا۔

ان مثل عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون ہ

ترجمہ: بے شک عیسیٰ کی پیدائش کی کیفیت اللہ کے ہاں آدم کی طرح ہے یعنی اس کو مٹی سے بنایا پھر کہا ہو جا پس وہ ہو گیا۔

Marfat.com

اس عقیدہ کو کفر قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

| | |
|---|---|
| لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح بن مریم وقال المسیح یبنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم (المائدہ ۷۲) | ترجمہ بلا شبہ وہ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مریم کا بیٹا مسیح ہے۔ حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا اے بنی اسرائیل صرف اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی۔ |
| لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ وما من الٰہ الا الٰہ واحد (آیت ۷۳) | بلا شبہ وہ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے حالانکہ کوئی معبود نہیں مگر صرف ایک ہی۔ |

حضرت مسیح علیہ السلام کا بن باپ اس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت خصوصی سے پیدا ہونا اور کوئی وجہ امتیاز پیدا نہیں کرتا بلکہ آپ دوسرے رسولوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

| | |
|---|---|
| ما المسیح بن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ۔ (المائدہ ۷۵) | ترجمہ مریم کا بیٹا مسیح صرف رسول ہے (الٰہ نہیں) اس سے پہلے بھی کئی رسول ہو گذرے ہیں اور اس کی ماں پاک باز راستباز ہے۔ |
| ان ھو الا عبد انعمنا علیہ وجعلناہ مثلا لبنی اسرائیل ۰ ولو نشاء لجعلنا منکم ملائکۃ فی الارض یخلفون (زخرف ۵۹ و ۶۰) | وہ کیا ہے ایک بندہ ہے جس پر ہم نے فضل کیا (نبوت دی) اور کھڑا کیا اس کو بنی اسرائیل کے لئے اور اگر ہم چاہیں نکالیں تم میں سے فرشتے زمین میں تمہاری جگہ۔ |

فائدہ! یعنی عیسیٰ علیہ السلام میں آثار فرشتوں جیسے تھے اس سے معبود نہیں ہوتا۔ اگر چاہیں تو تمہاری نسل سے بھی ایسے لوگ پیدا کریں (موضح)

مجوس۔ یہ لفظ مگوس کا معرب ہے جس کا معنیٰ آتش پرست گبر اس کا بانی چھوٹے کانوں والا تھا میخگوش اس سے مگوش بن کر عربی میں مجوس رہ گیا۔

مجوسیت کا منبع تو فارس ہے۔ مگر عرب بھی ان سے شناسا اور واقف تھے ان کا جد اعلیٰ ساسان بن بابک بھی اپنے طریقہ پر حج بیت اللہ کیلئے آیا تھا ان کے نزدیک سات سیارے معبود ہیں جن کو

Marfat.com

سات ہیکل کی شکل میں بنا کر ان کا طواف کرتے تھے یہ ہیاکل بعد میں تین سو ساٹھ بتوں کی شکل میں تبدیل کر دئے گئے۔ ہو سکتا ہے سات ہیکل سات دنوں کے اعتبار سے ہوں اور تین سو ساٹھ بت تین سو ساٹھ دنوں کے اعتبار سے ہوں ہفتے کے سات دن سب دنوں مہینوں اور سال کا اصل ہیں اور تمام موسموں کا محیط سال ہے۔ سال کے دن تین سو ساٹھ ہیں۔ ہو سکتا ہے اسی مناسبت پر بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت بنائے گئے ہوں۔ مجوسیوں کے بڑے فرقے چار ہیں باقی سب ان کے اجزا اور انواع ہیں۔ زمزویہ۔ شمسیہ۔ زرادشتیہ۔ مزدکیہ۔ قرآن کریم نے ان سب اقسام کے مفصل تردید فرمائی ہے۔

زمزویہ۔ زیادہ یہی فرقہ مشہور ہے یہ دو الٰہ مانتے ہیں۔ ایک کو خالق خیر اور ایک کو خالق شر مانتے ہیں یزدان اور اہرمن ان ہی کی اصطلاح ہے۔ آگ کی پرستش کرتے ہیں آتش کدوں میں جاتے ہوئے منہ کو باندھ لیا کرتے تھے تاکہ سانس لینے کی وجہ سے آگ نہ بجھ جائے مونچھیں بھی اسی لئے بڑھایا کرتے تھے تاکہ سانس پر ضبط کر سکے۔ قرآن مجید نے جس طرح تعدد آلھہ کی تردید فرمائی اسی طرح دو الٰہ ماننے سے بھی روکا۔ ارشادِ قرآنی ہے:۔

وقال اللہ لا تتخذوا الھین اثنین انما ھواِلٰہ واحد فایای فارھبون (النحل ۵۱)

(ترجمہ) اور اللہ نے فرمایا نہ بناؤ دو معبود، معبود صرف ایک ہی ہے (اور وہ میں ہوں) پس مجھ ہی سے ڈرو۔

سورۃ الانعام میں اس فرقہ کی تردید فرماتے ہوئے خالقِ نور و ظلمت ایک ہی ذات کو قرار دیا۔ ارشادِ قرآنی ہے:۔

الحمد للہ الذی خلق السمٰوت والارض وجعل الظلمت والنور ثم الذین کفروا بربھم یعدلون (۱)

ترجمہ تمام تعریف اس اللہ کا حق ہے جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین اور بنائے اندھیرے اور روشنی پھر کافر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہیں۔

شمسیہ۔ ان کے ہاں سورج کی پرستش کی جاتی ہے یہ گروہ ہر نورانی چیز کو معبود سمجھتا ہے قرآن مجید نے نور اور خالق نور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کو قرار دیا ہے۔ ارشادِ قرآنی ہے:۔

Marfat.com

اللہ نور السماوات والارض (النور ۳۵) (ترجمہ) اللہ ہی آسمان اور زمین کو منور کرنے والا ہے

تمام نورانی اشیاء مخلوق خداوندی ہیں۔ فرمایا:-

والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ (اعراف ۵۴) ترجمہ اور سورج اور چاند اور ستارے اسی کے حکم سے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النہار وکل فی فلک یسبحون یٰس ۴۰ — نہ تو سورج کو یہ طاقت ہے کہ چاند کو پالے اور نہ رات دن سے پہلے آسکتی ہے یہ سب اپنے اپنے آسمان میں تیر رہے ہیں۔

وسخر لکم الشمس والقمر وسخر لکم اللیل والنہار (ابراھیم ۳۳) — اور کام میں لگا دئے گئے تمہارے واسطے سورج اور چاند ہمیشہ چلنے والے اور کام میں لگایا تمہارے لئے رات اور دن کو۔

جب چاند اور سورج نور اور ظلمت شریک الٰہ نہیں تو ان سے پیدا ہونے والے اثرات دن اور رات کس طرح معبود اور الٰہ بن سکتے ہیں۔ رومی اور یونانی مہینوں کی پرستش کرتے تھے جنوری یانوس سے بنایا گیا ہے یہ دو چہروں والے معبود کا نام تھا اور فروری (فبرایر) یونانیوں کے ہاں پاک کرنے والا معبود اور مارس (مارچ) قدیم یونانیوں کے ہاں جنگ کا دیوتا قرار دیا گیا تھا۔ اسی سے دنوں کی پرستش بھی بنالی گئی سن ڈے سورج کا دن اور منڈے (مون ڈے) چاند کا دن اسی دور ایام پرستی کی یادگار آج تک باقی ہے۔ قرآن کریم رات دن، ماہ اور سال، چاند اور سورج کی گردش وغیرہ سب نظام شمسی کو اللہ تعالیٰ کے تابع اور فرمان قرار دیا ہے۔

**زرادشتیہ** یہ فرقہ زردشت کی طرف منسوب ہے جو شاہ گشتاسف کے زمانہ میں گزرا ہے اس کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کو آزمرد کہا جاتا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ نبی تھا مگر قرآن کریم کسی خاص نام کے مسمیٰ کو نبی قرار نہیں دیتا جن انبیاء علیہم السلام کے اسماء گرامیہ قرآن مجید میں آئے ان کو تو تصریح اسم کے ساتھ نبی ماننا ضروری ہے اور کسی کو نام کی تصریح کے ساتھ

Marfat.com

نبی ماننا ضروری نہیں پھر جب اس کے پیروکاروں کے عقائد قرآنی عقائد کے خلاف ہوں یہ لوگ آگ کی پرستش کرتے ہیں آگ کو معبود سمجھتے ہیں۔ زردتشت کے متعلق تو تاریخ کا بھی بہت اختلاف ہے ادبیات ایران کے مشہور مستند مورخ براؤن نے یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ بعض لوگوں نے اس کے تاریخی وجود ہی سے انکار کیا ہے۔

قرآن مجید نے آگ کو مخلوق اور آگ کے مادہ ایندھن کو بھی اپنا مخلوق قرار دیا ارشادِ قرآنی ہے

| | |
|---|---|
| افرایتم النار التی تورون ○ ءانتم انشاتم شجرتھا ام نحن المنشئون ○ نحن جعلناھا تذکرۃ ومتاعاً للمقوین ○<br>(الواقعہ ا۷ تا ۷۳) | ترجمہ بھلا دیکھو وہ آگ جو تم سلگاتے ہو کیا تم نے اس کا درخت اگایا یا ہم اگاتے ہیں ہم نے اس آگ کو بنایا یاد دلانے کے لئے (دوزخ کی آگ) اور برتنے کی چیز ہے اور سب کے لئے خاص کر جنگل والوں کے لئے۔ |

"مزدکیہ" یہ فرقہ مزدک کی طرف منسوب ہے جس کو مزدک بھی کہا جاتا ہے یہ فرقہ زمرزیہ کے قریب ہے کیونکہ ان کے ہاں نور (یزدان) تو مختار مطلق ہے مگر ظلمت (اہرمن) غیر مختار ہے۔ نوشیروان عادل کا باپ قباد مزدک کا پیروکار بن گیا تھا مگر نوشیرواں ہی نے اس کو ۲۸ ۵ء یا ۲۹ ۵ء یا ۵۳۱ء کو قتل کر دیا تھا۔ گبن کی رائے میں اس کی کامیابی کا راز اشتراک زر۔ زن زمین میں تھا۔ قرآن حکیم نے اس کی تردید بھی فرمائی۔ ارشاد قرآنی ہے:۔

| | |
|---|---|
| اھم یقسمون رحمۃ ربک نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیٰوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجٰت لیتخذ بعضھم بعضا سخریا ○ ورحمۃ ربک خیر مما یجمعون ○<br>(زخرف ع ۳۲) | ترجمہ کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے رب کی رحمت ہم نے تقسیم کی ان کے درمیان ان کی زندگی گذارنے کی ضروریات اور بلند کئے بعض کے بعض پر (اس میں) درجے تاکہ بنالے ان میں سے بعض بعض کو کمیرا (کام کرنے والا) اور تیرے رب کی رحمت بہتر ہے اس سے جو وہ (اس طرح) جمع کرتے ہیں۔ |

مشرک۔ قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے

Marfat.com

شرک پایا جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی مگر قوم کی اکثریت اپنی بت پرستی پر اڑی رہی۔ ان بتوں کے نام قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ وُدّ۔ سواع۔ یغوث یعوق۔ نسر۔ بت پرستی ویسے ہی پتھر ٹھاکر مسجود نہیں بنائے جاتے تھے بلکہ وہ ایک خاص فلسفہ فکر کے مظہر ہوتے تھے۔ ان معبودات باطلہ کی تشریح مفسر القرآن شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمائی :-

۱- وُدّ - اللہ تعالیٰ کی محبت ذاتیہ کا مظہر بنایا گیا قوم نوح نے اس کو مرد کی شکل دی تھی جس کا میلان عورت کی طرف ہے۔ ہندوؤں کی اصطلاح میں اسی کا نام بشن اوتار ہے۔

۲- سواع۔ اللہ تعالیٰ کی صفت بقاء اور ثبات کا مظہر ہے۔ تدبیر عالم کے لئے اس کو پوجا گیا چونکہ امور خانہ داری کے نظم و نسق میں عورت کو امتیاز حاصل ہے اسی مناسبت پر اس کی شکل عورت کی تھی جس کو ہندو برہما کہتے ہیں۔

۳- یغوث۔ یہ قوت اور دفاع کا مظہر تھا اس کو گھوڑے کی شکل دی گئی تھی ہندو اس کو راندر کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عمان اور بحرین میں گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی ان کو اسعب دین کہا جاتا تھا۔ حجاز عرب میں ایک رسم تھی کہ بت کو گھوڑے پر رکھ کر جلوس نکالا کرتے تھے۔

۴- یعوق۔ حملہ آوری اور شجاعت کا مظہر تھا اس کی شکل شیر کی بنائی گئی تھی ہندو اس کو شیو کہتے ہیں۔

۵- نسر۔ قوم نوح نے اس کی شکل گدھ کی بنائی ہوئی تھی ہندوؤں کا ہنومان اسی کی طرح ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد بھی کچھ لوگ پھر شرک کی طرف مائل ہو گئے جن بتوں کے نام قرآن مجید میں آئے ہیں اور قرآن حکیم نے ان کی واضح تردید فرمائی ہے وہ درج ذیل ہیں :-

بَعل یہ شامیوں نے بنایا تھا ایک قدیم شہر بعلبک اسی کی طرف منسوب ہے امام رازی نے کہا ہے کہ یہ بت بیس گز اونچا تھا اور سونے کا تھا۔ حضرت الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور اس بت کی پرستش سے خصوصی طور پر رد کا سورۃ صٰفٰت میں ہے۔

Marfat.com

اتدعون بعلا وتذرون احسن الخالقین (ترجمہ) کیا تم پوجتے ہو بعل کو اور چھوڑتے ہو سب سے بہتر پیدا
اللہ ربکم ورب آباءکم الاولین (۱۲۳،۱۲۶) | کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کو جو تمہارا رب ہے اور تمہارے
پہلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم اور باپ کو خصوصیت کے ساتھ صنم پرستی سے روکا۔ قرآن مجید میں تفصیل سے یہ ساری بات موجود ہے آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اتتخذ اصناما الھۃ (الانعام ۷۴) (ترجمہ) کیا تو بتوں کو معبود سمجھتا ہے؟

اتعبدون ما تنحتون (الصافات ۹۵) | کیا ان کو پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت بھی عرب میں بت پرستی کا زور تھا جن بتوں کے نام قرآن مجید میں آئے ہیں وہ لات۔ منات۔ عزیٰ ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ان بتوں کی شکل عورت کی بنائی گئی تھی۔ لات اللہ کا مؤنث اور منات منان کا اور عزیٰ عزیز کا مونث بنایا گیا۔ قرآن حکیم نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا:۔

افرایتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ | ترجمہ بھلا دیکھو تم لات اور عزیٰ کو اور منات تیسری پچھلی کو
الاخریٰ الکم الذکر ولہ الانثیٰ (النجم ۱۹،۲۰) | کیا تمہارے لئے بیٹے اور اس کے لئے بیٹیاں

تاریخ قدیم سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی کئی بت خصوصی نظریات کی بنا پر تیار کئے گئے تھے اور ان کی پرستش کی جاتی تھی سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو توڑا اور توحید باری تعالیٰ کا اعلان فرمایا۔ اس کی پوری تشریح میرے مقالہ تاریخ الادیان فی الفاظ القرآن میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

لات۔ یہ مربع پتھر کا تھا طائف کا قبیلہ بنو ثقیف اس کا پجاری تھا مغیرہ بن شعبہ نے اس کو توڑا

عزیٰ۔ یہ سب بتوں سے زیادہ معزز سمجھا جاتا تھا ذات عرق سے نو میل کے فاصلہ پر نصب تھا قریش نے اس کے نام پر زمین وقف کی ہوئی تھی حضرت خالد نے اس کو توڑا۔

مناۃ۔ نام کے دو بت تھے ایک تو مکہ اور مدینہ کے درمیان سمندر کے کنارے نصب تھا

Marfat.com

حضرت علی نے اس کو توڑا اور دوسرا لکڑی کا تھا۔

**فائدہ!** قرآن حکیم میں بتوں کے دو نام آئے ہیں۔ صنم اور وثن صنم اس بت کو کہتے تھے جو انسانی شکل پر سونے چاندی پتھر سے بنا ہوتا تھا اور وثن جو صرف پتھر سے مرصع طریقہ پر بنایا جاتا تھا تاریخ ادیان میں تین الفاظ اور بھی آئے ہیں۔ لعیم وہ بت جو لکڑی سے بنایا جائے۔ دُمیہ جو مسالے سے تیار کیا جائے رجمہ پتھروں کا وہ ڈھیر جس کا طواف کرتے تھے۔ بعض قبائل حلوئی کا بت بنا لیا کرتے تھے بھوکا ہونے پر کھا بھی لیتے تھے (دول العرب ج ا ص ۱۳۱) اجمالی فہرست درج ذیل ہے۔

اساف۔ نائلہ۔ ہبل۔ خمار۔ مناف۔ ذوالخلصہ۔ سعد۔ ذوالکفین۔ ذوالشری۔ سعیر وغیرہا

قرآن کریم نے شرک کے متعلق سب سے کامل جو فیصلہ فرمایا وہ یہ ہے۔ ناقابل مغفرت اور سب اعمال ضائع و برباد۔

| | |
|---|---|
| ان الشرک لظلم عظیم (لقمٰن ع ۱۳) | (ترجمہ) بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔ |
| ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذالک من یشاء (النساء ع ۱۱۶) | یاد رکھو اللہ نہ بخشے گا یہ کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور بخش دے گا اس کے سوا جس کے لئے بھی چاہے۔ |
| و من یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر او تھوی بہ الریح فی مکان سحیق ہ (الحج ع ۳۱) | اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا پس گویا وہ گر پڑا آسمان سے پس اچک لے جاتے ہیں اس کو پرندے یا پھینک دیتی ہے اس کو سخت ہوا دور دراز جگہ میں۔ |
| ولو اشرکوا لحبط عنھم ما کانوا یعملون (انعام ع ۸۸) | اور اگر یہ شرک کریں ان کے سب عمل ضرور برباد ہو جائیں گے۔ |

ان اقسام شرک کے علاوہ اور بھی کئی اقسام تھے جن کی تردید قرآن مجید نے فرمائی ان میں سے ملائکہ پرستی بھی تھی فرشتوں کو شریک الوہیت بنا کر اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ قرآن کریم نے اس کی بھی تردید فرمائی۔

وجعلوا الملائکۃ الذین ھم عباد الرحمان اناثا (ترجمہ) اور بنایا ان کافروں نے فرشتوں کو جو اللہ کی عبادت

Marfat.com

اشھدوا خلقھم ستکتب شہادتھم و یسئلون (الزخرف ۱۹)

(ترجمہ) کرتے ہیں عورتیں کیا حاضر ہوئے تھے ان کی پیدائش کے وقت لکھی جاوے گی شہادت انکی اور ان سے پوچھا جائے گا۔

لن یستنکف المسیح ان یکون عبد اللہ ولا الملائکۃ المقربون (النساء ۱۷۲)

ہرگز انکار نہ کرے گا مسیح اس بات سے کہ وہ اس کا بندہ ہے اور نہ ہی انکار کریں گے وہ فرشتے جو مقرب بارگاہ ہیں۔

قرآن حکیم نے کئی مقامات پر فرشتہ پرستی کی تردید فرمائی۔ اور فرشتوں کو اپنی مخلوق فرماں بردار اور مطیع بندے قرار دے کر ان کو شریک الٰہ کرنے کی مذمت فرمائی۔

اسی طرح مشرکوں پر جنات کا رعب اس قدر طاری تھا کہ وہ ان کو غیب داں سمجھتے ہوئے ان کو شریک باری قرار دیتے تھے۔ قرآن کریم نے اس عقیدہ کی بھی تردید فرمائی۔ جیساکہ ارشاد قرآنی ہے۔

وجعلوا للہ شرکاء الجن وخلقھم وخرقوا لہ بنین وبنات بغیر علم سبحنہ وتعالی عما یشرکون (انعام ۱۰۱)

ترجمہ: اور بنائے ان لوگوں نے اللہ کے شریک جن حالانکہ اللہ نے ان کو پیدا کیا ہے اور گھڑ لئے اس اللہ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بغیر علم کے وہ اللہ پاک اور بالاتر ہے ان کے بنائے ہوئے شریکوں سے۔

جنات کے متعلق ان کا عقیدہ تھا کہ یہ غیب داں ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے دو باتوں کی نفی فرمائی:-

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذریت ۵۶)

(ترجمہ) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

یعنی انسانوں کی طرح جنات بھی میرے مخلوق ہیں اور میری عبادت کرتے ہیں، ان کے لئے بھی میرے احکام موجود ہیں۔ جیساکہ فرمایا:-

قل اوحی الی انہ استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرانا عجبا یھدی الی الرشد فامنا بہ ولن نشرک بربنا احدا وانہ تعالی جد ربنا ما اتخذ صاحبۃ ولا ولدا...... (الجن آیت نمبر ۱ تا ۳)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ سنا ایک جماعت جنوں کی پس کہا انہوں نے بے شک ہم نے عجیب قرآن جو کہ راہ نمائی کرتا ہے بھلائی کی طرف پس ہم ایمان لائے اس پر اب شریک نہ کریں گے اپنے رب کے ساتھ کسی کو۔

Marfat.com

اور بے شک بلند و بالا تر ہے شان ہمارے رب کی نہ بنائی اس نے بیوی اور نہ اولاد۔

وانا منا المسلمون ومنا القاسطون فمن اسلم فاولئک تحروا رشدا ۔ واما القاسطون فکانوا لجہنم حطبا ۔ (سورۃ الجن آیات ۱۴، ۱۵)

(ترجمہ) اور بیشک ہم میں سے بعض مسلمان ہیں اور ہم میں سے بعض ظالم ہیں پس جو اسلام لایا اس نے ہدایت کو تلاش کر لیا۔ اور ظالم تو جہنم کا ایندھن ہوں گے۔

جنات کو اپنے انبیاء علیہم السلام کا مسخر فرمایا خصوصاً سلیمن علیہ السلام سے ایسے واقعات کا صدور رہا جو جنوں کی معبودیت پر ضرب کاری ہیں جن سے ہویدا ہوتا ہے کہ جنات غیب دان نہیں جیسا کہ سورۂ سبا میں موجود ہے کہ حضرت سلیمن علیہ السلام پر موت طاری ہو گئی۔ اور جنات نہ سمجھ سکے بلکہ بیت المقدس کی تعمیر میں سرگرم عمل رہے۔ فرمایا:۔

فلما قضینا علیہ الموت ما دلھم علی موتہ الا دابۃ الارض تاکل منساتہ فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المھین (آیت ۱۴)

(ترجمہ) پس جب ہم نے مقرر کیا اس (سلیمن علیہ السلام) پر موت کو نہ خبردار کیا ان کو آپ کی موت پر مگر گھن کے کیڑے نے جو کھاتا تھا ان کا عصا۔ پس جب گر پڑا جانا جنوں نے کہ اگر غیب جانتے تو اس ذلیل عذاب میں نہ رہتے۔

علمائے تفسیر نے لکھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک سال اسی طرح اپنے عصا پر قائم رہے اور جنات نہ سمجھ سکے۔

دھریہ۔ شرک کے علاوہ دہریت بھی اس وقت خال خال موجود تھی یعنی کچھ لوگ سرے سے اس عقیدہ ہی کے خلاف تھے کہ اس کارگاہ عالم کا کوئی خالق اور مالک ہے شرک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ان لوگوں کا نظریہ یہ تھا کہ یہ نظام از خود یوں ہی چلا آرہا ہے اور چلتا رہے گا۔ جو دل میں آیا کر گذرتے تھے نہ حلال و حرام نہ جائز نا جائز کا عقیدہ اور خیال تھا ارشاد قرآنی ہے:۔

وقالوا ما ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یھلکنا الا الدھر وما لھم بہ من علم ان ھم

(ترجمہ) اور یہ کہتے ہیں کہ زندگانی (موت کے بعد والی) نہیں مگر صرف یہی دنیا کی زندگی مرنا جینا لگا رہتا ہے اور ہم کو ہلاک

Marfat.com

الا یظنون ○ (الجاثیہ ۲۴) نہیں کرتا مگر زمانہ، حالانکہ نہیں ان کا کچھ علم اس پر اور نہیں مگر وہ گمان ہی کرتے ہیں۔

قرآن حکیم نے توحید کامل کا خلاصہ اور جوہر سورۃ اخلاص میں فرما دیا۔

قل ھو اللہ احد ○ اللہ الصمد ○ لم یلد ولم (ترجمہ) اعلان کر دیجئے وہ اللہ یکتا ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ یولد ولم یکن لہ کفواً احد ○ نہیں جنا اس نے اور نہ وہ جنا گیا اور نہیں اس کے کوئی قبیلہ۔

فائدہ:۔ توحید کامل پر یقین اور اس اعتقاد کو قلب و نظر میں ہر وقت پیش رکھنے کے لئے اس سورۃ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ثلث القرآن یعنی قرآن کا ⅓ حصہ قرار دیا ہے مسلمانوں کی اکثریت اپنی ہر نماز میں اس سورۃ کو زیادہ پڑھتی ہے۔ واللہ الموفق

# نبوّت اور رسالت

تعلیمات قرآنی کے مقاصد میں دوسرا عظیم مقصد ایمان بالرسالت ہے۔ رسول اور نبی اس واسطے کا نام ہے جو انسانوں اور اللہ کے درمیان واسطہ ہوتا ہے بالفاظ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ رسول ایک رخ سے اللہ تعالیٰ سے نور ہدایت حاصل کرتا ہے اور دوسرے رخ سے اس نور ہدایت کو عالم انسانیت میں پھیلاتا ہے۔ قرآن کے الفاظ میں نبی اور رسول کا لفظ ایک دوسرے پر بولا ہے جیسا کہ ارشاد قرآنی میں ایک ہی ذات کو رسول بھی فرمایا گیا اور نبی بھی۔ جیسا کہ فرمایا:۔

واذکر فی الکتب اسمٰعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولاً نبیاً ○ (مریم ۵۴) نزول قرآنی کے وقت نبوت اور رسالت کے متعلق دو قسم کے خیالات موجود تھے ایک تو یہ کہ نبوت اور رسالت کوئی چیز نہیں نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول۔ اور دوسرا یہ تھا کہ نبوت اور رسالت انسان کے منافی ہے۔ اگر فرشتہ نبی ہوتا تو ہم مان لیتے۔ قرآن حکیم نبوّت کے مسئلہ پر تفصیلی ارشادات فرمائے جن کا تجزیہ یوں کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

سبق میں نے ضرورت و اہمیت نبوت پھر اس میں منکرین نبوت اور رسالت کے مختلف نظریات کی تردید کی ۔ آیات سے مضمون میں ۔۔۔



(۱) ضرورت نبوت و رسالت (۲) نبی کا انسان ہونا (۳) مقام نبوت و رسالت
(۴) اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کی فہرست (۵) ختم نبوت۔

# "ضرورت نبوت و رسالت"

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ اس کرۂ ارضی کے لئے بنا کر بھیجا ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا۔ کہ انسانی بدن کے تقاضے اور اس کی ضروریات اسی کرۂ ارضی میں موجود ہوں گی فرمایا:۔

ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین (بقرہ ۳۶) ترجمہ اور تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنا ہے اور برتنا ہے وقت مقررہ تک۔

لیکن جس طرح انسان اپنے بدن کی اصلاح اور اس کی بقاء کے لئے ضروریات کا محتاج ہے اسی طرح انسان اپنے جوہر انسانیت کے لئے جس کی وجہ سے انسان خلیفۃ اللہ قرار پایا۔ دوسری ضروریات کا بھی محتاج ہے۔ خداوند قدوس نے ضروریات بدنی کے لئے زمین میں صلاحیت رکھ دی آسمانی ابر کرم سے وہ ترو تازگی کے ساتھ انسانیت کی تربیت اور نشوونما کرتی ہے اسی طرح خداوند قدوس نے آسمانی ہدایت کو انسان کی راہنمائی کے لئے نازل فرمایا۔ قرآن حکیم نے ان دونوں تربیتوں کو یکجا ذکر فرمایا۔ ارشاد قرآنی ہے (سورۃ النحل آیت ۶۴، ۶۵)

وما انزلنا علیك الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدی ورحمة لقوم یومنون ○ واللہ انزل من السماء ماءً فاحیا بہ الارض بعد موتھا ان فی ذلك لایة لقوم یسمعون ○

(ترجمہ) اور ہم نے آپ پر کتاب اس لئے اتاری کہ آپ ان کے لئے بیان کریں وہ باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور یہ کتاب ہدایت اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی اتارا پس اس کے ساتھ زندہ کیا زمین کو اس کے مرنے کے بعد اس میں نشانی ہے سننے والی قوم کے لئے۔

چنانچہ قرآنی تعلیمات کے مطابق سب سے پہلا انسان حضرت آدم علیہ السلام ہے اور سب سے پہلا

Marfat.com

نبی اور رسول بھی حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا گیا۔ ان اللہ اصطفٰی آدم (آل عمران ۳۳) جس کی واضح حکمت یہی معلوم ہوتی ہے کہ انسانیت کے لئے روز اول سے رسالت اور نبوت کی پیروی لازمی قرار دی گئی ہے۔ اگر رسولوں کا سلسلہ قائم نہ ہوتا اور نبوت کی ضرورت نہ رہتی تو گمراہ انسان اللہ تعالیٰ کے حضور یہ عذر پیش کر کے اپنے آپ کو سزا سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے۔ ارشاد قرآنی ہے :-

ولولا ان تصیبھم مصیبۃ بما قدمت ایدیھم فیقولوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولاً فنتبع آیاتک ونکون من المومنین (القصص ۴۷)

ترجمہ اور اگر نہ ہوتا یہ کہ (جب) پہنچے ان کو مصیبت ان کے اعمال کی وجہ سے پس کہیں گے اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف رسول پس ہم پیروی کرتے تیرے حکموں کی اور ہو جاتے ایمان والوں سے

رسولوں اور نبیوں (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انسانوں کو ہدایت کے راستے بتلائے اور ان کو نیکی، بدی کے نتائج سے آگاہ اور خبردار کیا۔ تاکہ مواخذہ پر لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ ان کے سامنے ہدایت اور گمراہی کی نشان دہی کرنے کے لئے کوئی گروہ نہیں آیا تھا ارشاد قرآنی ہے :-

رُسلاً مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل وکان اللہ عزیزاً حکیماً ○ (النساء ۱۶۵)

ترجمہ یہ رسول بشارت دینے والے (فرماں برداروں کو) اور ڈر سنانے والے (نافرمانوں کو) تاکہ نہ رہے لوگوں کا اللہ پر کوئی عذر اعتراض رسولوں کے آجانے کے بعد اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے

نبوت اور رسالت کے متعلق قرآنی تعلیم یہ ہے کہ یہ منصب کسبی نہیں بلکہ وہبی ہے جس پاکیزہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے چاہا نبوت اور رسالت کے اعزاز سے نوازدیا ارشاد فرمایا :-

اللہ یجتبی الیہ من یشاء (الشوریٰ ۱۳) (ترجمہ) اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف جس کو چاہتا ہے

اللہ تعالیٰ نبوت اور رسالت کے عطا کرنے میں حکیم ہے اور اس انتخاب میں کہ جس کو نبی اور رسول بنایا وہ باخبر اور باعلم ہے فرمایا :-

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (انعام ۱۲۴) (ترجمہ) اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنا پیغام بھیجنا رکھتا ہے

Marfat.com

منکرین نبوت اور رسالت کے مختلف نظریات کو قرآن مجید نے نقل فرما کر ان کی تردید فرمائی۔ جیسا کہ: ایک نظریہ یہ تھا کہ آسمانی ہدایت کا نزول کسی پر بھی نہیں ہوا۔ جیسا کہ اقوام سابقہ میں یہ کہا گیا:-

| | |
|---|---|
| ما انزل اللہ علی بشر من شیئٍ (الانعام ۹۲) | ترجمہ: نہیں اتارا اللہ تعالیٰ نے کسی بندے پر کچھ بھی |
| ما انزل الرحمٰن من شیئٍ (یٰس ۱۵) | نہیں اتارا رحمٰن نے کچھ بھی |

دوسرا یہ اعتراض تھا کہ نبی انسان نہ ہونا چاہیئے اپنے انکار کی وجہ یہ بھی بیان کی۔

| | |
|---|---|
| ذلک بانہ کانت تاتیھم رسلھم بالبینٰت فقالوا ابشر یھدوننا فکفروا وتولوا (تغابن ۶) | ترجمہ: یہ اس لئے کہ آتے تھے ان کے پاس ان کے رسول کھلے کھلے حکم لے کر پس کہا انہوں نے کیا انسان ہماری راہ نمائی کریں گے پس کافر بنے اور منہ موڑ لیا |

تیسرا یہ کہ نبی اپنی ہی قوم کا ایک فرد نہ ہو جیسا کہ قوم صالح علیہ السلام نے کہا:-

| | |
|---|---|
| فقالوا ابشرًا منا واحدًا نتبعہ انا اذًا لفی ضلالٍ وسعرٍ ۰ (القمر ۲۵) | ترجمہ: کہا انہوں نے کیا ہم پیروی کریں اپنے میں سے ایک آدمی کی اس وقت تو ہم گمراہی اور جنون میں ہو جائیں گے۔ |

چوتھا یہ کہ نبوت اور رسالت سرمایہ داری طرز پر کسی سرمایہ دار کو دی جائے اہل مکہ نے کہا تھا۔

| | |
|---|---|
| وقالوا لولا نزل ھذا القراٰن علیٰ رجلٍ من القریتین عظیم الزخرف ۳۱ | ترجمہ: اور کہا انہوں نے کیوں نہیں اتارا گیا یہ قرآن ان دو بستیوں کے کسی بڑے سرمایہ دار پر۔ |

جب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پیغام توحید لے کر مصر لوٹے تو فرعونیوں نے انکار کرتے ہوئے یہ بھی کہہ دیا تھا:-

| | |
|---|---|
| فقالوا انؤمن لبشرین مثلنا وقومھما لنا عابدون المومنون ۴۷ | ترجمہ: پس کہا انہوں نے کیا ایمان لے آئیں ان دو انسانوں کے کہنے پر اور ان کی قوم تو ہماری عبادت کرنے والی (غلام) ہے۔ |

قرآن کریم نے ان سب اعتراضات اور من گھڑت خدشات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:-

Marfat.com

وما ارسلنا قبلک الا رجالاً نوحی الیھم (انبیاء ۷)

ترجمہ: اور نہیں بھیجے ہم نے آپ سے پہلے مگر مرد ہی وحی کی ہم نے ان کی طرف۔

وقالت لھم رسلھم ان نحن الا بشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء (ابراھیم ۱۱)

اور کہا ان سے ان کے رسولوں نے نہیں ہیں ہم مگر بشر تم جیسے لیکن احسان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے

ولقد ارسلنا رسلاً من قبلک وجعلنا لھم ازواجاً و ذریۃ (الرعد ۳۸)

اور بے شک ہم نے بھیجے آپ سے پہلے رسول اور بنائیں ان کے لئے بیویاں اور اولاد

# "تحفظ تاریخ نبوت"

قرآن کریم نے سب انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے کا حکم دیا ارشاد فرمایا۔

فامنوا باللہ ورسولہ (النساء ۱۷۱)

ترجمہ: پس ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر۔

کل امن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ لانفرق بین احد من رسلہ (بقرہ ۲۸۵)

یہ سب ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے سب رسولوں پر (یہ کہتے ہیں) کہ ہم فرق نہیں کرتے کسی ایک میں بھی اس کے رسولوں میں

والذین امنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولئک سوف یوتیھم اجورھم وکان اللہ غفوراً رحیماً (النساء ۱۵۲)

اور وہ جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور نہ فرق کیا انہوں نے ان رسولوں میں سے کسی ایک میں بھی ان کو ضرور دے گا اللہ تعالیٰ ان کے اجر و ثواب اور اللہ تعالیٰ (ملکی کمزوریوں پر) بخشنے والا مہربان ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت عمومی ہے کوئی علاقہ ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی اور رسول (علیہم السلام) کو نہ بھیجا ہو

ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر (فاطر ۲۴) ترجمہ۔ ہر امت میں ڈر سنانے والا گزرا ہے

مگر ان کی مجموعی اور حتمی تعداد کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ارشاد قرآنی ہے:۔

Marfat.com

| | |
|---|---|
| ولقد ارسلنا رسلاً من قبلك منهم من قصصنا علیك ومنهم من لم نقصص علیك (المؤمن ۷۸) | ترجمہ: بے شک بھیجا ہم نے رسولوں کو آپ سے پہلے ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال ہم نے بیان کیا آپ پر اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کا حال بیان نہیں کیا آپ پر۔ |

(نوٹ) قرآن حکیم نے بعثت انبیاء کی زمانی اور مکانی تفصیل کو بیان فرمایا مگر مسیحی علماء میں سے آج بعض کا نظریہ یہ ہے کہ :-

"کتاب پیدائش میں آفرینش عالم سے وفات یوسف (علیہ السلام) تک عبرانیوں کے ہاں کی فرضی روایات موجود ہیں یہ کہنا تو زیادتی ہے کہ ان انسانوں کی کوئی تاریخی اصلیت سرے سے ہے ہی نہیں۔ ابراہیم۔ یعقوب۔ یوسف جو عموماً قبائلی دیوتا سمجھے گئے ہو سکتا ہے واقعی اشخاص رہے ہوں لوط سے مراد علاقہ موآب اور خود حضرت ابراہیم سے مراد فلسطین و شمال عرب ہیں۔ نوح سے لے کر یعقوب تک فرضی و خیالی ہیں غالب خیال یہ ہے کہ ابراہیم کی جو سوانح عمری کتاب پیدائش میں درج ہے افسانوی ہی ہے" (ڈکشنری آف دی بائبل صفحہ ۱۹۹ و صفحہ ۲۰۰)

قرآن کریم مصدق بھی ہے اور مہیمن بھی یعنی انبیاء سابقین کی نبوت کی تصدیق کرنے والا اور ان کی نبوتوں کا محافظ ہے۔ قرآن حکیم نے انبیاء کرام میں سے بعض کے نام زمانہ بعثت اور ان کی قوم کی پوری تشریح فرما دی ہے۔

| | |
|---|---|
| اِن اللہ اصطفیٰ آدم ونوحاً وآل ابراھیم وال عمران علی العلمین ذریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم (آل عمران ۳۴) | ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کی اولاد کو اور عمران کی اولاد کو جہان والوں پر اولاد تھے بعض بعض کے اور اللہ سننے والا ہے جاننے والا ہے۔ |
| انا اوحینا الیك كما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ واوحینا الی ابراھیم واسماعیل واسحاق ویعقوب والاسباط و عیسٰی وایوب ویونس وھارون وسلیمان و | بے شک ہم نے وحی کی آپ کی طرف جیسا کہ وحی کی نوح کی طرف اور نبیوں کی طرف اس کے بعد اور ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان |

Marfat.com

آتینا داؤد زبوراً ورسلاً قد قصصنٰهم
علیك من قبل ورسلاً لم نقصصهم
علیك وکلم الله موسیٰ تکلیماً ۰
(النساء ۱۶۳)

ترجمہ: اور وحی بھیجی ہم نے ... کی طرف اور دی ہم نے داؤد کو زبور اور کچھ رسولوں کا حال
ہم نے بیان کیا آپ پر پہلے اور کچھ رسولوں کا حال
نہیں بیان کیا آپ پر، اور کلام کی موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کے
ساتھ کلام کرنی۔

وتلك حجتنا آتینٰها ابراهیم علی قومه
نرفع درجٰت من نشاء ان ربك حکیم
علیم ۰ ووهبنا له اسحٰق ویعقوب کلاً
هدینا ونوحاً هدینا من قبل ومن ذریته
داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسیٰ
وهارون وکذٰلك نجزی المحسنین ۰
وزکریا ویحیٰی وعیسیٰ والیاس کل من الصٰلحین ۰
واسمعیل والیسع ویونس ولوطاً وکلا فضلنا
علی العٰلمین (انعام ۸۳ تا ۸۷)
واسماعیل وادریس وذا الکفل کل من
الصٰبرین (الانبیاء ۸۵)

اور یہ ہماری دلیل تھی جو ہم نے دی ابراہیم کو اس کی قوم پر
بلند کرتے ہیں درجے جس کے چاہیں بے شک تیرا رب
حکمت والا اور علم والا ہے۔ اور بخشا ہم نے اس کے (بیٹا)
اسحٰق اور (پوتہ) یعقوب سب کو ہم نے راہ چلایا ابراہیم کی
اولاد سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور موسیٰ اور ہارون
کو اور اسی طرح بہتر بدلہ دیا کرتے ہیں مخلصوں کو اور راہ پہ
چلایا زکریا اور یحیٰی اور عیسیٰ اور الیاس کو یہ سب
نیک بخت تھے اور اسماعیل کو اور الیسع اور یونس اور
لوط اور سب کو فضیلت دی ہم نے سب جہانوں پر۔
اور اسماعیل کو اور ادریس کو اور ذوالکفل کو یہ سب
صابر تھے۔

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی بعثت کو علیحدہ علیحدہ بیان فرمایا جیسا کہ:۔

واذکر فی الکتٰب ادریس انه کان صدیقاً
نبیاً ورفعنٰه مکاناً علیاً ۰ (مریم ۵۶)
والی مدین اخاهم شعیباً (هود ۸۴)
الی عاد اخاهم هوداً (اعراف ۶۵)
الی ثمود اخاهم صالحاً (" ۷۳)

ترجمہ: اور ذکر کیجئے کتاب میں ادریس کا وہ راست باز نبی تھا اور
اٹھا لیا ہم نے اس کو اونچے مکان پر۔
اور مدین کی طرف بھیجا ان کے بھائی شعیب کو۔
اور قوم عاد کی طرف بھیجا ان کے بھائی ہود کو۔
اور قوم ثمود کی طرف بھیجا ان کے بھائی صالح کو۔

Marfat.com

| | ترجمہ |
|---|---|
| ارسلنا نوحاً الیٰ قومہٖ نوح ع۱ | بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا |
| رسلناہ الیٰ مائۃ الفٍ او یزیدون (والصّٰفّٰت ع۱۴۷) | اور بھیجا ہم نے (یونس) اس کو ایک لاکھ کی طرف یا اس سے زیادہ کی طرف |
| محمد رسول اللہ الفتح ع۲۹ | محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وسلم |

فائدہ ضروری۔ متذکرہ بالاآیات اور اسی مضمون کی دوسری آیات میں غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں جن نبیوں کے نام صراحۃً آئے ہیں ان کی تعداد پچیس ہے۔ یعنی

محمد۔ آدم۔ نوح۔ ادریس۔ ابراہیم۔ لوط۔ اسماعیل۔ اسحٰق۔ یعقوب۔ یوسف۔ یحییٰ۔ الیاس صالح۔ ہود۔ داؤد۔ سلیمان۔ ایوب۔ ذوالکفل۔ الیسع۔ زکریا۔ موسیٰ۔ ہارون۔ یونس۔ شعیب۔ عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ان انبیاء کرام میں سے چار کے نام دو دو آئے ہیں۔ یعنی یعقوب اور اسرائیل، یونس اور ذوالنون، عیسیٰ اور مسیح، محمد اور احمد صلی اللہ علیہم وسلم اس لئے جس طرح جملہ انبیاء علیہم السلام پر اجمالی ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح ان متذکرہ بالا انبیاء کرام پر ان کے ناموں کی تصریح کے ساتھ ایمان لایا جائے۔ علامہ جلال الدین سیوطی اور شیخ احمد سجاعی مصری نے اس موضوع پر علیحدہ رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔

مقام رسالت۔ ایمان بالرسول کے لئے اس بات کا جاننا بھی نہایت ضروری ہے کہ رسول علیہ السلام صرف ایک مصلح، مبلغ اور ریفارمر ہی نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام خداوند علیم و خبیر کے منتخب کردہ خوش بخت پاکیزہ انسان ہیں۔ مقام نبوت میں مندرجہ ذیل باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

ال) نبی علیہ السلام کا اپنی نبوت، رسالت اور تعلیم پر ایمان لانا اور یقین رکھنا ضروری ہے۔ ارشاد فرمایا۔

امن الرسول بما انزل الیہ من ربہٖ (بقرہ ع۲۸۵) (ترجمہ) ایمان لایا اللہ کا رسول اس ہدایت پر جو اتاری گئی اس پر اللہ کی طرف سے۔

ب) نبی علیہ السلام کو اپنے نظریے اور تعلیم کی صحت پر یقین کامل ہوتا ہے وہ کسی کے بہکانے میں نہیں آ سکتے۔ ارشاد فرمایا۔

علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی (یوسف ع۱۰۸) (ترجمہ) بدانشی پر ہوں میں اور جس نے میری پیروی کی۔

Marfat.com

(ج) انبیاء علیہم السلام پر جو تعلیم من جانب اللہ ہوئی وہ بلا کم و کاست قوم کے سامنے پیش فرما دی۔ فرمایا:-

| | |
|---|---|
| الذین یبلغون رسالات اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ (احزاب ۳۹) | ترجمہ وہ رسول جو پہنچاتے ہیں اللہ کے پیغامات اور اس سے ڈرتے ہیں اور نہیں ڈرتے کسی سے بھی سوائے اللہ کے۔ |
| یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس (المائدہ ع ۶۷) | اے رسول پہنچا دیجئے وہ سب جو اتارا گیا آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اور اگر آپ نے نہ کیا تو نہ پہنچایا آپ نے رب کے پیغاموں کو اور اللہ ہی حفاظت کرے گا آپ کی لوگوں سے۔ |

(د) ہر نبی علیہ السلام اپنے مقصد میں کامیاب رہا کوئی نبی اور رسول علیہ السلام ناکام نہیں گزرا اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کا کام تو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا تھا۔

فھل علی الرسل الا البلاغ المبین النحل ع ۳۵

اور وہ انہوں نے پہنچا دیا۔ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام سے رب حکیم یہ نہ پوچھیں گے ماذا بلغتم بلکہ یہ پوچھا جائے گا کہ تمہاری کس حد تک بات مانی گئی۔ فرمایا:-

| | |
|---|---|
| یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم (المائدہ ع ۱۰۹) | ترجمہ جس دن اکٹھا کرے گا اللہ تعالیٰ سب رسولوں کو پس پوچھے گا ان سے کیا جواب دئے گئے تم (قوم کی طرف سے) |

چنانچہ قرآن حکیم میں موجود ہے کہ نبی علیہ السلام کو ان کی قوم کے انجام قبولیت اور عدم قبولیت سے خداوند حکیم نے مطلع فرما دیا تھا۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام سے فرما دیا تھا کہ تیری اس محنت کو میں نے قبول کر لیا۔

| | |
|---|---|
| اوحی الی نوح انہ لن یومن من قومک الا من قد امن فلا تبتئس بما کانوا یفعلون (ھود ع ۳۶) | ترجمہ اور وحی کی گئی نوح کو کہ ایمان نہ لائے گا تیری قوم سے مگر وہی جو ایمان لا چکے پس غم نہ کھا اس سے جو وہ کر تے تھے۔ |

Marfat.com

قرآنِ کریم اس امر پر شاہد ہے کہ حالات کی ناسازی کے باوجود انبیاء علیہم السلام کو وعدہ خداوندی پر پورا یقین رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام عین اس موقع پر کہ آگے بحیرہ قلزم اور پیچھے فرعون کی فوجیں ہر قسم کے سامانِ حرب سے مسلح ہیں قوم کا گھبرا جانا یقینی ہے اس لئے قوم نے ظاہری حالات سے مایوس ہو کر کہا:۔

قال اصحٰبُ موسیٰ انا لمدرکون (الشعراء ۶۱) موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا ہم تو ضرور پکڑے گئے

مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بے سرو سامانی سے کچھ تاثر نہ لیا اور فرمایا:۔

قال کلّا ان معی ربی سیھدین (۶۲) | کہا موسیٰ نے ہرگز نہیں یقیناً میرے ساتھ میرا رب ہے ابھی میری راہ نمائی فرماوے گا۔

خود سیّد دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت مدینہ کے موقع پر غار ثور میں آرام فرما رہے ہیں تعاقب کرنے والے غارِ ثور کے منہ پر آ پہنچتے ہیں۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گھبرا جانا یقینی امر ہے مگر نبی علیہ السلام کا یقین اس بے سرو سامانی اور ظاہری محصوریت میں متزلزل نہیں ہوا فرمایا:۔

لا تحزن اِن اللہ معنا (توبہ ۴۰) (ترجمہ) غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

**فائدہ ضروری** (۱) قرآن کریم کی سورۃ بقرہ آیت ۲۱۴ میں قرآنی سیاق و سباق اور مقام نبوّت کے لحاظ سے ترجمہ یہ ہوگا، فرمایا۔

وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین معہ متٰی نصر اللہِ الا ان نصر اللہِ قریب ۰ (ترجمہ) اور وہ ہلائے گئے یہاں تک کہنے لگے رسول اور وہ جو اس کے ساتھ تھے (آپس میں) اللہ کی مدد کب ہوگی یاد رکھو اللہ کی مدد قریب ہے۔

یہ دونوں کلاموں کو ایک جا بیان فرمایا جس کو اصطلاح میں کہا جاتا ہے متٰی نصر اللہ کہنے والی تو قوم ہے جس کا ظاہری اسباب دیکھ کر مایوس ہو جانا قدرتی امر ہے مگر نبی علیہ السلام جس کی نظر اللہ تعالیٰ کے وعدۂ نصرت ہے وہ جواب میں فرماتا ہے الا ان نصر اللہ قریب قرآن کریم میں دوسری جگہ سورۃ احزاب آیت ۲۲ میں اسی مضمون کو یوں ادا فرمایا:۔

Marfat.com

ھنالك ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالاً شدیداً (ترجمہ) اس جگہ آزمائے گئے ایمان والے اور ہلائے گئے سخت ہلانا۔

ایسے مقامات قرآن حکیم میں متعدد آئے ہیں جہاں دو متکلموں کے کلام کو ملا کر ایک کلام بنا دیا ہے جس کو بظاہر ایک کلام سمجھا جاتا ہے جیسا کہ سورۂ یونس آیت ۶۵ میں فرمایا۔

ولا یحزنك قولھم اِن العزۃ للہ جمیعاً (ترجمہ) اور غم میں ڈالے آپ کو ان کا (یہ) کہنا یاد رہے یقیناً سب اللہ ہی کو ہے۔

کافروں کا قول یہاں تو ذکر نہیں فرمایا اِن العزۃ خداوند قدوس کا اپنا فرمان ہے غلبہ اور عزت سب کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اسی طرح سورہ یٰس آیت ۵۲ میں دونوں کو یک کرکے یوں فرمایا:۔

قالوا یاویلنا من بعثنا من مرقدنا ھذا ماوعد الرحمن وصدق المرسلون (ترجمہ) کہیں گے وہ لوگ ہائے ہماری بدبختی ہم کو کس نے اٹھا ہمارے لیٹنے کی جگہ سے (اللہ کی طرف فرمایا جائے) یہ اٹھنا وہ ہے جس کا وعدہ کیا تھا رحمن نے اور سچ کہا رسولوں نے۔

پہلا حصہ آیت شریفہ کا جس پر خط کھینچا گیا ہے قبور سے زندہ ہو کر میدان حشر میں نکلنے والوں کا ہے اور دوسرا اس کا جواب ہے جو اس وقت ان سے من جانب اللہ تعالیٰ کہا جائے گا۔ ھٰذا ما وعد الرحمن مقصد یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنے نظریہ کی کامیابی پر پورا یقین تھا وہ متزلزل نہیں ہوئے۔

فائدہ ضروری (۲) قرآن کریم کی سورۃ الاحقاف آیت ۹ میں جو یہ ارشاد قرآنی ہے

قل ما کنت بدعاً من الرسل وما ادری ما یفعل بی ولا بکم ان اتبع الا ما یوحی الی وما انا الا نذیر مبین ٥ (ترجمہ) آپ کہہ دیجئے میں نیا رسول نہیں ہوں (بلکہ مجھ سے پہلے رسول آئے) اور میں نہیں جانتا کیا ہوگا میرے ساتھ اور کیا ہوگا تمہارے ساتھ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جس کی وحی کی جاتی ہے اور میں تو کھول کر ڈر سنانے والا ہوں۔

Marfat.com

اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی دنیاوی کامرانی کا پتہ نہ تھا اور نہ ہی اخروی کا، یہ استدلال ہرگز درست نہیں۔ مطلب اس کا صاف ہے کہ میں از ذات خود کوئی بات نہیں کہہ سکتا کہ فیصلہ کس کے حق میں ہو گا جب اللہ تعالیٰ مطلع فرما دیں گے میں اعلان کر دوں گا۔ چنانچہ آیات قرآنیہ میں واضح ہے کہ آپ اس دنیا میں بھی کامران ہوں گے فرمایا:۔

انا فتحنا لک فتحا مبینا (الفتح ۱) (ترجمہ) بے شک ہم نے آپ کے لئے فتح دی روشن فتح

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا ۰ (النصر)

جب اللہ کی مدد آجائے گی اور فتح (مکہ) اور دیکھیں گے آپ لوگوں کو داخل ہوں گے اللہ کے دین میں فوجوں کی فوجیں

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ۰ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ۰ (الصف ۸ و ۹)

اور اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ کافر برا منائیں اسی اللہ نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور نہ مٹنے والا دین دے کر تا کہ غالب کرے اسے سب دینوں پر اگرچہ مشرک برا منائیں۔

اسی طرح قیامت کی سربلندی اور سرفرازی اس کے لئے کئی آیات قرآنیہ بطور شہادت موجود ہیں۔ مدنی سورۃ احزاب کی آیت ۸ میں ارشاد فرمایا:۔

یوم لا یخزی اللہ النبی والذین امنوا معہ نورھم یسعی بین ایدیھم و بایمانھم

(ترجمہ) جس دن غم زدہ نہ کرے گا اور رسوا اللہ نبی کو اور ان کو جو ایمان لائے اس کے ساتھ ان کی روشنی ان کے آگے اور دائیں جانب دوڑتی ہو گی۔

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۹ میں فرمایا:۔

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو مقام محمود میں بھیجے

سورۃ والضحیٰ میں قسمیں کھا کھا کر قرآن مجید نے اس امر کا اظہار فرمایا:۔

وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ (ترجمہ) یقیناً آخرت آپ کے لئے اس پہلی سے زیادہ بہتر ہے

اس لئے یہ عقیدہ قرآنی تعلیمات کے قطعاً خلاف ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نظریہ

Marfat.com

کی صداقت پر یقین نہ تھا یا آپ کو اپنی نجات اُخروی کا علم نہ تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

"مقام رسالت"۔ انبیاء علیہم السلام کے متعلق قرآن حکیم کی مقدس تعلیم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مطیع اور سراپا مقام عبدیت سے موصوف برگزیدہ انسان تھے۔ لوگوں کو ان کی پیروی کا حکم دیا گیا۔ بلا چون وچرا اور تنقید اور تنقیح کے لئے اپنے اپنے نبی کی بات ماننے کا ان کی امتوں کو حکم دیا گیا تھا اگر ان میں کچھ نقص اور عیب ہوتا تو اطاعت کا حکم نہ دیا جاتا ارشاد قرآنی ہے:۔

| | |
|---|---|
| وسلامٌ علی المرسلین الصّٰفّٰت ع۱۸۱ | (ترجمہ) اور سب رسولوں پر سلام اور سلامتی ہے۔ |
| وما ارسلنا من رسولٍ الا لیطاع باذن اللّٰہ (النساء ع۶۴) | اور ہم نے نہیں بھیجا کوئی بھی رسول مگر اس لئے کہ اس کی پیروی کی جائے اللہ کے حکم سے۔ |

چنانچہ قرآنی تعلیمات شاہد ہیں کہ ہر نبی علیہ السلام نے اپنی اپنی قوم کو دو باتوں کا بنیادی طور پر حکم دیا۔

| | |
|---|---|
| فاتقوا اللّٰہ واطیعون (سورہ شعراء رکوع ع۱۰۸ و ۱۱۰) | ترجمہ پس اللہ سے ڈرو اور میری پیروی کرو |

یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس کو واحد لاشریک مانو اور اس تقویٰ کا جو نظام میں قولاً و عملاً پیش کروں اس میں میری پیروی اور میری اطاعت کرو۔ کیونکہ وہ جس راہ ہدایت کی طرف تم کو بلاتے ہیں وہ میرا ہی حکم ہے۔

| | |
|---|---|
| وجعلناھم ائمۃ یھدون بامرنا واوحینا الیھم فعل الخیرات واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وکانوا لنا عابدین ہ (انبیاء ع۷۳) | ترجمہ اور ہم نے ان کو راہ نما بنایا راہ نمائی کرتے تھے ہمارے حکم سے اور ہم نے وحی کی ان کی طرف بھلائیوں کے کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی اور یہ سب ہمارے ہی عابد تھے۔ |

انبیاء علیہم السلام ہر وقت مقام ہدایت پر فائز رہتے ہیں۔ وہ اپنے منصب میں ثابت قدم راسخ العقیدہ ہوتے ہیں ان سے کوئی ایسا فعل یا ایسی بات نہیں نکل سکتی جس سے ہدایت پر حرف

Marfat.com

آتا ہے اور اس کا انتظام ان کے لئے من جانب اللہ کیا جاتا ہے۔ ارشاد قرآنی ہے:۔

| | |
|---|---|
| فانه یسلك من بین یدیه ومن خلفه رصداً لیعلم ان قد ابلغوا رسالات ربهم واحاط بما لدیهم واحصی كل شیٔ عدداً ۞ (الجن ۲۷، ۲۸) | ترجمہ: تو وہ (اللہ) چلاتا ہے اس کے آگے اور پیچھے چوکیدار تاکہ جانے کہ انہوں نے پہنچائے اپنے رب کے پیغام اور قابو میں رکھا ہے جو ان کے پاس ہے اور گن لیا ہے ہر چیز کو پوری طرح گنتا۔ |

سورۂ انبیاء میں قرآن کریم نے یہ تصدیق فرمادی کہ ہر رسول (۱) واجب الاحترام ہے۔ (۲) اللہ تعالیٰ کی اجازت سے پہلے بات بھی نہیں کرتا (۳) جو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے وہ کرتے ہیں اس سے زیادہ مقام رسالت اور عصمت رسالت کے اثبات کیلئے ایک مسلمان کے سامنے کیا دلیل پیش کی جاسکتی ہے ارشاد فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| بل عباد مکرمون ۞ لا یسبقونه بالقول وهم بامره یعملون (آیت ۲۶ و ۲۷) | ترجمہ: لیکن وہ ایسے بندے ہیں جن کو عزت دی گئی ہے اس سے بڑھ کر نہیں بولتے، اور اس کے حکم پہ کام کرتے ہیں۔ |

یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام عالم خواب میں بھی محفوظ رہتے ہیں جو وہ خواب میں دیکھتے ہیں وہ وحی ہوتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ اسی استدلال کی صورت میں موجود ہے۔

| | |
|---|---|
| قال یبنی انی اری فی المنام انی اذبحك فانظر ماذا تری قال یابت افعل ما تومر (الصّٰفّٰت ۱۰۲) | ترجمہ: کہا اے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں پھر دیکھ تو کیا سمجھتا ہے کہا اے میرے باپ کر ڈال جو تجھ کو حکم ہوا۔ |

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خواب کو وحی سمجھ کر اسماعیل علیہ السلام کے سامنے پیش فرمایا تو حضرت اسماعیل نے بھی اس کو خواب کے طور پر نہیں سمجھا بلکہ عرض کردیا افعل ما تومر

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اسلامی عقیدہ اجماعی طور پر ہے کہ آپ کی نیند وحی تھی اور آپ کی آنکھ سوتی تھی آپ کا قلب منور جاگتا تھا اس لئے قلب منور پر قرآن مجید کا نزول ہوتا تھا ارشاد قرآنی ہے:۔

Marfat.com

فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ (بقرہ پ۱) | (ترجمہ) پس بے شک اس نے اتارا یہ قرآن آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے

اور یہی عقیدہ سب انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہے امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کو مستقل علیحدہ ترجمۃ الباب سے بیان فرمایا۔ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ مرقدہ نے فرمایا:۔

فیجب ان لاینام قلوبھم لیعوا ما اوحی الیھم کما قال من قال واجاد فی المقال ؎

لاتنکر الوحی من رویاہ ان لہٗ قلبا اذا نامت العینان لم ینم

(تراجم الابواب ص۲۰)

حضرت شاہ ولی اللہ نے آیات اور احادیث کے استدلال کو قصیدہ بردہ کے ایک شعر پر[1] ختم فرمایا۔ کہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا اس لئے آپ کی خواب بھی وحی ہے ——————— قرآن مجید نے اس عقیدہ

**مقام رسالت** کو تائیدی اور دفاعی طور پر بیان فرمایا یہود اور نصاریٰ نے انبیاء علیہم السلام کے متعلق جن غلط نظریات کو فروغ دے رکھا تھا قرآن مجید نے اس کا دفاع کرتے ہوئے **شان رسالت** اور مقام نبوت کو اجاگر فرمایا یہود اور نصاریٰ نے اپنی الہامی کتابوں میں کس قدر تحریف کرتے ہوئے انبیاء علیہم السلام کی توہین کر رکھی تھی بطور نمونہ چند سطور پیش ہیں۔

" اور آدم سے اس نے کہا چونکہ تو نے اپنی بیوی کی بات مانی اور اس درخت کا پھل کھایا جس کی بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ نہ کھانا اس لئے زمین تیرے سبب لعنتی ہوئی"۔ پیدائش ب۳۔ آیت ۲-۵

قرآن کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:۔

(الف) انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ (ترجمہ) میں بنانے والا ہوں زمین میں ایک خلیفہ

---

[1] (نوٹ) اس سلسلہ کی پوری تحقیق میری کتاب "رحمت کائنات" میں ملاحظہ فرمالیں۔ مطبوعہ بار پنجم۔ جمہور علماء اسلام کا عقیدہ کتاب وسنت کی روشنی میں تو یہ ہے مگر چند افراد نے اس کی مخالفت کی جیسا کہ ان کا نظریہ ہے ینام قلبی ولاینام عینی خاص موقع تھا۔

Marfat.com

| | |
|---|---|
| (ب) واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس۔ | ترجمہ اور جب کہا ہم نے فرشتوں سے آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ |
| (ج) وعلّم آدم الاسماء کلھا بقرہ آیت ۳۰، ۳۱ | اور سکھلائے اللہ نے آدم کو نام سب |

واقعی جنت کے باغات کے ایک پھل کھانے سے منع فرمایا تھا مگر حضرت آدم علیہ السلام سے جو اس کا صدور ہوا وہ قرآن ہی کے الفاظ میں

| | |
|---|---|
| فنسی ولم نجد لہ عزما (طٰہٰ ع ۱۱۵) | ترجمہ پس بھول گیا اور نہ پایا ہم نے ان کے لئے ارادہ |
| ثم اجتبٰہ ربہ فتاب علیہ وھدیٰ (طٰہٰ ۱۲۲) | پھر اس کو نوازا اس کے رب نے پھر متوجہ ہوا اس پر اور راہ نمائی کی۔ |

حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق بائبل نے کہا

نوح مے پی کر نشے میں آیا اور اپنے ڈیرے کے اندر ننگا ہوا (پ ۹ آیت ۲۰)

قرآن کریم نے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا:۔

سلام علیٰ نوح فی العالمین (صٰفٰت ۷۹) (ترجمہ) سلام ہے نوح پر دونوں جہانوں میں

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت اور ان کی حیات تبلیغی کے مفصل حالات کے لئے سورہ نوح نازل فرمائی۔

حضرت ہارون علیہ السلام پر بائبل نے یہ الزام لگایا کہ ہارون نے اس (سامری کے بچھڑے) کے لئے قربانیاں بھی کیں۔ مگر قرآن مجید نے حضرت ہارون علیہ السلام کو نبی صدیق قرار دیتے ہوئے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| سلامٌ علیٰ موسیٰ وھارون (والصٰفٰت ۱۲۰) | سلام ہے موسیٰ اور ہارون پر |

اور اس الزام کا جواب یوں دیا:۔

| | |
|---|---|
| ولقد قال لھم ھارون من قبل یاقوم انما فتنتم بہ وان ربکم الرحمٰن فاتبعونی واطیعوا امری (طٰہٰ ۹۰) | ترجمہ اور کہا ان سے ہارون نے پہلے سے اے میری قوم تم کو فتنے میں ڈالا گیا ہے اس بچھڑے کی وجہ سے اور تمہارا رب رحمٰن ہی ہے پس میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو |

Marfat.com

حضرت داؤد علیہ السلام جیسے صاحب کتاب نبی کو بائبل نبی مانتی ہی نہیں بلکہ ان کے متعلق جو نظریہ بائبل کا ہے وہ سیمویل ۲ب میں ملاحظہ کر لیں اور مزید تشریح کے لئے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۷ صـ۰ ۸ میں دیکھ لیا جائے۔

مگر قرآن کریم حضرت داؤد علیہ السلام کو نبی اور صاحب کتاب نبی قرار دیتا ہے ارشاد قرآنی ہے

| | |
|---|---|
| واتینا داؤد زبوراً (النساء ۱۶۳) | ترجمہ اور دی ہم نے داؤد کو زبور (آسمانی کتاب) |
| یا داؤد انا جعلناك خلیفه فی الارض (صٓ ۲۶) | اے داؤد بنایا ہم نے تجھے خلیفہ زمین میں |

علیٰ ہذا القیاس اجماعی طور پر جملہ انبیاء علیہم السلام کے مقام رسالت کو قرآن مجید نے بنیادی حیثیت دی۔ اسی مقام رسالت کو عقائد میں **عصمت** انبیاء علیہم السلام کے عنوان سے بھی تعبیر فرمایا۔ اس کو سمجھنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ انسان میں خیر و شر دونوں کے پہلو موجود ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ کوئی انسان بھی ایسا نہ ہو جو گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے محفوظ رہا خداوند حکیم نے یوم السبت ہی میں ابلیس کو ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بندے تیرے دھوکوں سے محفوظ رہیں گے۔ ان پر تیرا غلبہ نہ ہو سکے گا۔ فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| قال ھذا صراط علیّ مستقیم ۰ ان عبادی | ترجمہ فرمایا خداوند تعالیٰ نے یہ راستہ میری طرف سیدھا ہے بے شک |
| لیس لك علیھم سلطان (الحجر ۴۱ و ۴۲) | میرے بندوں پر تیرا زور نہ چل سکے گا۔ |

اور اس کا اقرار خود ابلیس نے بھی دربار الوہیت میں کیا تھا۔ فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| قال فبعزتك لاغوینھم اجمعین ۰ الا | ترجمہ بولا تیری عزت کی قسم میں ان سب کو ضرور بدراہ کروں گا مگر |
| عبادك منھم المخلصین (ص ۸۲ و ۸۳) | ان میں سے تیرے چنے ہوئے بندے (بچ جائیں گے) |

یعنی غیر نبی بعض انسان بھی ایسے ہو سکتے ہیں اور ہو گزرے ہیں کہ جن پر شیطان کا داؤ نہ چلے گا۔ اگرچہ ایسے انسان بہت کم ہیں۔ الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت وقلیل ما ھم (ص ۲۴) مگر ہیں ضرور۔ خود صحابہ کرام کے متعلق قرآن مجید نے یہ فیصلہ صادر فرمایا ہوا ہے کہ:۔

اولئك الذین كتب فی قلوبھم الایمان وایدھم (ترجمہ) یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور ان کی

Marfat.com

بروح منه ویدخلهم جنٰت تجری من تحتها الانهار خلدین فیها رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون (المجادلہ ع۲۲)

ترجمہ: مدد فرمائی ہے اپنے طرف سے روح کے ساتھ اور داخل کریگا ان کو ایسی جنتوں میں بہتی ہیں جن کے نیچے نہریں ہمیشہ رہیں گے ان جنتوں میں اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہی اللہ کا گروہ ہیں یاد رہے اللہ کا گروہ ہی غالب ہے۔

ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الرٰشدون فضلا من اللہ ونعمۃ واللہ علیم حکیم (الحجرات ع۸)

لیکن اللہ نے محبوب کر دیا تمہاری طرف ایمان کو اور مزین کر دیا ایمان کو تمہارے دلوں میں اور برا دکھایا تمہارے دلوں میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کو وہی لوگ ہیں راہ پر یہ اللہ کی طرف سے فضل اور نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے۔

جب صحابہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان اطاعت و مقام اتقیا دہے تو انبیاء علیہم السلام کس طرح گناہ کا ارتکاب کر سکتے ہیں جب کہ وہ اس اللہ تعالیٰ کے منتخب شدہ پاکیزہ انسان ہیں جو علیم اور حکیم ہے اور پھر قرآن مجید نے اس قدر روشن الفاظ میں عصمت انبیاء علیہم السلام کو واضح فرما دیا ہے۔

ترجمہ:

(۱) اللہ یجتبی الیہ من یشاء (الشوریٰ ع۱۳)

اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف جسے چاہے۔

(۲) اولی الایدی والابصار انا اخلصنٰھم بخالصۃ ذکری الدار وانھم عندنا لمن المصطفین الاخیار (ص ع۴۵ تا ۴۷)

ہاتھوں والے اور آنکھوں والے ہم نے ممتاز کر دیا ان کو ایک خاص صفت کے ساتھ وہ یاد اس گھر (قیامت) کی ہے اور بیشک وہ سب ہمارے ہاں چنے ہوئے پسندیدہ لوگوں میں ہیں

(۳) وکل من الاخیار (ص ع۴۸)

سب کے سب خوبیوں والے

(۴) عباد مکرمون (الانبیاء ع۲۶)

بندے عزت دیئے گئے

جن انبیاء علیہم السلام کے متعلق نکتہ چینوں کے الزامات اور اعتراضات کا امکان تقاضائے علیم

Marfat.com

خبیر نے ان کی عصمت کو مستقل اور علیحدہ شان کے ساتھ بیان فرمایا۔ جیساکہ:۔

سیدنا یوسف علیہ السلام اور امراۃ العزیز کے واقعہ کو نہایت ہی وضاحت کے ساتھ عصمت کا نشان قرار دیتے ہوئے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| وکذالك لنصرف عنه السوء والفحشاء انه من عبادنا المخلصین یوسف قالت امراۃ العزیز الان حصحص الحق انا راودته علی نفسه وانه لمن الصادقین (یوسف ۵۱) | ترجمہ: اور وہ یوں اس لئے ہوا کہ پھیر دیں ہم اس سے برائی اور بے حیائی بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے عزیز کی بیوی نے کہا اب سچی بات کھل گئی بے شک میں نے ہی اس کو پھسلانا چاہا تھا اس کے جی سے اور بے شک وہ سچا ہے۔ |

حضرت یونس علیہ السلام کا اپنے وطن سے دل برداشتہ ہو کر بارادہ ہجرت نکل جانا ہرگز مقام نبوت میں نقص اور کمی پیدا نہیں کرتا۔ قرآن مجید نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا:۔

وان یونس لمن المرسلین الصفٰت ۱۳۹ (ترجمہ) اور بے شک یونس بھی رسولوں میں سے ہے

اولو العزم انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں ان کا ذکر فرمایا جو سورۃ النساء کی آیت ۱۶۳ اور سورۃ الانعام کی آیت ۸۶ میں مذکور ہے۔ ان کی اس ہجرت کی برکات کو قرآن مجید نے بیان فرما کر اس ہجرت کو باعث رحمت و شفقت خداوندی قرار دیا اور وہ رحمت یہ ہے کہ وہ قوم ساری کی ساری دولت ایمان سے مشرف ہو گئی۔ جیساکہ سورہ والصٰفٰت میں مذکور ہے۔

| | |
|---|---|
| وارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون ٥ فامنوا فمتعنٰهم الی حین ٥ ۱۴۷ و ۱۴۸ | (ترجمہ) اور بھیجا ہم نے اس (یونس) کو ایک لاکھ یا زیادہ کی طرف پس وہ ایمان لے آئے پس ہم نے برتنے دیا ان کو ایک وقت مقرر تک کے لئے (موت تک) |

علیحدہ سورۃ یونس قرآن مجید میں موجود ہے اس میں بھی اسی احسان عظیم کو بیان فرمایا جو اس ہجرت پر مترتب ہے فرمایا:۔

فلولا کانت قریۃ امنت فنفعها ایمانها الا قوم | ترجمہ سو کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ ایمان لاتی پھر نفع دیتا ان کو

Marfat.com

| | |
|---|---|
| یونس لما امنوا کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیٰوۃ الدنیا و متعنٰھم الیٰ حین (۹۸) | ترجمہ: ایمان لانا (عذاب کے مشاہدے پر) مگر قوم یونس جب ایمان لائے ہم نے کھول دیا ان سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگی میں اور فائدہ دیا ان کو ایک وقت مقرر تک کے لئے۔ |

امام الانبیا مصدق الرسل جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لا تقولوا انا خیر من یونس بن متی (ترجمہ) نہ کہو کہ میں متی کے بیٹے یونس سے بہتر ہوں۔

قرآن مجید نے انبیاء علیہم السلام کے حالات میں جن کلمات کو ارشاد فرمایا ہے۔ وہ عصمت کے لئے نہایت ہی اہم مقام رکھتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصۂ ہجرت مدین قرآن مجید کی سورہ القصص میں موجود ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو لڑکیوں کو دیکھا تو ان کے چارپایوں کو پانی پلا دیا اور پھر اپنی اسی جگہ پر آکر آرام پذیر ہو گئے۔ قرآن کریم کے الفاظ یہ ہیں۔ فسقٰی لھما ثم تولیٰ الی الظل یہاں لفظ تولی فرمایا نہ کہ رجع یا ذھب اس لئے کہ تولی کا معنی پیٹھ پھیر کر جانا نبی علیہ السلام نے پھر بلا ضرورت ان لڑکیوں کی طرف دیکھا بھی نہیں بلکہ پیٹھ پھیر کر واپس چلے آئے۔ اس لئے ضروری ہے کہ قرآن کریم کی آیات کا ترجمہ کرتے وقت اس امر کو ملحوظ رکھا جائے کہ عصمت انبیاء علیہم السلام پر حرف نہ آئے یہاں تک قرآنی الفاظ کا صحیح ترجمہ قواعد اور اصول کی روشنی میں کیا جا سکے اس کو اختیار کیا جائے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید کا یہ ارشاد:۔

| | |
|---|---|
| ان ھذا اخی لہ تسع وتسعون نعجۃ ولی نعجۃ واحدۃ فقال اکفلنیھا وعزنی فی الخطاب قال لقد ظلمک بسوال نعجتک الیٰ نعاجہ وان کثیرا من الخلطاء لیبغی بعضھم علیٰ بعض الا الذین اٰمنوا وعملوا الصلحت | ترجمہ: یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے پھر کہتا ہے اس کو میرے حوالے کر دے اور زبردستی کہتا ہے بات، کہا داؤد (علیہ السلام نے) بے شک ظلم کیا تجھ پر کہ مانگتا ہے تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کے لئے۔ اور اکثر شریک زیادتی |

Marfat.com

وقلیل ما ھم (ص ع ۲۳و۲۴) | کرتے ہیں ایک دوسرے پر مگر جو ایمان لائے اور (سب) نیک عمل کئے اور بہت ہی تھوڑے لوگ ہیں ویسے۔

اس کی بالکل واضح اور روشن تفسیر تو یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے صرف مدعی کی بات سن کر فیصلہ صادر فرما دیا اور مدعا علیہ سے نہ پوچھا شاید اس کے **سکوت** کو کافی سمجھا حالانکہ بطور قاضی ہونے کے مدعیٰ علیہ کو جواب دعویٰ کا موقع دینا چاہئے تھا۔ پھر آپ نے اس فیصلے میں غور کیا تو سمجھا کہ یوں فیصلہ نہ کرنا چاہئے تھا۔ علامہ شوکانی نے فتح القدیر میں اس کو مفصل اور مدلل بیان فرمایا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ فیصلہ مشروط تھا یعنی آپ کو یوں فرمانا چاہئے تھا کہ "اگر اس تیرے بھائی نے تجھ سے یوں مطالبہ کیا ہے تو یہ ظلم ہے"

مگر اس کی تعبیر اس طرح فرمادی کہ وہ حکم نظر آیا۔ حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام کے اوصاف میں سے ایک وصف **وفصل الخطاب** بھی ہے (ص ع ۲) حکیم الامۃ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

"بلکہ اس کی بے غبار تفسیر تو یہ ہے کہ داؤد علیہ السلام نے جو ایک فریق کا بیان سن کر فرمایا لقد ظلمک بسوال نعجتک الایۃ گو مقصود اس سے قضیہ شرطیہ ہے مگر صورۃ جملہ خبریہ ہے اس لئے داؤد علیہ السلام نے اس سے استغفار فرمایا" (اصلاح ترجمہ دہلویہ ۲۴)

قرآن مجید میں قصہ ایوب علیہ السلام موجود ہے کہ ایوب علیہ السلام کس قدر صابر اور اوّاب نبی تھے ارشاد فرمایا:۔

انا وجدناہ صابراً نعم العبد انہ اوّاب (ص ع ۴) | (ترجمہ) ہم نے پایا اس کو صبر کرنے والا بہت اچھا بندہ بار بار ہماری طرف لوٹنے والا۔

یعنی حضرت ایوب علیہ السلام اوّاب تھے خداوند قدوس کے برگزیدہ نبی تھے۔ اور انبیاء علیہم السلام کے متعلق اجماع امت ہے کہ ظاہری باطنی عیبوں اور اخلاقی کمزوریوں سے پاک ہوتے ہیں (نووی شرح مسلم) اس لئے ان پر جو ابتلا آتے ہیں ان کو عذاب یا سزا نہیں کہا جا سکتا تو ایوب علیہ السلام پر جو بدنی بیماری یا دوسرے ابتلا آئے تھے وہ عذاب خداوندی یا سزا کے طور پر نہ تھے۔ اس لئے

Marfat.com

آپ کے حق میں یہ کہنا:-

"اس کو اتنا لاچار کیا کہ اس کے پاس کوئی بھی نہ جاتا تھا۔ اولاد بھی سب ہلاک ہو گئی لاچار ہو کر اللہ تعالیٰ سے اس نے مغفرت مانگی تو معافی ہوئی"

مقامِ نبوت کے ساتھ بے انصافی ہے۔

اس لئے یاد رہے کہ عصمتِ انبیاء قرآنی تعلیمات کا اساسی عقیدہ ہے جس پر علمائے اہل سنت والجماعۃ کا اجماع ہے پھر ایسے عقیدہ کے متعلق سید ابوالاعلیٰ مودودی کا یہ لکھنا:-

"اللہ (تعالیٰ) ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے دیتے ہیں" (تفہیمات جلد دوم ص۴۳)

کس قدر عظیم لغزش ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس سے رجوع کی توفیق عطا فرماوے۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتے ہیں جیسا کہ سورۃ الجن کی آیت ۲۸ کی تفصیل گذر چکی ہے انبیاء علیہم السلام کا ہر کام امت کے لئے حجۃ اور نور ہدایت ہوتا ہے جس کام میں تخصیص فرما دی جائے وہ صرف انبیاء علیہم السلام کا خاصہ ہوتا ہے۔ ورنہ نبی کی ساری زندگی امت کے لئے مشعلِ ہدایت ہوتی ہے۔

وجعلناهم ائمة يهدون بامرنا واوحينا اليهم فعل الخيرات (الاٰیۃ الانبیاء پ۱۷)

قرآنی تعلیم کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ انبیاء علیہم السلام سے درجہ اور مرتبہ میں کم ہیں۔ تو جب ملائکہ کے متعلق قرآن مجید کا یہ فیصلہ ہے کہ لا يعصون الله ما امرهم ويفعلون ما يؤمرون (التحریم پ۲۸) تو انبیاء علیہم السلام کے متعلق کس طرح لغزش کا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بالارادہ لغزش کرانے کا تصور درست سمجھا جا سکتا ہے۔

# ختمِ نبوّت

متعلقات نبوت میں سے عقیدہ ختمِ نبوّت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ وصفِ رسالت

Marfat.com

اور نبوت میں انبیاء علیہم السلام کو شریک بنایا ہے مگر رسالت کے مقامات اور خصوصیات میں باہمی فرق بھی اللہ تعالیٰ ہی نے مقرر فرمایا ہے ارشاد قرآنی ہے :۔

| | |
|---|---|
| تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ ورفع بعضھم درجٰت (بقرہ ع ۲۵۳) | ترجمہ یہ سب رسول ہیں بڑائی دی ہم نے بعض کو بعض پر کسی سے کلام کیا اللہ نے (بلا واسطہ) اور بلند کئے کسی کے بڑے درجے۔ |

بعضھم کا مصداق سید دو عالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ کے درجات رفیعہ کیا کیا ہیں قرآن مجید ہی نے ان کے متعلق فرمایا۔ ورفعنا لک ذکرک (الم نشرح ع ۴) وکان فضل اللہ علیک عظیما (النساء ع ۱۱۳) آپ پر ہونے والی وحی کے بارے میں ارشاد فرمایا :۔

| | |
|---|---|
| وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا ؕ (الانعام ع ۱۱۵) | ترجمہ تیرے رب کے کلمے صداقت اور حقیقت کے اعتبار سے کامل ہو چکے۔ |

آپ جس دین کو لے کر آئے اس دین پر تکمیل کا اعلان فرمایا :۔

| | |
|---|---|
| الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ؕ (المائدہ ع ۳) | ترجمہ آج کے دن کامل کر دیا میں نے تمہارے لئے تمہارا دین اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور پسند کر لیا تمہارے لئے اسلام دین۔ |

دوسرے انبیاء علیہم السلام کو اپنے اپنے علاقے میں اپنی اپنی قوم اور اپنے زمانے کے لئے مبعوث فرمایا۔ مگر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا :۔

| | |
|---|---|
| وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا ؕ (السباء ع ۲۸) | (ترجمہ) اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سب انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر۔ |
| قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ؕ الاعراف ع ۱۵۸ | اعلان کر دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ |

ان تمام انعامات اور عطیات کا خلاصہ ختم نبوت کی شکل میں فرمایا :۔

Marfat.com

ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شیءٍ علیماً (احزاب ۴۰)

ترجمہ اور نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی ایک کے بھی باپ تمہارے مردوں میں سے بلکہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور مہر سب نبیوں پر اور اللہ ہر چیز جانتا ہے۔

یعنی آپ کی نرینہ اولاد باقی نہ رکھنے کی یہ بھی ایک حکمت ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ورنہ ہو سکتا تھا کہ آپ کے بعد آپ کے بیٹے کی نبوت کا بھی امکان محسوس کیا جاتا جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے بیٹے حضرت سلیمان کو نبوت عطا ہوئی۔ آپ کی صاحبزادیوں کو باقی رکھا گیا مگر نبی عورت نہیں ہو سکتا اس لئے آیت میں لفظ رجالکم فرمایا۔ اور ساتھ ہی اس امر کا بھی اعلان فرمادیا کہ آپ خاتم النبیین ہیں سب سے آخری نبی۔ سلسلہ نبوت کو بند کرنے والی مہر سیل یعنی وہ مہر نہیں جس کو اردو میں ٹھپہ کہا جاتا ہے کیونکہ ختم ہونے سے مراد بند کرنا ہے نہ کہ کھولنا ہے قرآن مجید میں سورہ تطفیف آیت ۲۵ و ۲۶ جنتیوں کو دئے جانے والے مشروب کا ذکر فرمایا:۔

یُسقون من رحیق مختوم ختامہ مسک (ترجمہ) ان کو پلائی جاتی ہے شراب منہ بند (برتن سے) جس کی مہر جمتی ہے مشک پر۔

ابرار کو جو پینے کا مشروب دیا جائے گا وہ صرف ان ہی کے لئے مخصوص ہوں گے پہلے سے ان کے منہ بند ہوں گے اور ان کے منہ پر مہر بھی مشک کی لگی ہوگی۔ رہا یہ شبہ کہ آخر آپ ہی کو کیوں آخری نبی بنایا گیا اب نبوت کا دروازہ کیوں بند کر دیا گیا۔ یہ راز اور حکمت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے وہ ہر چیز اور ہر کام کی حکمت اور اس کے فوائد سے پورا باخبر ہے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے نازل فرمانے کا سلسلہ آپ تک ہی محدود رکھا ہے بعد میں کسی وحی کا ذکر نہیں فرمایا۔ سارے قرآن مجید میں وحی اور رسالت کا ذکر من قبلک کے ساتھ آیا ہے کہیں بھی من بعدک کے ساتھ نہیں سورہ بقرہ کی آیت ۴ میں فرمایا۔ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک اگر آپ کے بعد میں کوئی وحی آنے والی ہوتی تو من بعدک بھی ارشاد فرمایا ہوتا سورہ الشوریٰ کی ابتدائی آیات میں لفظ وحی صراحت کے ساتھ ذکر فرمایا اور اس میں لفظ قبلک پر اکتفاء فرمایا ارشاد ہے:۔

Marfat.com

حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ كذٰلك يوحي اليك والى الذين من قبلك العزيز الحكيم (الشعرٰی ع۱)

ترجمہ: اسی طرح وحی کرتا ہے اللہ آپ کی طرف اور ان کی طرف بھی کی جو آپ سے پہلے گزرے ہیں وہ اللہ جو غالب اور حکمت والا ہے۔

حروف مقطعات کے فوائد پر لکھا جاچکا ہے کہ ان کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جس طرح ان کلمات کا معنی نہ جاننے کے باوجود ان کے کلام الٰہی پر ایمان لانا اور یقین رکھنا ضروری ہے۔ اسی طرح آنے والا مضمون اگر تمہاری ناقص سمجھ میں نہ آئے تب بھی اس پر ایمان لاؤ اسی طرح اسماء حسنٰی اور آیات کے اواخر پر غور و تدبر کے فوائد میں لکھا جاچکا ہے کہ ترجمے میں ان کا خاص لحاظ رکھا جائے۔ یہاں بھی فرمایا۔ جس طرح آپ پر وحی نازل کی اسی طرح آپ سے پہلے برگزیدہ انسانوں پہ نازل کی اب بعد میں کوئی وحی کیوں نازل نہ ہوگی اس میں اللہ کی حکمت ہے اور وہ جس حکمت کو روبکار لائے اسے کوئی نہیں روک سکتا وہ **العزیز الحکیم** ہے یعنی اب آپ کے بعد **انقطاع وحی** کسی بھی قسم کی وحی اب نازل نہ ہوسکے گی اب سب کے لئے یہی نبی ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور سب کے لئے آپ ہی کا لایا ہوا پیغام پیغام نجات رہے گا۔ سورۃ الجمعہ میں بالکل واضح طریقہ سے ارشاد فرمادیا:۔

هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم يتلوا عليهم اٰيٰته ويزكيهم ويعلمهم الكتٰب والحكمة وان كانوا من قبل لفی ضلٰلٍ مبين ۝ واٰخرين منهم لما يلحقوا بهم وهو العزيز الحكيم ۝ ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم ۝

(آیت ۲ تا ۴)

ترجمہ: اسی اللہ نے بھیجا امیوں میں (بڑا) رسول ان ہی میں سے جو پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیات اور پاکیزہ بناتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور دین کی باتیں اگرچہ اس کے آنے سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے اور دوسروں کے لئے ان میں سے جو ابھی نہیں ملے ان سے اور وہ اللہ غالب حکمت والا ہے یہ (نبوت کاملہ ابدیہ) اللہ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

آیات بالا میں مندرجہ ذیل عقائد کا ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہے بلا کسی تاویل اور تشریح کے سمجھ میں آسکتا ہے۔

Marfat.com

الف ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امیین میں مبعوث فرمائے گئے۔

ب ۔ مگر آخرین سب پچھلوں کے لئے بھی آپ ہی مبعوث ہیں اب کسی دوسرے نبی کا انتظار نہ کیا جائے۔

ج ۔ آپ ہی کو صرف یہ اعزاز کیوں عطا کیا آپ سے پہلے کسی نبی کو نبوت عامہ کاملہ کیوں عطا نہ فرمائی اس کی وجہ بھی فرمادی میری اپنی مرضی جس کو میں ایسے فضل و مرتبت سے نوازوں اس میں کسی کا کیا دخل ہے۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جملہ آیات قرآنیہ کو جمع کرنے پر عقیدہ صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ آپ پر ختم نبوت ختم کر دی گئی۔

جیسا کہ قرآنی معارف کے بہترین معلم اور راز دان حکمت وحی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد غسل دیتے ہوئے اسی کی وضاحت اور تشریح کی آپ فرماتے جاتے تھے۔

| | ترجمہ |
|---|---|
| بابی انت وامی لقد انقطع بموتک مالم ینقطع بموت غیرک من النبوۃ والانباء و اخبار السماء (نہج البلاغۃ ص ۲۰۵) | میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کی رحلت سے وہ سلسلہ بند ہو گیا جو آپ سے پہلے کسی نبی کی رحلت پر بند ہوا تھا یعنی نبوت اور غیب کی خبریں اور آسمان کی خبریں |

قرآن مجید میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کو روح کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔

وکذالک اوحینا الیک روحاً من امرنا (الشوریٰ ۵۲) (ترجمہ) اور اسی طرح بھیجا ہم نے آپ کی طرف روح اپنے حکم سے

یہ خصوصیت صرف سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کو حاصل ہے کہ اس کو روح کے ساتھ ذکر فرمایا تو جس طرح روح کے نزول پر بدن میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے اب اس کے بعد زندگی دینے والی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اسی طرح قرآن مجید کے نزول کے بعد جو کلمات الہیہ کا مجموع اور مکمل ہے کسی اور کلام اور الہام کی ضرورت نہیں ورنہ قرآنی کلمات نعوذ باللہ ناقص ٹھہریں گے اور ان سے ثابت ہونے والا نظام ناقص ٹھہرے گا حالانکہ قرآن مجید نے اس نظام کو الیوم اکملت لکم دینکم کے کامل اعلان سے مشرف فرمایا ہے۔ (واللہ الموفق)

یہ وہ تین مقاصد ہیں جن کو تعلیمات قرآنیہ کا مرکز اور محور کہا جا سکتا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ

Marfat.com

اور دوسری تمام عبادات بدنیہ مالیہ قولیہ فعلیہ سب توحید ہی کے لئے تربیت ہیں امر بالمعروف نہی عن المنکر انفرادی اور اجتماعی زندگی ملی، قومی زندگی اور اس کے تمام شعوب کے لئے سب سے بڑی راہ نما ذات سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جن کی پیروی کو ہدایت فرمایا۔ جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے:-

قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول فان تولوا فانما علیہ ما حمل وعلیکم ما حملتم وان تطیعوہ تہتدوا وما علی الرسول الا البلاغ المبین ہ (النور ۲۴)

ترجمہ: آپ فرما دیجئے حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پس اگر تم منہ پھیرو گے تو اس پر ہے ذمہ اس کا جو اس پر رکھا گیا، تم پر ہے ذمہ اس کا جو تم پر رکھا گیا اور اگر اس (رسول) کا حکم مانو ہدایت پالو گے اور رسول کا ذمہ صرف کھول کر پہنچا دینا ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

# قیامت (معاد)

قرآنی تعلیمات میں سے بنیادی تعلیم قیامت کے دن پر ایمان لانے کی ہدایت کی گئی ہے۔ قرآن حکیم میں سورۂ فاتحہ سے لے کر قرآن عظیم کی ہر بڑی سورۃ میں کسی نہ کسی طریقے سے اس عقیدہ ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اس کی ضرورت، حقیقت، عظمت، اور اہمیت کو اس کے اُن کثیر ناموں میں سمجھا جا سکتا ہے جو تقریباً دو سو دس آیات میں پائے جاتے ہیں جیسا کہ:-

یوم القیامۃ، یوم التغابن، الیوم الحق، الیوم الآخر، الیوم الموعود، یوم الآزفہ، یوم عسیر، یوم عظیم، یوم عصیب، یوم البعث، یوم التلاق، یوم التناد، یوم الحسرۃ، یوم الجمع، یوم الحساب، یوم الخروج، یوم الفصل، یوم الدین،

النباء العظیم، الحاقۃ، الواقعہ، الطامۃ الکبریٰ، الوعد الحق، امر اللہ، الصاخۃ، الا... وغیرہا۔

یہ عقیدہ انسانیت کی ابتداء ہی سے لازم قرار دیا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام پر جو...

Marfat.com

نازل ہوئی اس میں اسی یوم الحساب کے نتائج سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا :-

فاما یاتینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۝ والذین کفروا وکذبوا بایاتنا اولئک اصحب النار ھم فیھا خلدون (بقرہ ع۳۸-۳۹)

ترجمہ: پس جو آئے گی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پس جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا پس ان پر نہ خوف ہوگا نہ وہ غمناک ہوں گے اور جو کفر کریں گے اور جھٹلائیں گے میری آیتوں کو وہ آگ والے ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

حضرت نوح علیہ السلام (جن کو آدم ثانی کہا گیا ہے) نے اپنی قوم کو یہ عقیدہ سمجھاتے ہوئے فرمایا :-

واللہ انبتکم من الارض نباتا ثم یعیدکم فیھا ویخرجکم اخراجا (نوح ع۱۷،۱۸)

ترجمہ: اور اللہ ہی نے اگایا تم کو زمین سے خاص طریقہ پر اگانا پھر لوٹائے گا تم کو اس میں اور نکالے گا اس سے خاص طریقہ پر

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو اعادہ حیات بدنی کا مشاہدہ کرایا گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بامر خداوندی چار پرندوں کو پکڑ کر ذبح کے بعد ان کے گوشت بال و پر سب یک جا کر کے پہاڑوں پر رکھنا اور ان کو بلانا جس پر ان کا دوڑ کر حاضر خدمت ہو جانا یہ سب اسی عقیدہ احیاء موتیٰ کا ثبوت ہے۔

**فائدہ :** یہ قصہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۹ سے تا آیت نمبر ۲۶۰ پر مشتمل ہے۔ اس میں چند باتیں بطور حکمت کی ارشاد فرمائیں۔

الف۔ چار پرندوں کو ذبح کرنے کا حکم فرمایا کہ انسان چار اخلاط (ہوا، پانی، آگ، مٹی) سے مرکب ہے۔

ب۔ انسان کا بدن تو مٹی سے بنایا مگر روح آسمانی کائنات سمجھی جاتی ہے پرندہ بھی اپنے بدنی تقاضے آب و دانہ تو زمین سے حاصل کرتا ہے مگر اس کی بود و باش اور وظیفہ حیات اڑنا اور فضائی زندگی سے متعلق ہے۔

ج۔ پرندوں کا آواز دینے پر دوڑ کر آنا اس میں بھی یہ حکمت ہے اگر اڑ کر آتے تو شاید کوئی دوسرے پرندے متصور کئے جا سکتے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ بھی سورہ بقرہ میں آیت ۲۵۸ و ۲۵۹ میں موجود ہے آپ پر ایک سو سال تک موت طاری رہی آپ کا بدن اور لباس وغیرہ اسی طرح محفوظ رہا۔ آپ کا طعام اور

Marfat.com

پہلے آیت بیان کرتے ہیں پھر اسی کی اپنے الفاظ میں وضاحت کرتے ہیں ... ۲۱۰

پانی تک سالم رہا۔ یہ بھی اسی عقیدہ احیاء موتی کا مشاہدہ کرایا گیا۔

فائدہ :۔ یہ قصہ حضرت عزیر علیہ السلام ہی کا ہے۔ حضرت حکیم الامۃ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحوالہ روح المعانی فرمایا ہے :۔

"بروایت حاکم از علی، اور روایت اسحٰق بن بشر عن عبداللہ وعن ابن عباس کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام ہیں" البتہ شیخ زادہ شارح بیضاوی نے فرمایا۔ کہ معتزلہ کا قول یہ ہے کہ یہ سائل کافر تھا (نعوذ باللہ)

سورہ بقرہ ہی میں بنی اسرائیل کے گائے ذبح کر کے اس کے بدن کے ایک حصے کو اس مقتول کے بدن پر مارنے کا ذکر ہے جس کا قاتل معلوم نہ ہوتا تھا جب اس گائے مذبوحہ کے بدن کا کچھ حصہ مقتول کے بدن پر مارا تو مقتول نے قاتل کا نام بتا دیا کذلک یحی اللہ الموتیٰ ویریکم ایتہ لعلکم تعقلون (بقرہ ع ۸) یوں ہی اللہ مردوں کو زندہ کرے گا اور دکھاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں تاکہ بات کو سمجھ لو۔

سورہ کہف میں اصحٰب کہف کا مفصل تذکرہ موجود ہے کہ وہ اسی غار میں تین سو نو سال تک سوئے رہے یہ واقعہ خداوند قدوس نے انسانوں کو اس لئے دکھایا کہ :۔

| | |
|---|---|
| وکذلک اعثرنا علیھم لیعلموا ان وعد اللہ حق وان الساعۃ لاریب فیھا (آیت ۲۱) | ترجمہ اور اسی طرح خبردار کر دیا ہم نے ان لوگوں کو ان پر تاکہ وہ جان لیں اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت کے آنے میں کوئی شک نہیں |

عقیدہ قیامت کو سمجھانے کے لئے بیسیوں دلائل بطور مشاہدات کے بیان فرمائے جن میں سے چند درج ہیں۔ ارشاد فرمایا :۔

| | |
|---|---|
| ۱۔ وھوالذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقنہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات کذلک نخرج الموتی لعلکم تذکرون الاعراف ع ۵ | ترجمہ اور اسی اللہ نے بھیجا ہواؤں کو خوشخبری دینے والیاں اپنی رحمت (بارش) سے آگے یہاں تک کہ جب ہوائیں اٹھا لاتی ہیں وزنی بادل ہانک کر لے جاتے ہیں ہم مردہ بستی کے لئے پس اس سے پانی اتارتے ہیں اور اس پانی کی وجہ سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں یوں ہی مردوں کو بھی |

Marfat.com

نکالیں گے (یہ تمثیل اس لئے دی) تاکہ تم نصیحت حاصل کرو

۲۔ واللہ الذی ارسل الریاح فتثیر سحابا فسقنٰہ الی بلدٍ میتٍ فاحییناہ بہ الارض بعد موتہا وکذالک النشور (فاطر ع۹)

ترجمہ: اور اللہ ہی بھیجتا ہے ہواؤں کو پس وہ اٹھالاتی ہیں بادل پس ہانک لے جاتے ہیں ہم اس کو مردہ بستی کی طرف پس زندہ کرتے ہیں اس سے زمین کو اس کی موت کے بعد یوں ہی قبروں سے اٹھنا ہوگا۔

۳۔ یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحی الارض بعد موتہا وکذلک تخرجون (الروم ع۱۹)

نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور زندہ کرتا ہے زمین کو اس کی موت کے بعد اسی طرح تم بھی نکالے جاؤگے۔

۴۔ ان اللہ فالق الحب والنوی یخرج الحی من المیت ومخرج المیت من الحی ذٰلکم اللہ فانی توفکون (الانعام ع۹۶)

بے شک اللہ تعالیٰ چیرنے والا ہے بیج کو اور گٹھلی کو نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالنے والا ہے مردہ کو زندہ سے یہ تمہارا اللہ ہے پس تم کہاں بھٹکے ہوئے ہو۔

جس طرح مردہ زمین آسمانی بارش سے زندہ ہو جاتی ہے اور دوسری کائنات کو زندگی بخشتی ہے اسی طرح وہ ابدان اور ان کے ذرات جن کو ناقص انسانی علم مردہ سمجھتا ہے۔ یہ بھی وقت معینہ پر زندہ ہو جائیں گے جو خداوند قدوس اس بیج کو اور اس گٹھلی کو جو مردہ سمجھا جاتا ہے نہ حس و حرکت اور نہ نشو و نما ہے مگر وہ زمین سے اُگ کر تن آور پودا بن جاتا ہے اور پھر اسی سے بیج ظاہر ہوتے ہیں جو بظاہر مردہ ہیں پھر انسان کیوں احیاء بعد الموت کا منکر بن کر شک و وہم کی وادیوں میں گم جاتا ہے۔

سورہ الحج میں متعدد اور متنوع دلائل بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:۔

ذٰلک بان اللہ ہو الحق وانہ یحی الموتی وانہ علی کل شیءٍ قدیر وان الساعۃ اٰتیۃ لاریب فیہا وان اللہ یبعث من فی القبور (اٰیت ۶-۷)

ترجمہ: یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ یقیناً ہے اور وہی زندہ کرے گا مردوں کو اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور بیشک قیامت آنیوالی ہے جس میں شک نہیں اور اللہ اٹھائے گا قبروں میں دفن ہونے والوں کو۔

Marfat.com

اسی طرح انسانی تخلیق کو بیان فرما کر بطور نتیجہ کے فرمایا الیس ذلک بقادر علی ان یحی الموتی (القیمۃ) فرمایا کما بدانا اول خلق نعیدہ وعداً علینا انا کنا فعلین (الانبیاء ع۱۲)

اسی طرح انسانی توہمات اور شکوک کا پوری طرح ازالہ کرتے ہوئے بعث بعد الموت کا عقیدہ تفصیلاً بیان فرمایا۔ مثلاً یہ شبہ کہ

ءاذا متنا وکنا تراباً ذلک رجع بعید — ترجمہ: کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے یہ تو بڑے دور کا لوٹنا ہے (یہ ناممکن ہے)

اس کا جواب فرمایا:۔

قد علمنا ما تنقص الارض منھم وعندنا کتاب حفیظ (ق ع۳ وع۱) — بے شک ہم جانتے ہیں ان سے جو زمین کم کردے گی اور ہمارے پاس نگہبان دفتر موجود ہے۔

اس بدنی اعادہ کو اسی شکل و صورت اور اعضاء و جوارح کے ساتھ دوبارہ زندہ کرنے پر اعتراض کرتے ہوئے منکرین نے کہا زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا اس کا جواب نہایت ہی تاکید سے فرمایا:۔

قل بلی وربی لتبعثن ثم لتنبؤن بما عملتم وذلک علی اللہ یسیر (تغابن ع۱) — ترجمہ: آپ فرما دیجئے ہاں کیوں نہیں مجھے قسم ہے میرے رب کی تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر تم کو تمہارے اعمال کی خبر دی جائے گی اور یہ بات اللہ پر آسان ہے۔

خلاصۃ المرام آنکہ قرآن حکیم نے پوری تفصیل اور تشریح کے ساتھ معاد بدنی کا عقیدہ بیان فرمایا اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے فرمایا وبالاخرۃ ھم یوقنون (بقرہ ع۱) اور کافر اس کے منکر ہیں وبالاخرۃ ھم کافرون (ہود ع۱۹) قرآن مجید کا آخری حصہ خصوصیت کے ساتھ قیامت کے وقوع اور اس کی علامات ارضی و سماوی کائنات میں رد و بدل وغیرہا تمام جزئیات کو تفصیل سے بیان فرماتا ہے۔

ضروری فائدہ:۔ عقیدہ قیامت کی ابتدائی منزل حیات قبر ہے جس کو قرآن کریم نے برزخ کے ساتھ تعبیر فرمایا ہے کہ عرفی موت کے بعد روح بدن اور اس کے واردات و احوال اگرچہ انسانوں کی

Marfat.com

نظر سے اوجھل ہوتے ہیں مگر وہ قبر یا اس حیثیت میں جو موت کے بعد ان کو لاحق ہو جاتی ہے اس زندگی میں ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ومن ورائهم برزخ الى يوم يبعثون۔ (المومنون ۱۰۰)

یوم حشر میں قبروں سے ان کو نکالا جائے گا زندگی ان میں پہلے سے کسی نہ کسی حیثیت سے موجود ہوگی فرمایا کافر جس طرح قیامت کے منکر ہیں۔ اسی طرح وہ حیات برزخی (حیاتِ قبر) کے بھی منکر ہیں اور اس کو مشکل سمجھتے ہیں۔

قد يئسوا من الاخرة كما يئس الكفار من اصحب القبور (الممتحنہ ۱۳) | ترجمہ یہ قیامت سے اس طرح ناامید ہیں جس طرح کافر قبروں والوں سے ناامید ہو گئے (کہ دوبارہ نہ اٹھیں گے)

# قرآنی قصے

( )

قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کے قصے بھی آئے ہیں اور کچھ اور قصے بھی بیان فرمائے جیسا کہ اصحاب کہف کا قصہ، کچھ قصے تو تفصیلی طور پر آئے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور کچھ اجمالی طور پر آئے ہیں جیسا کہ الیاس علیہ السلام کا۔ ان سب قصوں میں سے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت یوسف علیہم السلام کے قصے تفصیلاً آئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ متعدد اور متنوع طریقوں پر آیا ہے۔ عرب میں موجودہ اقوام (یہود و نصاریٰ اور مشرکین) کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اس لئے قرآن حکیم نے توحید، قیامت، احیاءِ موتیٰ کے عقائد کو بیان کرتے ہوئے جگہ جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات کا تذکرہ فرمایا، اور ساتھ ہی بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں حضرت ابراہیم کی اس دعا کو پیش فرمایا جو آپ نے بیت اللہ کی تعمیر پر فرمائی تھی اور جس کا ذکر سورہ بقرہ کی آیت ۱۲۹ میں آیا ہے اور یہ بتایا کہ اب ملتِ ابراہیمی کا صحیح وہی نقشہ ہے جو سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش فرمایا

قل اننی هدانی ربی الی صراطٍ مستقیم دینا قیما ملة ابراهیم حنیفا وما کان من المشرکین (الانعام ۱۶۳) | ترجمہ آپ فرما دیجئے مجھے چلا دیا میرے رب نے سیدھی راہ پر پختہ دین جو ملت ابراہیمی ہے اور ابراہیم مشرکوں سے نہ تھا۔

Marfat.com

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بار بار آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی گئی فرمایا:۔

انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً (المزمل ۱۵) | (ترجمہ) بے شک ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول گواہی دینے والا تم پر جیسا کہ بھیجا ہم نے فرعون کی طرف رسول

عرب اور مصر کی سرحدات ملی ہوئی تھیں عرب والے مصریوں کے حالات سے باخبر تھے تو ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات بتائے گئے کہ جس طرح فرعون جیسی جابر طاقت اور فرعونیوں کی کثیر تعداد پر موسیٰ علیہ السلام کو غلبہ اور فتح و نصرت حاصل ہوئی۔ اسی طرح سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان فرعونوں پر فتح حاصل ہوگی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بھی تفصیل سے آیا کہ آپ کو بھی حضرت یوسف علیہ السلام سے مشابہت ہے۔ بھائیوں کا حسد۔ وطن سے اخراج۔ مصر میں ابتدائی زندگی آخر حکومت مصر حضرت یوسف علیہ السلام کی حیات طیبہ کے چار مرکزی مقام ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس قریش مکہ کی مخالفت، ہجرت مدینہ منورہ، مدینہ پہنچتے ہی غزوات کا ابتلاء اور ان کی کثرت مگر انجام کار فتح مکہ مکرمہ اور ان ہی قومی بھائیوں کا غلامانہ طریقہ پر حاضر خدمت ہو کر عفو و کرم کی درخواست کرنا سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات انور کے مرکزی مقام ہیں چنانچہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

لا اقول الا کما قال الاخ الصالح لا تثریب علیکم الیوم انتم الطلقاء | ترجمہ آج میں وہی کہوں گا جو نیک بخت بھائی یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ آج تم پر کوئی گرفت نہیں تم سب آزاد ہو۔

قرآن کریم میں ان قصوں کے لانے کی حکمت میں یہ کہا جاتا ہے کہ:۔

اوّل، دنیا والوں کو یہ بتانا کہ انبیاء علیہم السلام کے منکر اور مخالف ہمیشہ تباہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ انبیاء سابقین کے مخالف تباہ ہوئے اور انبیاء علیہم السلام کامیاب ہوئے فرمایا:۔

لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب (یوسف ۱۱۱) | ترجمہ بے شک ان کے قصوں میں مغز والوں کے لئے عبرت ہے۔

Marfat.com

دوم :۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلّی اور تسکین ہے کہ انبیاء سابقین پر بھی ایسے واقعات اور حالات آئے جو آپ پر آئے ہیں انجام کار آپ کامران اور کامیاب ہوں گے۔ فرمایا

| | |
|---|---|
| وکُلًّا نقص علیك من انباءِ الرسل ما نثبت به فوادك (ہود ۱۲۰) | ترجمہ یہ سارے قصّے انبیاء علیہم السلام کی خبروں کے ہم آپ پر بیان کرتے ہیں جن سے آپ کے دل کو برقرار رکھتے ہیں۔ |

سوم :۔ آپ کی صداقت کی دلیل ہے وہ حالات اور تاریخی واقعات جو کسی کو معلوم نہ تھے پھر آپ کی شان یہ ہے کہ آپ اُمّی ہیں لکھنا پڑھنا نہ جاننے والے صلی اللہ علیہ وسلم ان سب واقعات کو بیان فرما دیا اُس دور میں جو تعلیمی دوڑ میں بہت پیچھے تھا یہ آپ کی صداقت کی دلیل ہے چنانچہ نوح علیہ السلام کے حالات آپ نے بتائے۔ آپ نے کس طرح بامر خداوندی کشتی بنائی اور کس طرح طوفان آیا۔ اور قوم کا بیڑا غرق ہوا۔ ارشاد فرمایا :۔

| | |
|---|---|
| تلك من انباء الغیب نوحیها الیك ماکنت تعلمها انت ولا قومك من قبل هذا (ہود ۴۹) | (ترجمہ) یہ غیب کی خبروں سے تھا جن کی آپ کی طرف ہم نے وحی کی ان کو نہ آپ اور نہ آپ کی قوم سے اس سے پہلے جانتی تھی۔ |

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بنی اسرائیل کی تاریخ داخلہ مصر کو بیان کرتی ہے عربوں کو اس کا علم نہ تھا جیسا کہ اس قصہ کے شروع میں فرمایا وان کنت من قبلہ لمن الغافلین

اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام کی ولادت اور ان کی تربیت کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا :۔

| | |
|---|---|
| ماکنت لدیهم اذ یلقون اقلامهم ایهم یکفل مریم وماکنت لدیهم اذ یختصمون (آل عمران ۴۴) | ترجمہ آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی اپنی قلمیں ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کا سرپرست بنے اور نہ آپ ان کے پاس تھے جب وہ اس بات میں بحث کر رہے تھے۔ |

چہارم :۔ اقوام سابقہ اور خصوصیت سے بنی اسرائیل نے جو خرافات اور من گھڑت باتیں بنا کر جزو دین بنالی تھیں ان کی بھی تردید کی جیسا کہ کفارۃ المسیح کا مسئلہ۔ آگ میں ایاماً معدودات تک رہنا وغیرہا واقعات میں قطع وبرید کیا گیا تھا قرآن مجید نے ان کی حقیقت واضح فرمادی۔ ارشاد فرمایا

اِنَّ هٰذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل اکثر — ترجمہ بے شک یہ قرآن صحیح طور پر بیان کرتا ہے بنی اسرائیل پر

Marfat.com

الذی ھم فیہ یختلفون (النمل ۷۶) اکثر وہ باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالقادر نے فرمایا "بعضے قصے ان کے ہاں کئی طرح روایت تھے اس میں اسی طرح فرمایا جو صحیح تھا"

سوال ۹۔ انبیاء علیہم السلام کے وہ قصے جو قرآن مجید میں آئے ہیں اگر وہ ایک ہی جگہ بیان فرما دیئے جاتے تو کیا وہ کافی نہ تھا متفرق سورتوں میں علیحدہ علیحدہ سیاق و سباق کے ساتھ ان کو بیان فرمانے میں کیا حکمت ہے؟

جواب :۔ قرآنی قصوں کا مطلب صرف تاریخی حکایات نہیں بلکہ ان کو بطورِ شہادت اور تعلیم و تبلیغ کے لئے پیش فرمایا اس لئے جہاں جہاں جس شہادت یا دلیل کو پیش کرنا تھا اسے پیش کر دیا گیا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر مبارک کئی آیات اور سورتوں میں آیا ہے مگر اس کا علیحدہ علیحدہ ہر جگہ افادی پہلو ہے جس کا تجزیہ یوں کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ یہودیوں کا یہ زعم تھا کہ وہ انبیاء کی اولاد ہیں ان کو یہ شرف نجات کے لئے کافی ہے کوئی بھی عمل نہ کریں تب بھی ان کی نجات ہو جائے گی اور وہ اولاد یعقوب ہونے کی وجہ سے قابلِ احترام اور اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں۔ اس کی تردید فرماتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کئے ہوئے عہد کو سورہ بقرہ میں ذکر فرمایا :۔

قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظلمین ترجمہ حضرت ابراہیم نے کہا (یہ عہدِ امامت) میری اولاد کو بھی دیا جائے فرمایا میرا یہ اقرار ظالموں کو نہیں پہنچتا

یعنی اگر ایک آدمی یا قوم تیری اولاد میں سے ہو گی مگر میری نافرمان ہو گی تو اس کو میرا یہ عہد و اقرار ہرگز فائدہ نہ دے گا۔ وہ میری طرف سے اعزازات خاندانِ نبوت کی مستحق نہ ہو گی۔

۲۔ سورہ بقرہ ہی کی آیت ۲۵۸ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر نمرود کے ساتھ بحث و مباحثہ کے سلسلے میں آیا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نورِ حق سے منور اور مشرف فرما دیتے ہیں وہ تو کفر و شرک شک و وہم کے اندھیروں سے محفوظ رہتا ہے اور جسے نورِ ہدایت حاصل نہ ہو وہ اس اندھیرے

Marfat.com

میں بری طرح پھنس جاتا ہے وہ سادہ اور حقیقی بات کو بھی نہیں سمجھ سکتا۔ فرمایا

| | |
|---|---|
| قال فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فات بھا من المغرب فبھت الذی کفر واللہ لا یھدی القوم الظالمین ٥ | (ترجمہ) کہا (ابراہیم علیہ السلام نے) بے شک اللہ تعالیٰ لاتا ہے سورج کو مشرق سے پس تو لے آ مغرب سے پس شکست کھا گیا وہ کافر اور اللہ راہ نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ |

اسی طرح سورۃ الانعام میں آپ کا اپنی قوم کے ساتھ ستارے، چاند اور سورج کے موضوع پر بحث کر کے ان کو دلائل سے لاجواب کر دینے کا ذکر ہے جس کے نتیجے میں فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| وتلك حجتنا اٰتینٰھا ابراھیم علی قومہ نرفع درجٰت من نشاء ان ربك حکیم علیم ۔(۸۳) | (ترجمہ) اور یہ ہماری دلیل تھی جو دی ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر بلند کرتے ہیں درجے جس کے چاہیں بے شک تیرا رب حکمت والا علم والا ہے۔ |

۲۲۔ سورہ توبہ میں کفار سے انقطاع تعلقات کی تاکید فرمائی اور مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ تمہارے لئے سبب اتحاد اور مودّت صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان سے ہے۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس مقاطعہ کا ذکر فرمایا جو آپ نے اپنے باپ سے کیا تھا۔ فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرا منہ ان ابراھیم لاواہ حلیم ۱۱۴ | ترجمہ پس جب کھل گیا اس کے سامنے کہ وہ (اس کا باپ) اللہ کا دشمن ہے تو بیزار ہوا اس سے بے شک ابراہیم انابت کرنے والا بردبار ہے۔ |

اسی طرح سورۃ الانبیاء ۷۲ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں آپ کی زوجہ محترمہ کا ذکر فرمایا کہ ان کی فرمانبرداری اور اپنے خاوند علیہ السلام کی اطاعت کا اجر دنیاوی زندگی میں بھی بیٹے اور پوتے کی بشارت دی گئی۔ مگر حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو اسی زمانے میں گذری ہے اس کو عذاب میں ہلاک کر دیا گیا کہ وہ خاوند کے دینی امور میں خائن تھی۔

۱۔ اسی طرح قرآن مجید میں آنے والے تمام قصوں کو متفرق مقامات پر فوائد کے لئے بیان فرمایا جو ان کے مناسب تھے۔

Marfat.com

# اقسام القرآن

ہر زبان میں یہ طریقہ تکلم مستعمل ہے کہ کسی مضمون کو جو اہم اور ضروری ہو اس کو قسم کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اسلام سے پہلے عربوں میں یہ طریقہ تکلم رائج تھا ان لوگوں کے ہاں بھی کسی بات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے تین راستے تھے۔ حاکم وقت کا فیصلہ، شہادت اور قسم۔ زہیر شاعر عرب نے کہا ؎

فان الحق مقطعه ثلاث — یمین او نفار او جلاء

ترجمہ :۔ بے شک حق کا فیصلہ تین دلیلوں سے ہو سکتا ہے قسم، یا حاکم کے پاس جانا یا شہادت۔

حاکم وقت کے فیصلے کا دارومدار بھی شہادت یا پھر قسم پر ہوا کرتا ہے شاعر نے کہا ؎

لکل امرو اقع احد او شہادۃ او حلفتہ جلواء ، بہ یقوم الارض والسماء وکل شی غیر ذا عداء

چنانچہ اسلام سے پہلے بھی عرب اپنے دوسرے معبودات کے علاوہ رب العالمین کی ذات کی بھی قسم کھایا کرتے تھے۔ ارشاد قرآنی ہے :۔

واقسموا باللہ جھد ایمانھم لایبعث اللہ من یموت (الانعام ۱۰۹)

ترجمہ اللہ کے نام کی پکی قسمیں کھا کر کہتے ہیں اللہ نہ اٹھائے گا اسے جو مر جاتا ہے۔

لات۔ مناۃ عزیٰ۔ پانی۔ آسمان۔ ستاروں۔ روشنی۔ اندھیرے وغیرہ کی قسمیں بھی کھایا کرتے تھے

(ایمان الغرب از کاتب م ۴۲۳ھ)

چنانچہ قرآن مجید میں لفظ قسم، یمین، حلف تینوں آئے ہیں۔ قسم کی قدر مشترک میں تو یہ تینوں کلمات برابر ہیں۔ اس لئے بعض جگہ ہم معنی بھی آئے ہیں۔ سورہ المائدہ میں فرمایا **ذٰلک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم** مگر ان کا محل استعمال جدا جدا مفہوم پر دلالت کرتا ہے **لفظ قسم** جہاں لایا گیا وہاں عموماً مراد اس سے شہادت ہے اور یہی مفہوم زیادہ طور پر قرآن کریم کی دوسری قسموں میں بھی ہے کیونکہ شہادت کا بدل قسم کو قرار دیا گیا ہے سورہ نور میں لعان کا طریقہ بیان کرتے ہوئے بجائے گواہوں کے چار قسمیں کھانے کا حکم دیا ان قسموں کو لفظ **شہادت** سے تعبیر فرمایا۔ جیسا کہ ارشادِ قرآنی ہے :۔

---

قرآنی قصص کے موضوع پر مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قصص القرآن جامع اور مفید کتاب ہے

Marfat.com

ترجمہ

| | |
|---|---|
| والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداء الا انفسھم فشھادۃ احدھم اربع شھادات باللہ انہ لمن الصادقین ۝ (ایت ع۶) | اور وہ جو تہمت لگاتے ہیں اپنی بیویوں کو اور انہیں ہوں تعان کے لیئے گواہ مگر صرف وہ خود ہی تو ان میں سے ہر ایک کی شہادت یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ سچوں میں سے ہے۔ |

اسی طرح کائنات ارضی اور سماوی بھی وجود خداوند قدوس پر شہادت ہے مصنوع صانع پر گواہ ہوتا ہے چنانچہ فرمایا :۔

ترجمہ

| | |
|---|---|
| والفجر ولیال عشر والشفع والوتر واللیل اذا یسر ھل فی ذالک قسم الذی حجرہ (الفجر ع۱ تا ۵) | قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی اور رات کی جب وہ چلے بے شک ان میں قسم ہے عقلمندوں کے لئے۔ |

**لفظ یمین** لفظ یمین کا معنی دایاں ہاتھ ہے عموماً کسی عقد اور معاہدہ کے وقت ہاتھ میں ہاتھ ملایا جاتا ہے عرب کے مشہور شاعر امراؤ القیس نے کہا ہے ع

فقلت یمین اللہ ابرح قاعداً

قرآن کریم میں بھی یہ کلمہ زیادہ تاکید کے مقام پر آیا ہے فرمایا :۔

| | |
|---|---|
| واوفوا بعھد اللہ اذا عاھدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا (النحل ع۱ ۹۱) | ترجمہ اور پورا کرو اللہ کے ساتھ کیا ہوا عہد جب عہد کر لو اور نہ توڑو قسموں کو ان کی پختگی کے بعد۔ |

معاہدہ کے ضمن میں لفظ یمین فرمایا اور ساتھ ہی اس کی تاکید اور پختگی کو بھی ذکر فرمایا

**حلف** کا لفظی معنی ہیں معاہدہ دوسرے کو اعتماد میں لینا ہے۔ دورِ جاہلیت میں عرب کے بادشاہ نعمان بن المنذر کو کسی نے جا کر کہا کہ نابغہ شاعر تیری بیوی پر عاشق ہے تو نابغہ نے اپنی پاک دامنی کو پیش کرتے ہوئے کہا :۔ ؎

حلفت فلم اترک لنفسک ریبۃ ——— ولیس وراء اللہ للمرء مذھب

ترجمہ :۔ میں نے اللہ کی قسم کھا کر اپنی پاک دامنی کو بیان کر دیا اب تجھے بھی اس پر یقین کر لینا چاہیئے کہ اللہ کا نام آجانے کے بعد انسان کے لیئے کوئی جائے فرار نہیں۔

Marfat.com

"تنبیہ" دورِ جاہلیت میں اللہ تعالیٰ کے نام کا غیر مسلم اس قدر احترام اور وقار کرتے تھے اس لئے اللہ کے نام کی قسم کو قابلِ اعتماد سمجھا جائے۔ قسم کھانے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی کے اسم پاک پر اعتماد رکھے اور قسم دینے والا بھی۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے ۔۰ ما حلف بالطلاق مومن ولا استحلف به الامنافق (کنوز الحقائق للمناوی ص۱۵۱ ج ۲) یعنی مومن کی نظر میں اللہ تعالیٰ کا اسم عظیم سب سے زیادہ قابلِ قدر و احترام ہے اس لئے وہ تو اسی نام پر اکتفا کرے گا اور اگر اس کا مقابل بجائے اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے طلاق کی قسم کا مطالبہ کرے جیسا کہ آج کل عام رواج ہے تو وہ بھی منافقوں والا کام کر رہا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے اسم عظیم پر اعتماد نہیں رہا۔"

(فائدہ) قرآن مجید میں حلف کا ذکر ان ہی مقامات پر آیا ہے جہاں قسم کھانے والے نے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے جس کو اصطلاح قرآنی میں منافق اعتقادی کہا جاتا ہے چنانچہ یَحْلِفُنَّ کا کلمہ پ۱۱ میں اور یحلفون کا کلمہ پ۵ و ۱۰ و ۱۱ و ۲۸ میں آیا ہے اور ان سب آیات میں منافقوں ہی کے تذکرہ میں آیا ہے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حلاف کی بات پر اعتماد نہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ ولا تطع کل حلاف مهين (ن ع۱) زیادہ قسمیں کھانے والے ذلیل پر اعتماد نہ کیجئے۔

حروف قسم قرآن حکیم میں خداوند قدوس نے قسم کا کلمہ اکثر مقامات پر ارشاد فرمایا ہے مگر بعض مقامات پر دوسرے حروف کو بھی ارشاد فرمایا جس سے مراد قسم ہے جیسا کہ حشر اجساد کو تاکید کے ساتھ فرمایا:

قُل ای وربّی انه لحق (یونس ع۵) ترجمہ آپ کہہ دیجئے ہاں اور قسم ہے میرے رب کی یہ قیامت حق ہے

قُل بلیٰ وربّی لتبعثن (تغابن ع۱) آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تم ضرور اٹھائے جاؤ گے

قُل بلیٰ وربّی لتاتینّکم (سبا ع۳) آپ کہہ دیجئے ہاں کیوں نہیں مجھے قسم ہے اپنے رب کی وہ ضرور تم پر آئے گی۔

عربی زبان میں حروف قسم تین ہیں واو، تا اور با، قرآن مجید میں ان تینوں کا ذکر ہے۔ فرمایا:۔

یٰس ۰ والقرآن الحکیم انک لمن المرسلین ۰[1] ترجمہ:۔ اے سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حکمت والے قرآن کی قسم آپ رسولوں میں سے ہیں

[1] یہ آیت حروف مقطعات میں سے نہیں بلکہ یہ جملہ ہے یا حرف ندا اور س سے مراد سید سردار ہے جس کا مصداق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چونکہ س سید الحروف ہے اس لئے سید الانس صلی اللہ علیہ وسلم کو سید الحروف سے پکارا۔

Marfat.com

قالوا تاللہ تفتاء تذکر یوسف (۸۵) برادرانِ یوسف نے کہا اللہ کی قسم تو یوسف کو یاد ہی کرتا رہے گا

فائدہ۔ تَا کا حرف صرف اللہ ہی کے اسم پاک میں آتا ہے اور کسی پر نہیں آتا۔ بَا کا حرف قسم کے طور پر قرآن مجید میں آیا ہے قال فبعزتك لاغوینھم اجمعین (ص ۸۲) کہا ابلیس نے تیری عزت کی قسم میں ان سب کو گمراہ کردوں گا۔ مگر ... لَام کا حرف بھی قسم کے لئے آیا ہے اور وہ صرف سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کی قسم ہے۔ ارشادِ قرآنی ہے:۔

لعمرك انھم لفی سکرتھم یعمھون (الحجر ۷۲) آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا ترجمہ لعمرك لعیشك فرمایا ہے (بخاری کتاب التفسیر) حضرت شاہ عبدالقادر نے ترجمہ فرمایا "یہ اللہ تعالیٰ حضرت کو فرماتا ہے قسم ہے تیری جان کی"

حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ یہ بھی سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی سوائے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے (البیان صد ۲۹) علامہ ابن قیم نے اس موضوع اقسام القرآن پر مستقل کتاب تحریر فرمائی اسی میں تصریح فرمائی کہ:۔

تمام علمائے سلف کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کی قسم ہے۔ البتہ معتزلہ اور ان کے پیرو (جو ہر اس آیت کی تحریف معنوی کرنے کا نام تفسیر رکھتے ہیں جس سے سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیر اور ادب ظاہر ہوتا ہو) اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ یہ فرشتوں کا کلام ہے اور اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام ہیں (زمخشری) آج کل کے بعض متفرد لوگوں نے کہا یہ جملہ دعائیہ ہے۔

رَبُّنَا یَعلم کا کلمہ بھی قسم کے لئے آیا ہے قاضی بیضاوی نے فرمایا ہے کہ یہ قسم کے سب جملوں سے زیادہ موکد قسم ہے۔

لَقَدْ میں بھی لام موطئہ للقسم ہے۔ یعنی لَقَدْ کا ترجمہ بھی مجھے قسم ہے ہوگا۔

فائدہ۔ قرآن مجید میں سات مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ علیم کی قسمیں کھائی ہیں اور باقی مقامات پر

Marfat.com

اپنی مخلوقات کی قسم کھائی ہے جیسا کہ فرمایا والتین والزیتون تو یہاں لفظ رَبِّ محذوف ہے۔ ورَبِّ الزیتون سے شرح کی جائے گی اور یہ اس لئے قسم کھائی گئی کہ عرب ان کا احترام کرتے تھے۔ ایک قسم عمومی اشیاء کی بھی کھائی ہے فرمایا:۔

فلا اقسم بما تبصرون وما لا تبصرون (الحاقہ ۳۸،۳۹) پس میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جو تم دیکھتے ہو اور ان کی بھی جو تم نہیں دیکھتے۔

فائدہ۔ بعض آیات میں قسم سے پہلے لَا کا حرف بھی آیا جس کو بعض علماء تفسیر نے زیادہ قرار دیا اور معنی یہ فرمایا کہ میں قسم کھاتا ہوں۔ لیکن یہ لَا مخاطب کے ذہن میں موجود ہونے والے شبہ کو دور کرنے کے لئے لایا جاتا ہے اور پھر اس پر قسم کھا کر مضمون کو محقق کیا جاتا ہے فرمایا:۔

فلا وربك لا یومنون حتی یحکموك فیما شجر بینھم (الایات النساء ۶۵)

یعنی جو بات ان کے ذہنوں میں موجود ہے کہ آپ پر صرف زبانی طور سے اقرار ایمان ہی کافی ہے یہ بات درست نہیں مجھے تیرے رب کی قسم یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ آپ کو حَکَم نہ مان لیں الخ

فائدہ! اکثر جگہ قسم کا جواب ساتھ ہی موجود ہے جیسا کہ فرمایا یٰس ۔ والقرآن الحکیم انك لمن المرسلین، اور بعض جگہ جواب قسم کے بعد میں آتا ہے جیسا کہ فرمایا ص والقرآن ذی الذکر مگر اس کا جواب قسم آیت ۳ میں فرمایا:۔

کم اھلکنا من قبلھم من قرن اب عبارت یوں ہو گی والقرآن ذی الذکر لنھلکن اعداءك (اشارہ ۱۴۷)

فائدہ! مقسم بہ کا تعلق قسم کے مضمون کے ساتھ دلیل اور شہادت کا تعلق بھی ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا والضحیٰ والیل اذا سجیٰ ما ودعك ربك وما قلیٰ (الضحیٰ ۱ تا ۳) (ترجمہ) قسم ہے دوپہر کی اور رات کی جب وہ چھا جائے نہ چھوڑا آپ کو آپ کے رب نے اور نہ ناراض ہوا۔ یعنی جس طرح دوپہر کو سورج کی روشنی اور تاریک رات کی تاریکی میں کوئی شبہ نہیں کر سکتا اسی طرح آپ کی نبوت اور رسالت اور دربارِ خداوندی میں قبولیت تام

Marfat.com

اور کامیابی کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اور جیسا کہ فرمایا والعٰدیٰت ضبحاً فالموریٰت قدحاً فالمغیرٰت صبحاً الیٰ ان الانسان لربہٖ لکنود۔ ان آیات میں گھوڑوں کے مختلف حالات اور ان کی چالوں کی قسم کھائی پھر جواب قسم میں یہ فرمایا ان الانسان لربہٖ لکنود انسان کو تبلیغ کے ساتھ تحریص اور تنبیہ کی گئی کہ وہ گھوڑا جو اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے جس کا مجازی مالک انسان کو بنایا گیا، وہ گھوڑا اس مجازی مالک کے حکم پر اس قدر خطرناک مقامات میں گھس کر اپنی جان کو خطرے میں ڈال دیتا ہے۔ اس جذبہ اطاعت اور جان نثاری سے انسان کو سبق حاصل کرنا چاہیئے کہ وہ خلیفۃ اللہ ہو کر اپنے رب کا کس قدر نافرمان اور معاند ہے۔

# امثال القرآن

قرآن کریم انسانوں کی ہدایت کے لئے خداوند حکیم نے نازل فرمایا اس لئے اس میں اسلوب بیان کے سلسلے میں وہ طریق خطاب بھی موجود ہے جس سے متکلم مخاطب کو زود فہمی کے طریقہ پر سمجھایا جاتا ہے اس چیز کے حسن اور قبیح کو مثال ہی کے ذریعہ زیادہ واضح کیا جاتا ہے قرآن حکیم میں امثال کو بیان فرمایا اس لئے قرآنیات کے طالب علم کے لئے امثال القرآن کا سمجھنا ضروری ہے علمائے تفسیر نے اپنی اپنی تفاسیر میں امثال پر سیر حاصل تبصرہ کرنے کے علاوہ مستقل اور علیحدہ کتابیں بھی تحریر فرمائی ہیں جن میں سے شیخ محمد بن حسین سلمی نیشاپوری م ۴۵۰ھ علی بن محمد ماوردی شافعی م ۴۵۰ھ اور شیخ شمس الدین بن قیم الجوزیہ م ۷۵۱ھ کی امثال القرآن قابل استشناد ہیں، قرآن کریم نے خود ہی ضرب الامثال کی حکمت بیان فرمادی :-

| | |
|---|---|
| وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون ۝ (الحشر ۲۱) | (ترجمہ) اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ فکر کریں |
| ولقد ضربنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل لعلھم یتذکرون (الزمر ۲۷) | (ترجمہ) اور بے شک ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر مثال بیان کر دی تاکہ نصیحت حاصل کریں۔ |

مگر امثال کو سمجھنے کے لئے قواعد کا جاننا ضروری ہے جو تشبیہ اور مجاز کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔

قرآن حکیم ہی کا ارشادِ گرامی ہے۔ (العنکبوت ۴۳)

Marfat.com

وتلك الامثال نضربها للناس وما يعقلها الا العالمون ٥

(ترجمہ) اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کے لئے اور ان کو عالم ہی سمجھ سکتے ہیں۔

جہلا اور دین کے معاندین نے قرآنی امثال پر اعتراض کیا تو قرآن مجید نے امثال کی حکمت اور ان کے فوائد بیان فرمائے ۔

ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقھا فاما الذین اٰمنوا فیعلمون انہ الحق من ربھم واما الذین کفروا فیقولون ماذا اراد اللہ بھٰذا مثلا یضل بہ کثیراً ویھدی بہ کثیراً ٥ (بقرہ ع ۲۶)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نہیں رکتا اس بات سے کہ بیان کرے کوئی بھی مثال مچھر کی یا اس سے زیادہ کی۔ پس وہ لوگ جو ایمان لائے وہ تو جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کیا چاہا اللہ نے اس کو مثال دے کر گمراہ رکھتا ہے اللہ اس کے ساتھ بہت کو اور ہدایت دیتا ہے بہتوں کو۔

یعنی بعض مسائل کو سمجھانے کے لئے تمثیل اور امثال کا بیان کرنا ضروری ہے اس پر اعتراض کرنیوالے اور ان کو غیر مناسب کہنے والے کافر اور اعتقادی منافق ہیں جیسا کہ سورہ المدثر آیت ع ۳۱ میں فرمایا ۔

ولیقول الذین فی قلوبھم مرض والکافرون ماذا اراد اللہ بھٰذا مثلا کذٰلک یضل اللہ من یشاء ویھدی من یشاء

(ترجمہ) اور تاکہ کہیں وہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور کافر بھی۔ کیا چاہا اللہ تعالیٰ نے اس کو مثال دے کر یوں ہی گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اور ہدایت کرتا ہے جس کو چاہتا ہے ۔

قرآن کریم میں یہ کلمہ مَثَل، مِثْل، مَثُلات اور کاف مثل اور کمثل بھی آیا ہے امام لغت قرآن امام راغب نے کہا ہے کہ مثل کا کلمہ قرآن مجید میں تشبیہ کے لئے آیا ہے تاکہ ایک قول سے دوسرے کی وضاحت کی جائے فرمایا ۔

مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃٍ اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء ......... ومثل کلمۃ خبیثۃٍ کشجرۃ خبیثۃ ن اجتثت من فوق الارض مالھا من قرار (ابراھیم از ۲۴ تا ۲۶)

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ کلمہ کی مثال اس پاکیزہ پودے کی بیان فرمائی جس کی جڑ زمین میں اور ٹہنی آسمان میں ہے اور گندی بات کی مثال اس گندے پودے کی ہے جیسے اکھاڑ لیا گیا زمین کے اوپر سے نہیں اس کے لئے ٹھہرنا ۔

Marfat.com

کلمہ طیبہ کی مثال بقاء اور دوام میں انسانی دست برد سے محفوظ رہنے میں شجرہ طیبہ کھجور کے پودے کی ہے اور کلمہ خبیثہ کی مثال فناء اور عارضی وجود، ذلت اور خست میں جھاؤ اور جھاڑی جیسی ہے اور اس کا دوسرا معنیٰ عبرت بھی ہے جیسا کہ سورہ زخرف میں اقوام سابقہ کی تباہی اور بربادی کے متعلق فرمایا فجعلناھم سلفا و مثلاً للاخرین ٥ زخرف ۵۶

اس لفظ کا تیسرا معنیٰ صورت اور کیفیت کا بیان کرنا بھی ہے فرمایا مثل الجنۃ التی وعد المتقون (محمد ۱۵) سورہ محمد آیت ۳ میں فرمایا کذلک یضرب اللہ للناس امثالھم (ترجمہ) یونہی اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے لوگوں کے لئے ان کے احوال، یہی معنی قرآن کریم کی آیت و لہ المثل الاعلیٰ فی السماوات الارض (روم ۲۷) کا ہے کہ اللہ کی شان اور حقیقت آسمانوں اور زمین میں سب سے بالا اور بلند ہے۔ مُثلات مُثلہ کی جمع ہے اس کا معنی اشباہ اور امثال آتا ہے۔ لفظ مُثل کا متبادر استعمال عزت اور شرافت کے لئے بھی آتا ہے اور اسی معنی سے قرآن کریم کا ارشاد بطریقتکم المثلیٰ (طٰہ ۶۳) بھی ہے مُثلیٰ اسم تفضیل کا صیغہ ہے اس کا مذکر امثل آتا ہے۔

قرآن کریم میں جو امثال بیان فرمائی ہیں ان کی حکمت اطاعت کی طرف ترغیب اور نافرمانی سے نفرت کا پیدا کرنا ہے۔ نیک اعمال میں سے انفاق فی سبیل اللہ کے اجر و ثواب کے بڑھنے کی مثال سورہ بقرہ آیت ۲۶۱ میں فرمائی مَثَلِ حَبَّۃٍ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ ماۃ حبہ ایک بیج سے سات سو دانے نکل سکتے ہیں اسی طرح صدقات کا اجر کئی گنا بڑھتا رہتا ہے۔ کافروں کے اعمال کی بے ثباتی اور بے نتیجہ ہونے کی مثال فرمائی۔ والذین کفروا اعمالھم کرماد اشتدت بہ الریح (ابراہیم ۱۸) جس طرح راکھ جو ویسے بھی اڑ جاتی ہے پھر جب کہ وہ سخت آندھی کا شکار ہو جائے تو اس کا نام و نشان تک نہیں رہتا۔ خلاصہ یہ کہ امثال کے بیان کرنے کی حکمت مندرجہ ذیل چھ باتیں ہیں:-

(۱) نیکی کی ترغیب (۲) بدی سے نفرت (۳) مدح (۴) مذمت جیسا کہ کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ کی مثالیں گذر چکی ہیں (۵) اعمال بد پر ملامت (۶) تنبیہ (کتاب الاشارہ صفحہ ۲۱۴)

**فوائد** (۱) قرآن کریم اکثر واقعات کو لفظ مثل کے ساتھ تعبیر فرمایا تو وہ عبرت کے لئے ہے نہ کہ

Marfat.com

تشبیہ اور مماثلت کے لئے جیسا کہ فرمایا:۔

واضرب لھم مثلاً اصحٰب القریۃ (یٰس ۱۳) (ترجمہ) ان کے لئے بیان کیجئے بستی والوں کا قصہ عبرت کے لئے

ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امراۃ نوح وامراۃ لوط...... وضرب اللہ مثلا للذین امنوا امراۃ فرعون (الایات ۱۰ و ۱۱)

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی مثال (نمونہ) کافروں کا نوح اور لوط علیہم السلام کی بیویوں کی..... اور بیان فرمائی اللہ تعالیٰ نے مثال (نمونہ) مومنوں کا فرعون کی بیوی کو۔

ان آیات میں لفظ مثل سے مراد نمونہ لیا جائے گا کہ اگر مومن دیکھنا ہو تو امراۃ فرعون کو دیکھو اور کافر دیکھنا ہو تو امراۃ لوط کو دیکھو۔ کفر کے اس قدر غلبہ اور احاطہ کے باوجود دل نور ایمان سے مشرف اور دوسری عورت کا دل دینی اور ایمانی برکات کے مرکز میں بھی کفر کا شکار۔

۲۔ تشبیہ کی حکمت ترغیب اور ترہیب ہی ہوتی ہے اس لئے ضروری نہیں کہ مشبہ بہ کی تمام کیفیات سے مخاطب واقف ہو جیسا کہ اردو میں کسی چیز کے نہ پائے جانے کو عنقا سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ عنقا کسی نے دیکھا ہی نہیں۔ قرآن مجید میں ایسی تشبیہات بھی موجود ہیں جیسا کہ حوروں کی آنکھ کو بیض مکنون شتر مرغ کے انڈوں سے تشبیہ دی حالانکہ عرب ان کی پوری حقیقت سے ناواقف تھے یا جیسا کہ دوزخ کے پھل زقوم کو روس الشیاطین سے تشبیہ دی حالانکہ شیطان کے سر سے قرآن مجید کے مخاطب اولین ناواقف تھے۔ امام لغت ابو عبیدہ م ۲۱۰ھ سے ہارون الرشید کی علمی مجلس میں یہی سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ان امثال اور تشبیہات سے مقصد ترغیب یا ترہیب ہے۔ جیسا کہ مشہور شاعر عرب نے نیزوں کو غول کے نوکدار دانتوں سے تشبیہ دی ہے حالانکہ بعض ارباب لغت نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ غول کوئی جانور ہے ہی نہیں۔

۳۔ ضرب الامثال میں ملحوظ وجہ شبہ ہی ہوا کرتا ہے۔ اس مثال اور تشبیہ کو اس وجہ شبہ پر مبنی رکھا جائے جیسا کہ عالم بے عمل کی مثال ہیں گدھے کی مثال دی جس پر کتابیں لادی ہوں تو یہاں وجہ شبہ علم پر عمل نہ کرنا ہے۔ یہ معنی نہ لیا جائے گا کہ گدھا طاقتور ہے بوجھ اٹھاتا ہے یہ تو اس کی اچھی صفت ہے اسی فائدے کے لئے آیات کے آخری کلمات کو ساتھ ملایا جائے جیسا کہ اسی مثال کے آخر

Marfat.com

میں فرمایا بئس مثل القوم الذین کذبوا بایٰت اللّٰہ (جمعہ ۵) یا نفس پرست اور خواہشات نفسانی کے پیروکار کی تشبیہ کتے کے ساتھ دی تو اس میں وجہ شبہ کتے کی وہ صفات مذمومہ ہیں جو باعث نفرت ہیں ورنہ کتے میں کچھ اچھے اوصاف بھی ہیں وفاداری جفاکشی وغیرہما۔ اس لئے اسی آیت کے آخر میں فرمایا:۔ ذٰلک مثل القوم الذین کذبوا بایاتنا (اعراف ۱۷۶)

۴۔ قرآن کریم کی امثال دونوں معانی کے لئے آتی ہیں بطور عبرت کے کوئی واقعہ اور برائے وضاحت قباحت یا حسن وخوبی، اس لئے ترجمہ کرتے وقت ان تمام فوائد کا لحاظ ضروری ہے۔

# محاورات القرآن

جس طرح ترجمہ اور تفسیر کے لئے امثال اور تشبیہات کا جاننا ضروری ہے اسی طرح محاورات القرآن کا جاننا بھی ضروری ہے۔ اس قاعدہ کو سمجھنے سے پہلے یہ بات ملحوظ رہے کہ قرآن کریم کے اولین مخاطب عرب تھے۔ اس لئے قرآن مجید میں زیادہ طور پر ان ہی اشیاء کو پیش فرمایا جیساکہ سب پھلوں کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور سب پھلوں میں خداوند قدوس کی صفت صانع جلوہ نما ہے۔ اس لئے اجمالی طور پر لفظ ثمر ہی ارشاد فرمایا۔ انظروا الی ثمرہ اذا اثمر (الانعام ۹۹) لیکن جب پھلوں کی تشریح فرمائی تو صرف رُمّان (انار)، عنب (انگور) نخیل (کھجور) کو ذکر فرمایا۔ بلکہ کچھ ایسے پھل بھی ذکر فرمادئے جن سے بعض دوسرے ممالک کے لوگ ناواقف تھے جیساکہ تین اور زیتون۔

(ب) اسی طرح سارے چارپائے خداوند قدوس کی مخلوق ہیں اور اس کی صفت خالقیت کی دلیل جیساکہ فرمایا وان لکم فی الانعام لعبرۃ (النحل ۶۶) مگر تفصیلی مشاہدہ کے لئے اونٹ کو پیش فرمایا افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت (الغاشیہ ۱۷)

ج۔ سواری اور بار برداری کے لئے سب مناسب حیوانات عطیہ خداوندی ہیں فرمایا:۔ وذللنٰہا لھم فمنہا رکوبھم ومنہا یاکلون (یٰس ۷۲) لیکن تفصیلی مشاہدے کے لئے ان ہی چارپایوں کو پیش فرمایا جن سے قرآن کے اولین مخاطب عرب مانوس تھے فرمایا۔ والخیل والبغال

Marfat.com

والحمیر (النحل ۹)

(د) پیمائش کے لئے دنیا میں اور بھی آلات موجود تھے مگر قرآن کریم کے اولین مخاطب جن آلات سے متعارف اور شناسا تھے وہ قوس، رمح، سوط، ذراع، باع تھے اس لئے شب معراج قرب نبوت کو یوں ذکر فرمایا۔ فکان قاب قوسین او ادنیٰ (النجم ۹)

(ہ) کسی چیز کی خست اور قلت کو اور الفاظ سے بھی ذکر کیا جا سکتا ہے مگر عرب جن الفاظ سے شناسا تھے ان کو ذکر فرمایا۔ جیسا کہ قطمیر (فاطر ع ۱۳) کھجور کی گٹھلی کی جھلی اور نقیر (النساء ع ۵۳) وہ گڑھا جو کھجور کی گٹھلی میں ہوتا ہے۔ فتیل (النساء ع ۴۹) کھجور کی گٹھلی میں ایک دھاگہ ہوتا ہے۔ یہ سب چیزیں عربوں کے ہاں بڑی خسیس اور ردی تھیں۔ اس لئے مشرکوں کے بنائے ہوئے شریکوں کی بے اختیاری کو بیان فرمایا کہ وہ اس قدر معمولی چیز کے بھی مالک نہیں۔ اسی طرح عربوں میں فواق اس وقفے اور مہلت کو کہا جاتا ہے جو دودھ دوھتے وقت تھنوں سے دودھ نکالتے ہوئے ہوتی ہے سورہ ص ع ۱۵ میں قیامت کے آجانے پر کسی مہلت کے نہ ملنے کو یوں ذکر فرمایا وما ینظر هولاء الا صیحة واحدة مالها من فواق۔

(و) علیٰ ہذا القیاس نزول قرآن مجید کے وقت عرب میں جو دوسری اقوام آباد تھیں ان کے محاورات کو بھی تفہیم کے لئے ذکر فرمایا ہے۔ ان کا لحاظ بھی ضروری ہے۔

ذیل میں ایک جامع اور مختصر فہرست اسی عنوان کی تشریح میں دی جاتی ہے۔

| ارشادات قرآنی | محل ذکر | ترجمہ | خلاصہ مطالب |
|---|---|---|---|
| لو یعمر الف سنة | بقرہ ۹۶ | کاش اس کی عمر ہزار برس ہو جائے | مجوسیوں کا شاہی سلام یہ ہوتا تھا عش الف نوروز اور جب کوئی مجوسی چھینکتا تو دوسرا اس کو یوں کہتا عش الف سنة |
| صبغة اللہ | بقرہ ع ۱۳۸ | ڈھونڈو اللہ کا رنگ | عیسائی بچے کی پیدائش پر اس کو زعفرانی پانی سے غسل دیا کرتے ہیں قرآن نے اس رسمی دین کو چھوڑنے کا حکم فرمایا |

Marfat.com

| | | | |
|---|---|---|---|
| ما یاکلون فی بطونہم الا النار | بقرہ ۱۷۴ | وہ پیٹ بھر کر آگ کھاتے ہیں | فی بطونہم محاورہ ہے پیٹ بھر کر کھانے کا۔ |
| کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل | بقرہ ۲۶۱ | اس بیج کی طرح جو اگائے سات بالیں | عربوں کے ہاں سات بڑا عدد ہے اس لئے آٹھویں پر واو زیادہ کی جاتی ہے مطلب سات سے کثرت اجر و ثواب ہے۔ |
| عضوا علیکم الانامل من الغیظ | آل عمران ۱۱۹ | تم پر انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں | اس سے مراد غصے کا اظہار ہے اسی کے ساتھ قل موتوا بغیظکم فرمایا |
| حتی یلج الجمل فی سم الخیاط | اعراف ۴۰ | جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے کے اندر نہ چلا جائے | یہ تعلیق بالمحال ہے |
| ولکنہ اخلد الی الارض | اعراف ۱۷۶ | لیکن وہ زمین کی طرف مائل ہو گیا | یعنی خواہشات نفسانی کی پیروی میں ذلیل ہو کر زمین پکڑ لی اور منہ پر مٹی ڈال لی۔ |
| ولما سقط فی ایدیہم | اعراف ۱۴۹ | اور جب وہ پشیمان ہوئے | سقط فی ید فلاں پشیمانی اور ندامت کے وقت کہا جاتا ہے |
| وتذہب ریحکم | انفال ۴۶ | اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی | جب بادبانی کشتی کا بادبان پھٹ جائے تو ملاح بے بس ہو جاتا ہے یعنی تمہاری حالت ناقابل اصلاح ہو جائے گی۔ |
| ان لہم قدم صدق عند ربہم | یونس ۲ | ان کے لئے سچائی کا قدم ہے ان کے رب کے ہاں۔ | اس سے مراد یا تو اعمال ہیں جیسا کہ کہا گیا قدمت ایدیکم اور یا اس سے مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہے۔ |
| ما دامت السموات والارض | ہود ۱۰۸ | جب تک زمین و آسمان رہیں گے | ہمیشہ کے معنی میں آیا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ما اختلف اللیل والنہار |
| الا کباسط کفیہ الی الماء لیبلغ فاہ | رعد ۱۴ | اس آدمی کی طرح جو ہاتھ پھیلائے پانی کی طرف تاکہ منہ پہنچ سکے | یہ مثال مشرک کی ہے |

Marfat.com

| | | | |
|---|---|---|---|
| فردوا ایدیھم فی افواھھم | ابراہیم ع ۹ | سو کافروں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں دے دئے | یعنی جس بات کا حکم دیا گیا اس پر عمل کرنے سے رک گئے |
| فخرّ علیھم السقف من فوقھم | النحل ع ۲۶ | پس گر پڑا ان پر چھت اوپر سے | یعنی کامل طور پر ہلاک ہو گئے |
| ثَانِیَ عِطْفِہٖ | الحج ع ۹ | پھیرنے والا اپنے پہلو کا | پہلو تہی کرنے والا، لاپرواہی کرنے والا |
| یوم یعض الظالم علی یدیه | الفرقان ع ۲۷ | جس دن کاٹے گا ظالم اپنے دونوں ہاتھوں پر | اپنے ہاتھوں کو غصے سے کاٹنا نامرادی اور ناکامی کا اظہار |
| انه لحقٌ مثل ما انکم تنطقون | الذریات ع ۲۷ | یہ بات اس طرح حق ہے جس طرح تم بولتے ہو | ایک آدمی جب بولتا ہے اس کو اپنی کلام پر یقین ہوتا ہے کہ وہ بول رہا ہے۔ |
| فما بکت علیھم السماء والارض | الدخان ع ۲۹ | نہ رویا ان پر آسمان اور نہ زمین | ان کی ہلاکت پر کسی کو صدمہ نہ ہوا |
| وان یکاد الذین کفروا لیزلقونك بابصارھم | الدخان ع ۱۵ | اور قریب ہیں کافر کہ حملہ کر دیں آپ پر اپنی آنکھوں سے | یہ بھی غصے اور غضب کے ساتھ دیکھنے کا کنایہ اور محاورہ ہے۔ |
| سنفرغ لکم ایه الثقلان | الرحمن ع ۳۱ | اے انسانو اور جنو ہم تمہارے لئے فارغ ہو جائیں گے | اللہ تعالیٰ فارغ ہی فارغ ہے یہ محاورہ ہے لاتفرغن لك کہا جاتا ہے۔ |
| سنسمه علی الخرطوم | القلم ع — | ہم داغ دیں گے اس کی ناک پر | ناک پر داغ اشارہ ہے ذلت کا محاورہ میں ناک کٹنا کہا جاتا ہے |
| یوم یکشف عن ساق | 〃 ع ۴۲ | جس دن پنڈلی کو کھولا جائے گا | پنڈلی کا ننگا کرنا محنت اور معروفیت کے لئے محاورہ ہے یعنی وہ دن سخت محنت اور مشقت کا ہوگا۔ |
| حمّالة الحطب | لہب ع ۴ | اٹھانے والی ایندھن کو | اس کا معنی چغل خور بھی لیا گیا ہے جیسے کہا جاتا ہے جلتی پر تیل ڈالا |

Marfat.com

علیٰ ہذا القیاس سورہ المائدہ آیت ۱۰۶ میں ایک واقعہ کا ذکر ہے جس میں عیسائیوں سے قسم لی گئی تھی ارشاد فرمایا تحبسونہما من بعد الصلوٰۃ اس نماز سے مراد باتفاق مفسرین عصر کی نماز ہے چونکہ یہود و نصاریٰ کے ہاں طلوع شمس اور غروب شمس دونوں وقت باعزت اور مقدس ہیں اس لئے ان کے عندیہ کے مطابق اس وقت میں ان کی قسم لی گئی (رق ص ۱۴۸) مقصد یہ ہے کہ قرآنی آیات کا ترجمہ اور تفسیر کرتے وقت ان محاورات کا لحاظ ضروری ہے۔ جو عرب اپنی بولی میں بولا کرتے تھے۔ فہرست بالا میں صرف چند مقامات کا ذکر ہے (قرآن مجید ایسی بلیغ اور فصیح کتاب ہے کہ اس کا مقابلہ کرنے سے ساری دنیا کے فصحاء اور بلیغ لوگ عاجز ہیں) ایک فرانسیسی ادیب نے لکھا ہے کہ ارشاد قرآنی ھل من مزید (رق ۳۰) پر میں نے کافی غور و تدبر کیا کہ اس کا بدل لایا جا سکے مگر مجھے ماننا پڑا کہ اس کا بدل کوئی جملہ نہیں ہو سکتا۔ عربی زبان کے مشہور ادیب عبد اللہ بن المقفع (مقتول ۱۴۲ھ) نے قرآنی ارشادات کا معارضہ کیا مگر جب ارشاد قرآنی وَفَارَ التَّنُّوْرُ (المومنون ۲۷) تک پہنچا تو آخر ضد اور عناد چھوڑنے پر مجبور ہوا۔ اور وہ سب لکھا ہوا مضمون پھاڑ ڈالا۔ (المشوق ۱۴۸)

اسی طرح کلام حکیم میں بعض جگہ عام انسانی بصیرت اور مشاہدہ کے مطابق کلام فرمایا اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ درحقیقت یونہی ہے بلکہ عام انسانوں کے ہاں ان کے ادراک اور بصیرت میں یوں محسوس ہوتا ہے اس لئے اسے اسی ادا اور طرز پر ذکر فرمایا۔ جیسا کہ سورج کے متعلق فرمایا وتری الشمس اذا طلعت..... اذا غربت (سورۂ کہف ۱۷) سورج کا طلوع اور غروب ہر مقام اور ہر جگہ کے انسانوں کی بصارت کے پیش نظر ہے ورنہ سورج تو ہر وقت اپنی منزل کو طے کرتا رہتا ہے۔ ہم کہتے ہیں سورج ڈوب گیا یعنی ہماری نظروں سے چھپ گیا۔ ورنہ وہ تو اپنے مستقر میں گردش کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح چاند کے متعلق فرمایا حتیٰ عاد کالعرجون القدیم (یٰس ۳۹) چاند کم ہوتے ہوتے پرانی ٹہنی کی طرح ہو گیا۔ یعنی ابتدائی تاریخوں میں ہلال کی شکل یوں ہی ہوتی ہے اور پھر آخری ایام میں زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ تو یہ ہماری دید و دانش کے اعتبار سے ہے ورنہ چاند تو اپنے وجود میں اسی طرح رہتا ہے سورج کے مقابلہ پر روشنی کی کمی بیشی ہمیں نظر آجاتی ہے اسی طرح فرمایا یخافون ربہم من فوقہم (النحل ۵۰) ربکم

Marfat.com

تو ہر جگہ ہے اوپر کی کیا تخصیص۔ چونکہ انسانی نظر اور عقیدہ میں بلندی کی جہت عزت اور عظمت کی جہت ہے جسے عزت دی جاتی ہے اسی بلند نشست پر بٹھایا جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے متعلق انسان کے دل میں عظمت بلندی کا تصور پیش کرتی ہے۔ ورنہ وہ تو ہر جگہ ہے وھو بکل شیٔ محیط (حم السجدہ ۵۴) وھو معکم اینما کنتم (وغیرہ آیات ہیں) اس لئے ترجمہ کرتے وقت ان سب قواعد اور ضوابط کا لحاظ نہایت ضروری ہے۔

# مبہمات القرآن

قرآن کریم میں کچھ ایسے کلمات بھی آئے ہیں جن کی مراد کو متعین کرنا تفسیر اور ترجمے کے لئے ضروری ہے اس موضوع کو مبہمات القرآن کہا جاتا ہے۔ صحابہ کرام میں اس کا تجسّس اور تلاش کا شوق موجود تھا حضرت عبد اللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ میں پورا ایک برس موقع کا منتظر رہا کہ موقع ملے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پوچھوں کہ ازواج مطہرات میں سے وہ کونسی دو ازدواج ہیں جن کے متعلق قرآن مجید نے فرمایا و ان تظاھرا علیہ (تحریم ۴) آخر ایک سال کے بعد موقع ملنے پر دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ حضرت عائشہ و حفصہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ اسی طرح سورہ النساء کی آیت ۱۰۰ میں ومن یخرج من بیتہ مہاجرا یہ کس خوش بخت صحابی کا ذکر ہے حضرت عکرمہ فرماتے ہیں میں چودہ سال تک اس کے متعلق پوچھتا رہا آخر معلوم ہوا کہ وہ ضرۃ بن العیص صحابی تھے۔

اس موضوع پر علماء کرام نے مستقل علیحدہ کتابیں لکھی ہیں۔ علامہ سیوطی کی مبہمات القرآن اسی موضوع پر ہے۔ مختلف بستیوں اور شہروں کی نشان دہی کے لئے سید سلیمان ندویؒ کی ارض القرآن اردو زبان میں مفید کتاب ہے۔ چند مثالوں کے ساتھ اس موضوع کو سمجھنے کی ضرورت واضح کی جاتی ہے۔

(۱) سورہ بقرہ آیت ۲۵۹ میں فرمایا او کالذی مرّ علی قریۃ یہ کون تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حاکم نے بروایت صحیح نقل فرمایا کہ یہ حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔

(۲) سورہ توبہ آیت ۲ میں فرمایا فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر یہ چار مہینے کون سے تھے آیا

Marfat.com

مطابق چار ماہ یا متعین چار ماہ تھے ۹ھ کے شوال ذی قعدہ اور ذی الحج اور ۱۰ھ کا محرم اس سے مراد ہے۔

(۳) سورہ توبہ آیت ۸۴ میں فرمایا ولا تصل علیٰ احد منھم مات اس    احد سے مراد عبداللہ بن ابی بن سلول ہے۔ جو کہ مدینہ کے منافقوں کا سردار اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت معاند قلبی تھا۔

(۴) سورہ توبہ ۹۲ ہی میں فرمایا۔ ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملھم یہ کون سے فقراء صحابہ کرام جہاد کے عاشق اور دلدادہ تھے یہ انصار مدینہ میں سے سات آدمی تھے جن کو پھر حضرت عباس، حضرت عثمان، اور یامین بن نضری نے سواریاں عطا کر دی تھیں۔

(۵) سورہ توبہ آیت ۱۰۷ میں فرمایا کہ مسجد ضرار بنانے کی غرض ارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ یہ کون تھا؟ یہ عیسائی راہب ابو عامر تھا جس کی پشت سے اللہ تعالیٰ نے عاشق رسول حنظلہ غسیل الملائکہ پیدا فرما دیا۔

(۶) سورہ الحجر آیت ۹۵ میں فرمایا انا کفیناک المستھزءین وہ کونسے بدبخت تھے جو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھٹھا کرتے اپنی عاقبت برباد کرتے تھے۔ سعید بن جبیر م ۹۵ھ نے فرمایا ہے کہ وہ پانچ بدبخت تھے۔ ولید بن مغیرہ۔ عاصی بن وائل۔ ابو زمعہ۔ حارث بن طلاطلہ۔ اسود بن عبد یغوث۔

(۷) سورۃ الشعراء ۱۹۷ میں صداقت سید الانبیاء کی شہادت میں فرمایا اولم یکن لھم ایۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل ان علماء بنی اسرائیل کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ پانچ تھے۔ عبداللہ بن سلام۔ ابن یامین ثعلبہ۔ اسد۔ اسید

(۸) سورۃ الزخرف ۳۱ میں کفار مکہ کا یہ اعتراض بیان فرمایا لولا نزل ھذا القرآن علیٰ رجل من القریتین عظیم ان دو بستیوں سے کون سی دو بستیاں مراد ہیں باتفاق علماء تفسیر ان سے مراد مکہ اور طائف ہیں۔

(۹) سورہ عبس ۱ میں ارشاد فرمایا عبس وتولی ان جاءہ الاعمیٰ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس سے مراد

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ہے۔

(۱۰) اگرچہ اقوام کا ذکر فرماتے ہوئے ان کی طرف مبعوث نبی اور رسول علیہ السلام کے نام کی تصریح فرمائی۔ مثلاً فرمایا الی عاد اخاھم ھوداً، الی مدین اخاھم شعیبا مگر سورہ المومنون آیت ۳۲ میں حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ایک رسول علیہ السلام کی آمد کا ذکر فرمایا۔ فارسلنا فیھم رسولاً منھم۔ اس رسول سے کون سا رسول مراد ہے بعض علماء تاریخ و تفسیر نے فرمایا کہ قوم عاد کے نبی ہود علیہ السلام ہیں اور بعض نے کہا قوم ثمود کے نبی صالح علیہ السلام ہیں۔

اسی طرح ایک کلمہ کئی جگہ آیا ہے مگر اس سے الگ الگ مقامات مراد ہیں۔ جیسا کہ لفظ قریہ قرآن مجید میں اُنیس دفعہ آیا ہے۔ مگر اس سے الگ الگ مقامات مراد ہیں۔

| محل ذکر | مراد | محل ذکر | مراد |
| --- | --- | --- | --- |
| بقرہ ع ۵۸ | یروشلم یا بیت المقدس | الانبیاء ع ۷۴ | سدوم عمورہ |
| " ع ۲۵۹ | اریحا | یٰس ع ۱۳ | انطاکیہ |
| النساء ع ۷۵ | مکہ مکرمہ | عنکبوت ع ۳۱ | سدوم |
| اعراف ع ۸۸ | مدین | محمد ع ۱۳ | مکہ مکرمہ |
| " ع ۱۶۱ | اریحا | زخرف ع ۳۱ | مکہ اور طائف |
| یوسف ع ۸۲ | مصر کا شہر | | |

اسی طرح لفظ مدینہ قرآن مجید میں گیارہ دفعہ آیا ہے اور ہر جگہ اس سے علیحدہ علیحدہ شہر مراد ہیں فرمایا

| محل ذکر | مراد | محل ذکر | مراد |
| --- | --- | --- | --- |
| توبہ ع ۱۰۱ و ع ۱۰۲، احزاب ع ۶۰ و منافقون ع ۸ | مدینہ منورہ | الحجر ع ۶۷ | قوم لوط کا شہر سدوم یا عمورہ |
| | | الکہف ع ۱۹ | منبج |
| یٰس ع ۲۰ | انطاکیہ | " ع ۸۲ | انطاکیہ |
| اعراف ع ۱۲۳ یوسف ع ۳۰ القصص ع ۱۸ | مصر کا شہر | النمل ع ۴۸ | حجر کا شہر |

Marfat.com

خلاصہ اس باب کا اور فائدہ اس موضوع کا یہ ہے کہ اس سے قرآن مجید کے وہ حقائق بھی اچھی طرح سمجھ میں آجائیں گے جن کا تعلق اس زمانہ کی تاریخ اور تہذیب و تمدن سے ہے۔

# "قرآنِ حکیم میں مذکور انسانوں کے اقسام"

قرآنِ حکیم میں مخاطبین کے اقسام مندرجہ ذیل ہیں :۔

(۱) عام انسانوں کو خطاب فرمایا:۔ یاایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر وانثٰی (الحجرات ع ۱۳)
اس کے مخاطب سب انسان بلالحاظ عقیدہ اور عمل و دین کے ہیں، اسی کو خطاب جنسی بھی فرمایا گیا۔

(۲) خطاب خاص بطریقہ نوع۔ فرمایا۔ یاایھا الذین اٰمنو۔ یاایھا الذین کفروا۔ یااھل الکتاب

(۳) خطاب عتاب۔ یاایھا الانسان ماغرک بربک الکریم (الایۃ الانفطار ع ۶)

(۴) خطاب مودّت و دلجوئی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی سرزنش کے وقت یوں کہا یا ابن اُمّ (طٰہٰ ع ۹۴) اے میری ماں کے جائے۔ اسی طرح استعطاف کے لئے طرق تکلم کو ادا فرمایا فمن عفی لہ من اخیہ شی (بقرہ) یعنی قاتل تو مقتول کا دینی بھائی ہی تھا اتفاقاً غلطی ہوگئی اس کو ابدی رنج اور عداوت کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ اور مقتول کو پورا قتل یا کچھ حصہ معاف کر دیا جائے۔

(۵) خطاب عزت و کرامت۔ یاایھا النبی۔ یاایھا الرسول سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ آپ کا نام لے کر آپ کو خطاب نہیں فرمایا جب کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو یاآدمُ۔ یانُوحُ۔ یاعیسیٰ بن مریم۔ یاابراھیم وغیرہم علیہم السلام کے ساتھ قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

(۶) خطاب تحریض۔ طریقہ خطاب سے عمل پر متوجہ کرنا۔ یہود کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ یابنی اسرائیل اے اولادِ یعقوب تم تو نبی علیہ السلام کی اولاد ہو تم کو تو کفر نہ کرنا چاہیے۔

Marfat.com

(۵) اسی طرح خطاب خاص مگر مراد عام ہے کبھی تو اس پر قرینہ مقالی موجود ہوتا ہے جیساکہ سورہ الطلاق میں فرمایا:- یا ایھا النبی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مگر اس کے مخاطب عام مسلمان ہیں اس لئے کہ بعد میں آ رہا ہے اذا طلقتم النساء اس صیغہ کا خطاب سمجھنا نہایت ضروری ہے جیساکہ سورہ یونس کی آیت ۹۴ میں ارشاد ہے فان کنت فی شك الایۃ (ترجمہ) اگر آپ تو شک میں ہے ان باتوں سے جن کو ہم نے نازل کیا۔ تو اس سے مراد سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نہیں بلکہ یہ خطاب دوسرے انسانوں کو ہے اسی سورۃ میں آیت ۱۰۴ میں اس کی تشریح یوں موجود ہے:-

قل یاایھا الناس ان کنتم فی شك من دینی فلا اعبد الذین الایۃ (ترجمہ) آپ کہہ دیجئے اے لوگو! اگر تم شک میں ہو میرے دین سے تو سن لو میں نہ پوجوں گا ان کو جن کو تم پوجتے ہو اللہ کو چھوڑ کر۔

اسی طرح سورۃ الزمر کی آیت ۶۵ میں ارشاد قرآنی ہے:-

لئن اشرکت لیحبطن عملك ولتکونن من الخاسرین (ترجمہ) اگر تو نے شرک کیا اے انسان تو تیرا عمل ضرور برباد ہو جائے گا اور تو نقصان والوں سے ضرور ہو جائے گا۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ انبیاء کرام سے بھی شرک کا صدور ممکن ہے بلکہ جیساکہ امام ابن تیمیہ نے بھی تصریح کر دی ہے کہ یہ کلمات اوحی الیك والی الذین من قبلك کا بدل ہیں۔ مطلب یہ کہ سب انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں کو یہ وحی سنا دی کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے سب اعمال ضائع ہو جائیں گے علی ہذا القیاس طریق خطاب کے ایک سو سے زیادہ طریقے ہیں جن کو علامہ ابن القیم نے اپنی کتاب المشوق میں بیان فرمایا ہے۔

اسی طرح قرآنیات کے طالب علم کو اس بات کا سمجھنا بھی ضروری ہے کہ تعلیمات قرآنیہ کو قبول کرنے یا نہ کرنے کی حیثیت میں چار قسم کے انسانوں کا ذکر ہے۔ مومن، کافر، منافق۔ فاسق (۱) مومن اور متقی محسن، مسلم، ان سب الفاظ کا معنی قرآنی ارشادات کی روشنی میں یہ ہے۔ کہ جس کا عقیدہ، قول، عمل سب اطاعت خداوندی کے تابع ہوں تو وہ مومن ہے۔ کافر اسی کے بالمقابل عقیدہ، قول، عمل میں انکار اور مخالفت ہو تو وہ کافر کہلاتا ہے۔ ظالم، مشرک، بھی اسی معنی میں آیا ہے۔ منافق قرآنی الفاظ میں

Marfat.com

افق وہ ہے جو زبان سے ضروریات دین کا اقرار کرے مگر دل سے اُن کے خلاف ہو سورہ المنافقین
ں اور دوسری آیات میں اسی منافق کا ذکر ہے اس کو منافق اعتقادی کہا جاتا ہے جیسا کہ سورۃ
المنافقون میں ارشاد فرمایا:-

| | (ترجمہ) |
|---|---|
| اجاءك المنفقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكاذبون (المنفقين ۱) | جب آئے آپ کے پاس منافق اور کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ آپ اس کے رسول ہیں مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق یقیناً جھوٹے ہیں |

ورہ بقرہ میں فرمایا:-

| | |
|---|---|
| ن الناس من يقول امنا بالله وباليوم الاخر ما هم بمومنين ۝ يخدعون الله والذين امنوا ما يخدعون الا انفسهم وما يشعرون ۝ في قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا ۝ آیت ۹-۱۰ | اور لوگوں میں سے کچھ کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور آخری دن پر حالانکہ وہ مومن نہیں دھوکہ دیتے ہیں اللہ کو (اپنے خیال میں) اور ان کو جو ایمان لائے (سچا) اور وہ دھوکہ نہیں کر رہے مگر اپنے آپ سے اور وہ سمجھتے نہیں ان کے دلوں میں بیماری ہے پس اللہ نے ان کی بیماری بڑھا دی۔ |

فائدہ! اس مرض سے مراد کیا ہے مفسر القرآن سدیؒ نے فرمایا:- کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے
عہد اقدس میں منافق تین قسم کے تھے (۱) وہ منافق جن کے عقائد خراب تھے چال چلن خراب نہ تھے۔ جیسا کہ
عبد اللہ بن ابی، عبد اللہ بن نفیل، مالک بن داعس (۲) وہ منافق جن کا چال چلن بھی خراب تھا وہ
ا کے لئے تگ و دو تو نہ کرتے تھے مگر موقع کی تلاش میں رہتے تھے ایسے ہی لوگوں کے متعلق سورہ
احزاب ۳۲ میں فرمایا فيطمع الذي في قلبه مرض (۳) یہ وہ گروہ تھا جس کی تگ و دو اسی عمل بد
میں رہتی تھی سورہ الاحزاب میں حجاب کا حکم دیتے ہوئے منافقوں کو سرزنش فرمائی۔ آیت ۶۰ و ۶۱

| | ترجمہ |
|---|---|
| لئن لم ينته المنفقون والذين في قلوبهم مرض والمرجفون في المدينة لنغرينك بهم ثم لا يجاورونك فيها الا قليلا ملعونين اينما ثقفوا | اگر نہ رکیں منافق اور وہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور غلط خبریں اڑانے والے مدینہ میں۔ تو ہم ضرور لگا دیں گے آپ کو ان کے پیچھے پھر وہ اس شہر میں آپ کے پاس نہ ٹھہریں گے مگر |

Marfat.com

اخذوا وقتلوا تقتیلاہ — بہت ہی کم لعنت کئے گئے جہاں کہیں پائے گئے پکڑے جائیں گے اور قتل کئے جائیں گے۔

منافقوں میں سب سے زیادہ خطرناک مہلک عقیدہ جو تھا وہ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مقدس کو برداشت نہ کرنا تھا۔ وہ مشہور واقعہ جس کی اطلاع سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو چکی تھی اس واقعہ کا مفتری عبداللہ بن ابی تھا لوگوں نے جب اس کو ملامت کیا کہ جا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگ لے تو اس نے جواب میں یہ کہا۔

"تم لوگوں نے مجھے ایمان لانے کا مشورہ دیا جس کو میں نے قبول کر لیا پھر تم نے مجھے زکوٰۃ دینے کو کہا اس کو بھی میں نے قبول کر لیا اب تم مجھے یہ رائے دیتے ہو کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سجدہ کروں یہ بات مجھ سے نہ ہو سکے گی"

اس پر قرآن حکیم کا نزول ہوا۔ واذا قیل لھم تعالوا یستغفر لکم رسول اللہ الآیۃ (روح)

قرآن کریم میں منافقوں کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جن کا خاتمہ کفر پر ہوا، اور دوسرے وہ جن کی اصلاح ممکن تھی اور ان کی اصلاح ہو بھی گئی۔ سورہ بقرہ میں فرمایا:-

| | |
|---|---|
| مثلھم کمثل الذی استوقد نارًا فلما اضاءت ما حولہ ذھب اللہ بنورھم وترکھم فی ظلمٰت لا یبصرون ہ صم بکم عمی فھم لا یرجعون (بقرہ آیت ۱۷ و ۱۸) | ترجمہ ان کی مثال اس کی ہے جس نے آگ سلگائی پس جوں ہی آگ نے اس کا گرد روشن کیا لے گیا اللہ ان کی روشنی اور چھوڑ دیا ان کو اندھیروں میں ان کو نظر نہیں آتا۔ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں پس اب وہ (کفر سے) نہ لوٹیں گے۔ |

یعنی نور ایمان نے ان کے ارد گرد کو منور تو کر دیا مگر ان بدبختوں نے قدم ہی نہیں اٹھایا کہ صراط مستقیم چل پڑتے بلکہ یہ اب نہ لوٹیں گے ان کے بارہ میں سورہ توبہ آیت ۱۰۱ میں فرمایا:-

| | |
|---|---|
| ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم | (ترجمہ) مدینہ کے کچھ لوگ نفاق پر اڑے رہے آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں ہم ان کو سزا پر سزا دیں گے پھر بڑے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ |

Marfat.com

ان ہی کے بارے میں آپ کو اللہ تعالیٰ سے طلب مغفرت کرنے ان کی نماز جنازہ پڑھنے ان کی قبروں
مغفرت کی دعا کرنے سے قرآن مجید نے منع فرمادیا جس کی تفصیل سورہ توبہ کی آیت ۸۴ع میں موجود ہے
دوسری قسم وہ منافق اعتقادی جن کی اصلاح ممکن ہے فرمایا :-

| | |
|---|---|
| کلما اضاء لهم مشوا فيه واذا اظلم عليهم قاموا ولو شاء الله لذهب بسمعهم وابصارهم ان الله على كل شئ قدير (بقرہ ع۲) | ترجمہ: جب کبھی چمکتی ہے ان کے لئے چلتے ہیں اس میں اور جب ان پر اندھیرا پڑ جاتا ہے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر چاہتا اللہ تعالیٰ لے جاتا ان کے کان اور آنکھیں اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ |

یعنی اگرچہ تا حال یہ حیلے بہانے بنا کر نور ایمان سے بھاگ رہے ہیں مگر یہ راستہ پر چل رہے ہیں قدم دو قدم آگے ہی بڑھاتے ہیں ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو مشرف بالایمان کر دے جیسا کہ سورہ توبہ آیت ع۱۰۲ میں فرمایا :-

| | |
|---|---|
| وآخرون اعترفوا بذنوبهم خلطوا عملاً صالحاً وآخر سيئاً عسى الله ان يتوب عليهم ان الله غفور رحيم | ترجمہ: اور بعضوں نے مان لیا اپنا گناہ ملایا نیک کام اور دوسرا برا شاید اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر لے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ |

شیخ التفسیر مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا :- منافقین میں سے یہ وہ لوگ ہیں جو قابل معافی ہیں کیونکہ یہ دل سے اسلام کے دشمن نہیں یہ رائے بعض مفسرین کی ہے۔

قرآن حکیم میں ذکر ہونے والے انسانوں کی چوتھی قسم فسق ہے ہم فسق کی اصلاحاً یہ تعبیر کر سکتے ہیں کہ عقیدہ بھی درست، زبانی اقرار بھی موجود، البتہ عمل میں کمزوری موجود ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں صحابہ کرام کی شان یہ بیان فرمائی کہ ان کو کفر، فسوق اور عصیان سے نفرت ہے۔ ارشاد قرآنی ہے:
(سورہ الحجرات آیت ع۷)

---

تنبیہ :- چونکہ نفاق کا تعلق دل کے ساتھ ہے اور دل کے حالات صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے واللہ علیم بذات الصدور اسکی ذات ہے اس لئے سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی کسی کو منافق نہیں کہہ سکتا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے اب یا مومن ہے یا کافر (بخاری ص۳۶)

Marfat.com

ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم و ترجمہ پر اللہ تعالیٰ نے محبت ڈالی تمہارے دل میں ایمان کی اور اچھا

کرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک دکھایا اس کو تمہارے دلوں میں اور برا دکھایا تم کو کفر اور گناہ

ھم الراشدون اور نافرمانی وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

عملی انحراف کو فسوق اور فسق سے تعبیر فرمایا۔ جیسا کہ مسلمانوں ہی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر لین

دین میں کمی بیشی کر کے لکھو گے تو یہ فسوق ہے فرمایا:۔ فانہ فسوق بکم (بقرہ ع۲۸۲) اور حج میں بے حکمی

بھی فسوق سے تعبیر فرمایا:۔ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج ع۱۸۷ بقرہ۔

سارے ارشادات قرآنی اور تعلیمات ان ہی چار قسموں پر مشتمل ہیں۔ ان کی تفصیل اور تشریح ا

اقسام کثیرہ پر حاوی ہے مگر مخزن اور مقسم یہی چار اقسام ہیں۔

# مشکلات القرآن

کتاب کے شروع میں گذر چکا ہے کہ کلمات قرآنی ترجمہ اور اپنی حکمت کے اعتبار سے لاثانی ہیں

اس لئے ایسے حکیم اور علیم خدا کی کلام میں تضاد اور مخالفت نہ ہو گی جب کہ انسانوں کی کلاموں میں کئی

دفعہ اختلاف اور تضاد پایا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اپنی صداقت کی ایک دلیل یہ بھی فرمائی ہے

جیسا کہ سورہ النساء آیت ع۸۲ میں موجود ہے فرمایا:۔

ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا ترجمہ اور اگر یہ (قرآن) اللہ کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس

کثیراہ میں ضرور پاتے بہت اختلاف اور فرق۔

اس لئے مترجم اور مفسر کے لئے ضروری ہے کہ قرآنی آیات کے باہمی تعارض کو دور کرے اس کے

لئے کئی طریقے اور قواعد ہیں تفصیل کا تو یہ موقع نہیں البتہ اتنا عرض ہے کہ:۔

(۱) اضداد القرآن کو سمجھا جائے یعنی بعض کلمات ایسے ہیں جن کے معانی متضاد ہیں ان پر علیحدہ

کتابیں لکھی گئی ہیں۔ علامہ انباری م ۳۲۸ھ کی کتاب اضداد القرآن حکومت کویت کی علم پروری سے

طبع ہو چکی ہے اس کی مثال یہ پیش کی جاتی ہے کہ قرآن کریم کی سورہ النساء ع۴۷ میں فرمایا:۔

Marfat.com

حرمت علیکم .... والمحصنٰت من النساء (ترجمہ) تم پر حرام ہیں فلاں فلاں عورتیں اور خاوند والی عورتیں بھی۔
لیکن اسی سورۃ کی آیت ۲۵ میں فرمایا۔ والمحصنٰت حلال ہیں تمہارے لئے محصنات
تو اب جس کو محصنات کا وہی ایک معنی معلوم ہو گا وہ ان دونوں میں شدید تعارض پائے گا۔ لیکن جب
یہ معلوم ہو جائے کہ محصنات کا معنی کنواری بھی ہے اور یہی معنی آیت ۲۵ میں مراد ہے اب تعارض باقی
نہ رہے گا۔

(۲) اس موضوع کے متعلق جملہ آیات کو پڑھا جائے اور ان کے سیاق و سباق سے آیات کو سمجھا جائے
ان شاء اللہ بات واضح ہو جائے گی جیسا کہ قیامت کے متعلق قرآن حکیم کے ارشادات تین قسم ہیں۔ فرمایا
(الف) قیامت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ (لقمٰن ۳۴)
(ب) قیامت کی علامات ظاہر ہو چکی ہیں فرمایا اقتربت الساعۃ وانشق القمر (القمر ۱) فقد جاء
اشراطھا (محمد ۱۸)
(ج) قیامت اچانک آئے گی۔ سورہ انعام ۳۱ میں فرمایا لا تاتیکم الا بغتۃ مگر ان تینوں میں کوئی
تضاد اور اختلاف نہیں قیامت کا صحیح علم کہ وہ کس وقت، کس تاریخ، کس ماہ اور کس سنہ میں
آئے گی اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جس کو پہلی سورۃ میں فرمایا۔ البتہ قیامت کی علامات ظاہر ہو
چکی ہیں۔ سعید اور نیک بخت ان سے نصیحت اور عبرت حاصل کر سکتا ہے شق قمر اور خود سید دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری بطور خاتم النبیین قیامت کی علامات میں سے ہے اس لئے خداوند
قدوس پر کامل ایمان والے تو ہر وقت لرزاں ترساں رہتے ہیں۔ البتہ جو قیامت کے منکر ہیں ان کے لئے
قیامت کا آجانا اچانک ہو گا وہ ان سب واقعات اور علامات کو زمانے کے اتفاقی حوادث اور انقلابات
سمجھتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک قیامت کا آنا اچانک ہو گا۔ جیسا کہ کسی انسان کا پیدا ہونا ہی علامت
ہے اس کی موت کی لیکن غافل اور بے خبر انسان موت کو اچانک اور بے خبری کا حادثہ سمجھتا ہے۔
اسی طرح قرآن مجید کی سورتوں کے متعلق سوال و جواب حشر کے متعلق مندرجہ ذیل ارشادات
ہیں:-

Marfat.com

سورہ لیس آیت ۶۵ میں فرمایا الیوم نختم علیٰ افواھھم وتکلمنا ایدیھم وتشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون ان کے منہ پر مہر کردی جائے گی اور اعضاء اور جوارح شہادت دیں گے مگر سورہ الملک آیت ۱۰، ۱۱ میں فرمایا کہ وہ بولیں گے اور کہیں گے۔ قالوا بلیٰ قد جاء نا نذیر فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیٔ ان انتم الا فی ضلال کبیر وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحب السعیر فاعترفوا بذنبھم فسحقاً لاصحاب السعیر اسی طرح کی متعدد آیات کو ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء تو وہ عذر و معذرت پیش کریں گے۔ شاید عذاب سے بچ جائیں پھر اقرار بھی کرلیں گے اور پھر اتمام حجت کے لئے ان کے اعضاء اور بدن کے سارے حصے بلوائے جائیں گے۔

سورہ آل عمران آیت ۷۷ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے کلام نہ فرمائے گا اور دوسری بعض آیات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے باز پرس فرمادیں گے تو کلام کے بغیر باز پرس کیسی؟ اس میں کوئی تضاد نہیں۔ جہاں کلام نہ کرنے کا ذکر ہے۔ اس سے مراد رحمت اور شفقت کی کلام جیسا کہ اہل جنت کو کہا جائے گا سلام قولا من رب رحیم اور جہاں کلام کا ذکر ہے وہاں قہر اور غضب کی کلام مراد ہے۔ فرمایا وامتازو الیوم ایھا المجرمون (لیس ۵۹)

یا ایھا الذین کفروا لا تعتذروا الیوم انما تجزون ما کنتم تعملون (التحریم ۷) | ترجمہ اے منکرو آج بہانے مت بناؤ تم کو وہی بدلہ ملے گا جو تم کرتے تھے۔

سورہ عبس کی آیات از ۳۴ تا ۳۶ میں آیا ہے کہ قیامت کے دن لوگ رشتے داروں سے بھاگیں گے اور سورہ الطور ۲۱ میں فرمایا الحقنا بھم ذریتھم ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ پہلی آیات کا تعلق کافروں سے ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں سے بھاگیں گے اور دوسری آیت مومنوں کے متعلق ہے جیسا کہ والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التنٰھم من عملھم من شی (ترجمہ) اور وہ جو ایمان لائے اور پیروی کی ان کی اولاد نے ایمان سے پہنچادیں گے ہم ان تک ان کی اولاد اور نہ گھٹائیں گے ہم ان کے عمل سے کچھ بھی۔

شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ نے فرمایا:۔

Marfat.com

"نیکوں کی اولاد کو یہ فائدہ ہے کہ اگر ایمان رکھیں اور ان کی راہ پر چلیں تو ان کے درجے میں پہنچیں۔"
شیخ التفسیر حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا:۔
"مومنوں کی اولاد اگر ایماندار ہو گی تو وہ بھی ان کے ساتھ کر دی جائے گی۔"

اسی طرح سورہ الرحمٰن میں فرمایا فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان آیت ۳۹ کہ قیامت کے دن انسانوں اور جنوں سے پوچھ نہ ہو گی ان کے گناہوں کی۔

اور سورہ الانعام ۱۳۰ میں فرمایا کہ ان سے باقاعدہ سوال ہو گا یٰمعشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم الایۃ۔ تو اس کا بھی حل یہی ہے کہ "ان سے اس لئے نہ پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو علم نہ ہو گا بلکہ اللہ تعالیٰ کو تو سب علم ہے اور جہاں ذکر ہے کہ پوچھا جائے گا تو یہ سوال تبکیت اور اتمام حجت کے لئے ہو گا تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم کو اس کا علم تھا کہ خدا تعالیٰ کا حکم کیا ہے چنانچہ اسی آیت کے آخر میں فرمایا:۔

وشھدوا علیٰ انفسھم انھم کانوا کافرین۔

فائدہ۔ بعض آیات ایسی بھی ہیں کہ ان میں بظاہر تضاد اور اختلاف ہے اس کی وجہ نسخ ہے نسخ کا سادہ سا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید انسانوں کی تعلیم اور راہنمائی کے لئے نازل ہوا۔ فرمایا:۔

یعلمکم مالم تکونوا تعلمون (بقرہ ۱۵۱) سکھاتا ہے (وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تم کو جو تم نہ جانتے تھے

علمکم مالم تکونوا تعلمون (" ۲۳۹) سکھایا (اس اللہ تعالیٰ نے) تم کو جو تم نہ جانتے تھے

اور تعلیم میں اسلوب حسن یہ ہے کہ تدریجاً ضوابط اور قواعد کی تعلیم ہو اس کا مطلب یہ نہیں کہ معلم نعوذ باللہ اس بات کو پہلے نہ جانتا تھا یا معالج کی رائے پہلے سے تبدیلی نسخہ کی نہ تھی۔ بلکہ نسخہ کا مفہوم ہی یہ ہے کہ بیمار کے حالات کے ساتھ ساتھ معالج کا علاج اور ادویہ کی مقدار بدلتی جائے۔ لفظ نسخ ہی یہ بتاتا ہے کہ اس سے مراد طریقہ تعلیم میں وہ اثر پیدا کرنا ہے جو طلباء کے لئے مفید ہو چنانچہ قرآن مجید کی بعض آیات میں نسخ ثابت ہے اور اس کا اعلان خود قرآن مجید نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| ما ننسخ من اٰیۃ او ننسھا نات بخیر منھا اومثلھا الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شیء قدیر (بقرہ ۱۰۶) | ترجمہ: جو موقوف کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں لے آتے ہیں اس سے بہتر یا اس جیسی کیا تو نہیں جانتا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے |

Marfat.com

چنانچہ نزول قرآن کے وقت نسخ ہوا اور کفار نے اس پر اعتراض بھی کیا جس کا جواب قرآن مجید نے اس وقت دیا۔

واذا بدلنا ایۃ مکان ایۃ واللہ اعلم بما ینزل قالوا انما انت مفتر بل اکثرھم لایعلمون ۰ قل نزلہ روح القدس من ربک بالحق لیثبت الذین امنوا وھدی وبشری للمسلمین (النحل ۱۰۱ و ۱۰۲)

ترجمہ: اور جب بدلتے ہیں ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت اور اللہ بہتر جانتا ہے جو اتارتا ہے تو کہتے ہیں تو بنا لاتا ہے۔ بلکہ ان میں سے بہتوں کو خبر نہیں آپ کہہ دیجئے اس کو اتارا پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے ساتھ تحقیق کے تاکہ ثابت رکھے یقین والوں کو اور ہدایت اور خوشخبری ہے مسلمانوں کو۔

اس کی مثال میں صرف ایک ہی حکم پیش کیا جاتا ہے کہ خاوند کے مرنے پر بیوہ کے لئے عدت ایک سال لازمی رکھی گئی بلکہ خاوند کو حکم دیا گیا کہ وہ موت کے وقت ورثاء کو یہ وصیت کر جائے ارشاد قرآنی ہے:۔

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً وصیۃ لازواجھم متاعاً الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فی ما فعلن فی انفسھن من معروف واللہ عزیز حکیم (بقرہ ۲۴۱)

ترجمہ: اور وہ جو مر جاویں تم سے اور چھوڑ جاویں عورتیں وصیت کر جائیں اپنی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ایک برس کا نہ نکالنے کے ساتھ پس اگر وہ از خود نکل جائیں تو تم پر کچھ گناہ نہیں جو کریں اپنے حق میں دستور کے موافق اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

لیکن جب وہ لوگ جو عورتوں کے حقوق کے قائل ہی نہ تھے اس قدر پابند ہو گئے کہ قرآنی ارشاد کو بلا چون چرا تسلیم کر لیا۔ تو اب تخفیف کر دی گئی تاکہ عورتوں کو بھی اپنے مستقبل کے لئے غور و فکر کا موقع جلدی دیا جائے تو فرمایا:۔

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشراً (بقرہ ۲۳۴)

ترجمہ: اور وہ جو مر جائیں تم میں سے اور چھوڑ جاویں عورتیں وہ انتظار کریں اپنی جانوں کا چار ماہ دس دن۔

اور ادھر بیوہ کا حصہ ترکہ سے مقرر کر دیا تو اب وارثوں پر اس کی عدت کا خرچ بھی باقی نہ رہا۔

Marfat.com

نسخ کے موضوع پر علماء تفسیر نے علیحدہ کتابیں لکھی ہیں اس لئے نسخ کا انکار کئی آیات قرآنیہ کا لفظی اور معنوی انکار ہے اللہ محفوظ رکھے۔

نہایت ضروری ہے کہ تفسیر کے وقت آیات کے سیاق و سباق کو دیکھ کر پہلے یہ سمجھا جائے کہ ان آیات کا تعلق کن کے ساتھ ہے۔ مومن اور کافر کا حکم علیحدہ علیحدہ ہے خوارج قدیمہ اور خوارج جدیدہ یعنی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیروکار اسی غلط فہمی کا شکار ہو گئے اور جو آیات کفار اور مشرکین کے حق میں تھیں ان کو مسلمانوں پر چسپاں کر کے امت محمدیہ کے سواد اعظم کو مشرک قرار دیدیا۔ دور آخر کے فقیہ اعظم علامہ شامی نے اسی غلط اندیشی کا ذکر یوں فرمایا ہے :۔

"کما وقع فی زماننا اتباع عبدالوہاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین و کانوا ینتحلون مذہب الحنابلۃ لکنہم اعتقدوا انہم ہم المسلمون وان من خالف اعتقادہم مشرکون استباحوا بذلک قتل اہل السنۃ وقتل علماءہم حتی کسر اللہ تعالیٰ شوکتہم وخرب بلادہم وظفر بہم عساکر المسلمین عام ثلاث وثلاثین ومائتین والف ۱۲۳۳ھ شامی ج ۳ ص ۳۱۹"

محمد بن عبدالوہاب اور ان کے پیروکار مسئلہ توحید کو آڑ بنا کر اپنے عقائد فاسدہ کو پھیلانے کی سعی کرتے ہیں بعض سادہ لوح توحید کے عقیدہ میں ان کے ہمنوا ہو کر باقی عقائد میں بھی ہم نوا ہو جاتے ہیں یمن کے امیر محمد بن اسمٰعیل نے شروع شروع میں محمد بن عبدالوہاب کی شان میں قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے ؎

سلام علی نجد و من حل فی نجد وان کان تسلیمی علی البعد لا یجدی

لیکن جب یہ راز کھلا کہ وہ تو عامۃ المسلمین کو مشرک قرار دیتے ہیں تو پھر اسی امیر قدس سرہ العزیز نے اس سے رجوع کر کے ایمانی فراست کا ثبوت دیا۔ ان کے چند اشعار انابت درج ذیل ہیں ؎

رجعت عن القول الذی قلت فی النجدی فقد صح عنہ خلاف الذی عندی

ظننت بہ خیر أ فقلت عسی عسی نجد ناصحا یہدی العباد و یستہدی

Marfat.com

لقد خاب فیہ الظن لاخاب نصحنا — وما کل ظن للحقائق لی یہدی

وقد جاء نا من تالیفہ برسائل — یکفر اہل الارض فیہا علی عمد

ولغق فی تکفیرہم کل حجۃ — تراہا کبیت العنکبوت لدی النقد

(مقالات کوثری صـ۲۷ ۳)

فائدہ! مشکلات القرآن کا موضوع اور مفہوم اگرچہ قرآنی ارشادات کے تمام مجمل اور مشکل مقامات کا حل کرنا ہے مگر یہاں اس سے مراد وہ جزوی بحث ہے جس سے آیاتِ قرآنیہ کا آپس میں اختلاف معلوم ہوتا ہو۔

# غیر معروف طریقہ تاویل و تفسیر

مفسر اور مترجم کے لئے ضروری ہے کہ قرآنی تفسیر اور ترجمے میں غیر معروف اور غیر مانوس طریقے سے قرآن کو سمجھنے کی کوشش نہ کرے۔ اگرچہ بعض لغات اور طرزِ کلام لغوی اور لسانی اعتبار سے درست ہوں مگر اجماعی اور فیصلہ شدہ ترجمہ اور تفسیر کے خلاف قدم اٹھانا فتنوں کا دروازہ کھولنا ہے یہی وجہ ہے کہ قرات کو بھی ایک ہی طرز اور لہجہ پر محدود کرنا قرنِ اول میں زیادہ بہتر سمجھا گیا جیساکہ پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلفظ لیسجننہٗ کو حضرت عمر فاروق نے ناپسندیدہ قرار دے کر لیسجننہ کو پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح دوسرے ان تمام قواعد اور ضوابط سے احتراز ضروری ہے جو قرنِ اول سے لے کر آج تک متروک قرار دئے گئے ہیں۔ درپردہ یہ ایک بہت بڑا فتنہ ہے جو اسلام کے خلاف نہایت ہوشیاری سے کھڑا کیا جارہا ہے آج کل بعض غیر اسلامی انجمنیں اور ادارے ان علوم اور طریقہائے تفسیر و قرأت شاذہ پر کتابیں اور رسالے شائع کر رہے ہیں جن سے بجائے اطاعت اور یقین کے شک اور وہم پیدا ہو رہا ہے اسی احتیاط اور تدبر کے پیشِ نظر کئی سو سال پہلے علامہ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) نے یہ فیصلہ صادر فرمایا تھا کہ:۔

Marfat.com

کہ ارشادِ نبوی (کہ نزولِ قرآنِ مجید سات حرفوں (قراتوں) پر ہے) ایک خاص وقت کے لئے تھا جب کہ اسلام کی اشاعت دورِ اول میں تھی اب اس کی ضرورت باقی نہیں اس لئے تلاوت اور قرأت علیٰ حرفِ واحد ہی ہو"

علیٰ ہذا القیاس اس ترتیب کے خلاف ترتیب نزولی وغیرہ کے نام سے قرآن مجید کا جمع کرنا بھی کوئی خدمت نہیں بلکہ بہت بڑا فتنہ ہے اسی طرح ارشادات قرآنیہ کے شرعی معنیٰ کے خلاف صرف لغت کا سہارا لے کر تفسیر اور تشریح کرنا بھی الحاد اور زندقہ ہے جیساکہ نماز کا معنی شانے ہلانا۔ زکوٰۃ کا معنی پاکیزگی حج کا معنی ارادہ اور نیت کرنا یہ سب وہی الحاد ہے جس کو زندیقوں نے اسلام کے نام پھیلایا چند مثالیں ایسی دی جاتی ہیں جن میں متعارف اور مفید معنی سے انحراف کیا گیا۔

(۱) سورۂ کہف کی آیت ۷۹ میں فرمایا اما السفینۃ فکانت لمساکین کا معنی بعض لوگوں نے مسّاکین س کی شد کے ساتھ کیا ہے۔ ملّاح کشتی تھامنے والے۔ حالانکہ ہر کشتی کے لئے ملاح تو ہوا ہی کرتے ہیں اس لئے صحیح ترجمہ تو یہی ہو گا کہ اس سے مراد غربا و مساکین لئے جائیں۔

(۲) سورہ اعراف ۴۰ میں فرمایا حتیٰ یلج الجمل فی سم الخیاط لفظ جمل کا غیر معروف معنیٰ لنگر کا رسہ بھی ہے حالانکہ جمل کا متعارف معنیٰ اونٹ ہے اس سے مراد تعلیق بالمحال ہے جس طرح اونٹ جیسی بڑی چیز کا سوئی کے چھوٹے سے ناکے میں داخلہ ناممکن ہے اسی طرح کافر کا داخلہ جنّت بھی امر محال ہے۔

(۳) سورۃ ص آیت ۶ میں فرمایا ان امشوا واصبروا علیٰ الھتکم لفظ مشی کا معروف اور متعارف معنیٰ چلنا ہے اور اس کا غیر متعارف معنیٰ برکت اور بڑھنے کا بھی ہے۔ مگر بقول علامہ سہیلی اسی معنیٰ پر لفظ کا اطلاق زیادہ ظاہر ہے جو کہ لغت میں متعارف اور متبادر ہے۔

البتہ یہ علیحدہ بات ہے کہ قرآنِ حکیم کے جس ارشاد کی تفسیر حدیث نبوی، یا قرآن کی دوسری آیات کی تشریح سے حل نہ ہو سکے تو پھر لغت قریش کا اعتماد ضروری ہے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا جب تم پر کسی آیت قرآنی کا معنی مخفی رہے تو تم اس کو شعر عرب میں تلاش کرو۔

Marfat.com

کیونکہ اشعار عرب دیوان عرب ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا الاعراب اصل العرب وہ مادۃ الاسلام (بخاری ص ۱۹۹/۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فاطر کا صحیح معنی مجھے اس وقت معلوم ہوا جب کہ دو بدو ایک کنویں کے بارے میں جھگڑتے ہوئے میرے پاس فیصلہ کے لئے آئے ان میں ایک نے کہا انا فطرتہا یعنی اس کو پہلے میں نے ہی کھودا ہے تب معلوم ہوا کہ فطرت کا معنیٰ ابتداً پیدا کرنا بلا نمونہ سابقہ بنانا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک دن دوران خطبہ میں سورہ النحل کی آیت علیٰ تخوف کے معنی مراد پوچھا تو ایک بوڑھا بدو کھڑا ہوا اور اس نے کہا اس کا معنی آہستہ آہستہ رگڑ کر کم کرنا، اس پر آپ نے شہادت طلب کی تو اس بدو نے شاعر ابو کبیر کا مندرجہ ذیل شعر پڑھا ؎

تخوف الرحل منہا تامکا قرداً کما تخوف عود النبعۃ السفن

ترجمہ: "کثرت سفر کی وجہ سے پالان کی لکڑی نے میری اونٹنی کی پیٹھ کو اس طرح رگڑ رگڑ کر کم کر دیا جس طرح کمان کی لکڑی کو سوہان کم کر دیتی ہے۔"

اس پر حضرت عمر فاروق نے بھی فرمایا کہ اشعار دور جاہلیت میں تمہاری کتاب کی تفسیر اور کلام کے معانی موجود ہیں۔ مگر قرآنی مفہوم کو متعین کرنے کے لئے صرف اشعار عربیت کو معیار قرار دینا یا قرات شاذہ غیر معروفہ کو دلیل بنا لینا جن کو چودہ سو سال سے مسلمان عملاً متروک سمجھ چکے ہیں کسی طرح بھی مفید نہیں۔

# معارف قرآنی میں غور و تدبّر

ضروری قواعد بیان کرنے کے بعد اب اس موضوع کو بھی ذکر کیا جاتا ہے جس کے عنوان سے کتاب کا نام رکھا گیا ہے۔ قرآن کی فصاحت بلاغت کے متعلق گذر چکا ہے کہ اس اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو علیم اور خبیر ہے حکیم اور علیٰ کل شیٔ قدیر ہے۔ اس نے جو کلمہ ارشاد فرمایا اس میں حکمت کے دریا بند فرما دئے۔ اس لئے اس کتاب مجید کی تلاوت اور مطالعہ کرتے وقت ان تمام معارف کو تلاش

Marfat.com

کرنا باعث اجر و ثواب ہے اور اسی سے حکمت قرآنی کا پتہ چلتا ہے۔ احکام کے بنانے اور سمجھنے میں مدد ملتی ہے

کتاب مجید تدبر اور فکر کا حکم دیا گیا۔ فرمایا:۔

کتاب انزلنه الیك مبارك لیدبروا آیاته ولیتذکر اولوا الالباب (ص ۲۹) | ترجمہ: یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری بابرکت تاکہ یہ اس کی آیتوں میں غور و فکر کریں۔ اور عقلمند نصیحت حاصل کریں۔

قرآنی احکام کے لئے استنباط کا حکم دیا اور عام مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ احکام کو سمجھنے کے لئے اہل استنباط کی طرف رجوع کریں۔

لعلمه الذین یستنبطونه منهم (النساء ۸۳) (ترجمہ) تو تحقیق کرتے اس میں ان میں سے وہ جو تحقیق والے ہیں

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سیکھنے اور سکھانے کو سب سے بہتر عمل قرار دیتے ہوئے فرمایا

انّ افضلکم من تعلم القرآن وعلمه ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواماً و یضع به اخرین۔

قرآن کا سیکھنا اور سکھانا صرف ثواب اور عذاب ہی کے طور پر بہترین نہیں بلکہ مسلمانوں کا عروج اور زوال اسی کتاب کے تعلق سے وابستہ ہے۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دعا فرمائی:۔

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ تاویل الکتب ——— اے اللہ ابن عباس کو قرآن مجید کی صحیح سمجھ عطا فرما۔

ایک دوسرے ارشاد میں تعلیمات قرآنی میں غور و فکر کو عالم ملکوت کی سب سے بڑی عزت قرار دیا۔ فرمایا:۔

الماھر بالقرآن مع السفرۃ الکرام البررۃ (ترجمہ) قرآنی معارف کو جاننے والا مقرب فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے سامنے تدبر فی القرآن کے لئے آیات پیش فرمایا کرتے تھے صحیح حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ کرام سے پوچھا بتاؤ کشجرۃ طیبۃ سے مراد کونسا پودا ہے اگرچہ عبداللہ بن عمر اس کا جواب جانتے تھے مگر (ادبا) خاموش رہے اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ھی النخلۃ یہ کھجور کا پودا ہے جس کی جڑیں تو زمین میں ہیں مگر پتے اور پھل بلندی پر ہیں کھجور کا پودا گرمی سردی میں ہرا رہتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب العلم میں

Marfat.com

اس موضوع پر ایک علیحدہ مستقل باب بیان فرمایا ہے۔ باب طرح الامام المسئلہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں قرآنی موضوع پر مجالس مذاکرہ منعقد ہوا کرتی تھیں اسی تعلیم اور تحریص کا اثر تھا کہ صحابہ کرام میں قرآنی معارف کے ذوق و شوق کا دریا موجزن تھا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے "اگر مجھے معلوم ہو کہ یہاں سے کافی دور مجھ سے زیادہ قرآنی معارف جاننے والا کوئی موجود ہے تو میں ضرور اس کے پاس پہنچوں گا"

معارف قرآنی کو سمجھنے کے لئے سب سے زیادہ ضروری یہ امر ہے کہ قرآن مجید کے طرز ادا اور سیاق و سباق اور ان تمام قواعد کا لحاظ کیا جائے جو سابقاً ذکر ہو چکے ہیں۔ قرآن حکیم اپنا مُبیّن خود ہے وہ اپنی تفسیر خود فرما دیتا ہے مگر حسب ارشاد شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب قدس سرہ عام انسانی عقول ناقص ہیں اس لئے ان قواعد کا سمجھنا ضروری ہے جو قرآنی معارف کے سمجھنے کے لئے کتاب و حدیث کی روشنی میں مرتب کئے گئے سب سے پہلا قاعدہ اس باب میں یہ ہے کہ کلمات قرآنی پر غور کیا جائے اس کی چند مثالیں درج ہیں۔

(۱) قرآن حکیم میں آتا ہے کہ مجرموں اور گنہ گاروں کی شفاعت ہو گی جب اللہ تعالیٰ کا اذن ہو گا۔ فرمایا من ذالذی یشفع عندہٗ الا باذنہ (بقرہ ۲۵۵) مگر ساتھ ہی قرآن مجید میں یہ بھی ارشاد فرمایا ولا تزرُ وازرۃٌ وزر اُخریٰ (الانعام ۱۶۴) اس پچھلی آیت کو دیکھ کر بعض ظاہر بین عقیدہ شفاعت کا انکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اس آیت میں لفظ وزارۃ خود بتا رہا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے بوجھ تلے دبے ہوئے ہوں گے۔ جس کے پاس اپنا بوجھ ہو وہ دوسرے کا بوجھ کس طرح اٹھا سکتا ہے چنانچہ اسی کے ساتھ فرمایا وان تدع مثقلۃ الی حملھا لا یحمل منہ شی ولو کان ذا قربیٰ (فاطر ۱۸) لیکن جو لوگ اس زمرہ میں ہوں گے جن کو منجانب کہا جائے گا یعباد لا خوف علیکم ولا انتم تحزنون اور جو خوش بخت دوزخ کی آہٹ سے بھی محفوظ ہوں گے۔ ان کو شفاعت کا حق دیا جائے گا یہ مسئلہ لفظ وازرۃ پر غور کرنے سے واضح ہو گیا۔

(۲) مچھلی کے شکار کو اللہ تعالیٰ نے نعمت قرار دیتے ہوئے فرمایا ولحما طریا (النحل ۱۴) اگر کوئی

Marfat.com

یہ کہدے کہ مچھلی بھی ایک جاندار ہے جس طرح دوسرے جانداروں کو ذبح کرنا ضروری ہے اس طرح مچھلی کو بھی ذبح کرنا ضروری ہے تو خداوند علیم وخبیر نے اس کو لحماطریا تازہ گوشت فرمایا جس طرح گوشت کا ذبح کرنا ضروری نہیں اسی طرح مچھلی بھی قانون ذبح سے مستثنیٰ ہے۔

(۳) سورۃ الزمر میں جنتیوں اور جہنمیوں دونوں کو داخلۂ جنت اور دوزخ کا ذکر فرمایا مگر جنتیوں کے متعلق فرمایا:- وفتحت ابوابھا اور دوزخیوں کے متعلق فرمایا فتحت ابوابھا ان دونوں میں بڑا فرق ہے اس لئے کہ اہل جنت تو اللہ تعالیٰ کے مہمان ہوں گے۔ نحشر المتقین الی الرحمن وفدا (مریم ۸۵) اور جو مہمان ہو اس کے لئے پہلے ہی دروازہ کھول دیا جاتا ہے تاکہ اس کو دروازہ پر انتظار نہ کرنا پڑے یہ واو حالیہ ہے حالانکہ کھولے جاچکے ہوں گے دروازے جنت کے جیساکہ سورہ صٓ میں فرمایا مفتحۃ لھم الابواب چونکہ دوزخی مجرم ہوں گے اس لئے ان کو دوزخ کے دروازے پر پہلے کھڑا کر دیا جائے گا فرمایا وقفوھم انھم مسئولون والصّٰفٰت ۲۴

(۴) سورۃ ہود میں اہل جنت کے بارے میں فرمایا:- خلدین فیہا مادامت السماوات والارض عطاء غیر مجذوذ اور دوزخی کے متعلق فرمایا:- خلدین فیہا مادامت السماوات والارض الا ماشاء ربک ان ربک فعال لما یرید۔ بظاہر دونوں میں فرق نہیں معلوم ہوتا اس لئے یہ شبہ کیا جاسکتا ہے کہ اس سے تو عقیدہ اسلامی کے خلاف یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ جو جہنم میں چلا گیا اس کا باہر آنا اب نہ ہوگا۔ حالانکہ گناہ گار مسلمان اپنے گناہوں کی سزا بھگت کر جنت میں داخل ہوں گے۔ مگر ان دونوں آیتوں کے آخر میں اس مسئلہ کو صاف کر دیا۔ جنت کے بارے میں فرمایا:- عطاء غیر مجذوذ یعنی یہ عطیہ خداوندی اب قطع نہ ہوگا۔ جنت میں ایک دفعہ جانے والا اب ہمیشہ جنت میں رہے گا اور دوزخ کے متعلق فرمایا الا ماشاء ربک مگر وہ جو تیرا رب چاہے گا یعنی جس کو دوزخ سے نکالنا چاہے گا اس کو نکال لے گا اس لئے کہ ان ربک فعال لما یرید جو چاہے کر لیتا ہے۔

(۵) قرآن کریم نے جزاء اعمال اور محاسبہ روز محشر کے لئے عام انسانوں کے متعلق فرمایا:-

Marfat.com

لها ما کسبت وعلیها ما اکتسبت (البقرہ ۲۸۶) مگر انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت (بقرہ ۱۳۴) عام انسانوں کے حساب وکتاب میں نفع اور نقصان دونوں کا احتمال ہے اعمال صالحہ پر نفع اور ثواب جس کے لئے لہا کا کلمہ آیا لام نفع اور اعمال بد پر عذاب دیا جائے گا جس کے لئے فرمایا علیہا علی کا حرف بوجھ اور الزام کے لئے آتا ہے لیکن انبیاء کرام کے گناہ تو ہے ہی نہیں اس لئے ان کا حساب وکتاب اتمام حجت کے لئے صرف اتنا ہو گا کہ ان سے امت کے سامنے پوچھا جائے گا۔ مَاذَا اُجِبْتُمْ (المائدہ ۱۰۹) تمہاری بات تمہاری امت نے کس قدر مانی تھی۔ انبیاء علیہم السلام سے ایسے گناہ کا صدور ناممکن ہے جو بازپرس خداوندی کے لئے سبب بن سکے۔

(۶) سورہ آل عمران آیت ۳۵ میں حضرت مریم علیہا السلام کی دعا برائے فرزند میں کلمات یہ ہیں۔ رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا میں اگرچہ لڑکے کا ذکر نہیں مگر لفظ محررا ایک تو مذکر کا صیغہ ہے اور دوسرا یہ کہ وقف لڑکا ہی ہوا کرتا تھا نہ لڑکی، اس لئے خداوند قدوس نے ان کے جواب میں فرمایا و لیس الذکر کالانثی یعنی جو لڑکا تو نے مانگا ہے وہ ایسا نہ ہوتا جو تجھے لڑکی دی گئی ہے۔

(۷) سورہ النحل میں اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃ گھوڑے اور خچر اور گدھے تینوں کو اکٹھا کر کے ان کے فوائد بیان فرمائے کہ ان کا فائدہ یہ ہے کہ ان پر تم سوار ہو سکو اور تمہارے لئے زینت کا سامان بھی ہیں۔ اس لئے امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ گھوڑا حلال نہیں کہ اس کا ذکر مطعومات میں نہیں فرمایا۔

(۸) تعبیر کلمات، کی طرح حرکات و سکنات کا بھی پورا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ تب جا کر معارف کا دروازہ اللہ تعالیٰ کھولتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ بقرہ ۲۷۱ میں صدقات کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔

ان تبدوا الصدقات فنعما ھی وان تخفوھا وتوتوھا الفقراء فھو خیر لکم ویکفر عنکم من سیاتکم واللہ بما تعملون خبیر

ترجمہ

(اس آیت کا ترجمہ صفحہ ۲۵۳ پر آرہا ہے)

Marfat.com

اگر یکفر کو مجزوم پڑھا جاتا تو معنی یہ ہوتا کہ اگر تم نے پوشیدہ طور پر فقراء کو صدقات دیئے تو تمہارے گناہ تم سے مٹا دیئے جائیں گے یعنی یکفر جزا شرط کی ہوگی۔ مگر قرآن حکیم کا یہ منشا نہیں بلکہ دونوں صورتوں میں صدقہ دینا گناہوں کا کفارہ ہے جس پر یکفرُ پڑھا جاتا ہے کہ یہ علیحدہ جملہ ہے شرط کا اس سے تعلق نہیں ترجمہ یہ ہوگا اگر تم سامنے صدقات دوگے تو یہ بہت اچھا ہے۔ اور اگر تم صدقات پوشیدگی سے فقراء کو دوگے تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور دونوں صورتوں میں تمہارے کچھ گناہ معاف ہوجائیں گے۔

(۹) بعض ارشادات قرآنیہ بطور حکایت کے ہیں یعنی قرآن حکیم نے کسی اور کا عندیہ اور مقولہ ارشاد فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا اپنا وہ حکم نہیں جیسا کہ سورہ یوسف علیہ السلام میں ان کیدکن عظیم کا جملہ موجود ہے اس سے اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ خداوند قدوس نے عورتوں کے مکر کو کید عظیم قرار دیا ہے تو یہ درست نہ ہوگا یہ تو عزیز مصر کا قول ہے جس کو قرآن حکیم نے نقل فرمایا۔ خواتین کے مکر و فریب کو اس سے ثابت نہیں کیا جائے گا۔

(۱۰) اسی طرح ترجمہ کرتے وقت ان قواعد کا لحاظ رکھا جائے جن سے فائدہ کی عمومیت پیدا ہو اور کوئی اشکال کسی عقیدہ یا حکم پر واضح نہ ہوسکے۔ جیسا کہ سورہ یوسف میں یوسف علیہ السلام کا عزیز مصر کی بیوی کو یہ جواب دینا۔

قال معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای (ترجمہ) کہا یوسف نے اللہ کی پناہ وہ تو میرا رب ہے میری تربیت بہت اچھی فرمائی ہے۔

آیت ۲۳

اگر انّہٗ کی ضمیر کا مرجع عزیز مصر لیا جائے تو اس میں وہ جامعیت اور کمالیت باقی نہیں رہتی

---

"تنبیہ" بعض صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء قیامت کے دن یہ کہیں گے اللّٰھم سلّم سلّم تو اس سے یہ مطلب نہیں کہ انبیاء کو کچھ عذاب کا خطرہ ہوگا بلکہ انبیاء علیہم السلام تو بلند درجات والے ہیں عام متقی اور پرہیزگاروں کو بھی کچھ گھبراہٹ نہ ہوگی فرمایا لا یحزنھم الفزع الاکبر (الانبیاء ع ۱۰۳) ان کو وہ بڑی گھبراہٹ بھی غمناک نہ کرے گی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر نبی اپنی امت کی سلامتی کی دعا کرے گا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

Marfat.com

جو اللہ کو قرار دینے میں ہے اس لئے کہ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ رب کا اطلاق غیر اللہ پر نہ کرنا پڑے گا۔ دوسرا یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا اظہار شکر ہو جائے گا جس رب العالمین نے مجھے چاہ کنعان سے نکال کر مصر کے بادشاہ کے گھر اچھی تربیت میں رکھا ہے اس کی نافرمانی کیسے کر سکتا ہوں۔

یہ باب بڑا ہی وسیع ہے اور جس قدر ان قواعد کا لحاظ رکھا جائے گا اتنا ہی یہ باب سمجھ میں آتا جائے گا۔

(۱۱) آیاتِ قرآنی اور الفاظِ قرآنی پر غور کرتے ہوئے محکی عنہ اور محکوم علیہ کی حیثیت اور کیفیت کا لحاظ کرنا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں عام انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت جتلاتے ہوئے یہ فرمایا کہ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون (بقرہ ۱۵۱)

اور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی خصوصی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا وعلمك لم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیك عظیما (النساء ۱۱۳) ان دونوں آیتوں میں جو کلمات آئے ہیں وہ ایک ہی طرز کے ہیں حالانکہ ان دونوں علموں میں فرق ہے۔ عامۃ الناس کو جو علم دیا وہ علم کسبی ہے اس کا حاصل کرنا لکھنے پڑھنے پر موقوف ہے مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم وہبی ہے اور علم لدنی ہے جس میں پڑھنے لکھنے کا دخل مطلق نہیں چنانچہ قرآن میں اس کی تشریح یوں موجود ہے کہ عام انسانوں کے متعلق فرمایا:-

| | |
|---|---|
| اقرء وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم (العلق ع۳ تا ۵) | ترجمہ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے سکھایا قلم سے سکھایا انسانوں کو جو وہ نہ جانتا تھا۔ |

مگر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:-

| | |
|---|---|
| وما کنت تتلوا من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینك اذا لارتاب المبطلون (العنکبوت ۴۸) | ترجمہ اور نہ پڑھتے تھے آپ اس سے پہلے کوئی کتاب لکھتے تھے داہنے ہاتھ سے (اگر یوں ہوتا تو پھر تو شبہ کرتے یہ جھوٹے۔ |

Marfat.com

فانہ نزلہ علیٰ قلبك باذن اللہ (بقرہ ۹۷) (ترجمہ) بے شک اس جبریل نے اتارا یہ قرآن آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے۔

اس لئے عام انسانوں کے متعلق ترجمہ یہ ہو گا سکھایا تم کو جو تم نہ جانتے تھے مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ترجمہ یہ ہو گا سکھایا آپ کو جو آپ نہ جان سکتے یعنی اگر آپ ساری انسانی طاقت بھی صرف کر دیتے تب بھی یہ علوم نبوت آپ حاصل نہ کر سکتے۔

علیٰ ہذا القیاس قرآن کریم کی سورۃ الزمر آیت ۳۱ میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اور عام انسانوں کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

اِنك میت وانھم میّتون (ترجمہ) آپ نے مرنا ہے اور انہوں نے بھی مرنا ہے

مگر محکی عنہ کے اعتبار سے موت کی دو قسمیں قرار دی جائیں گی آپ کی موت کی کیفیت اور ہے اور عام انسانوں کی موت کی کیفیت اور ہے۔ آپ کی موت ساتر حیات ہے دیکھنے والوں نے یہ سمجھ لیا کہ آپ پر موت آگئی اور دوسروں کی موت قاطع حیات ہے یہی وجہ ہے کہ انکم میّتون نہیں فرمایا جس کا معنی یہ ہوتا کہ تم سب نے اے انسانوں مرنا ہے۔

سورہ یوسف میں حضرت یوسف اور امراۃ العزیز کے متعلق یہ فرمایا:۔

لقد همت بہ وھمّ بہا لولا ان رای برھان (ترجمہ) یقینی بات ہے کہ عزیز کی بیوی نے پختہ ارادہ کر لیا آپ کے ربہ (آیت ۲۴) ساتھ اور یہ (یوسف علیہ السلام) ارادہ کر لیتے اس کے ساتھ۔ اگر نہ دیکھتے اپنے رب کی قدرت

اس آیت میں نبی علیہ السلام اور زلیخا کے متعلق لفظ ھَمّ آیا ہے مگر دونوں کے ارادوں میں شدید فرق ہے اگر حضرت یوسف علیہ السلام رب کی قدرت کا مشاہدہ نہ کرتے تب بھی آپ کا ارادہ اس نوعیت کا نہ ہوتا جس نوعیت کا ارادہ زلیخا نے کیا تھا اس لئے کہ کسی ناموس پر ہاتھ ڈالنا گناہ کبیرہ ہے۔ اور نبی علیہ السلام قبل از نبوت بھی اور بعد از اعطاء نبوت بھی گناہ کبیرہ سے محفوظ رہتے ہیں اور فحشاء کا ارادہ جو کہ عزم سے گزر کر ھَمّ کا مقام حاصل کرلے یہ بھی تو گناہ ہے جس سے نبوت کا محفوظ

Marfat.com

رہنا ضروری ہے۔ واللہ اعلم

معارفِ قرآنی سمجھنے کے لئے سب سے زیادہ جن اسباب کی ضرورت ہے وہ دو ہیں۔ پورے ارشادات قرآنی کا استحضار اور کلام الٰہی کے طرزِ ادا، کا معجزانہ طریقہ پر غور و تدبر۔ اگر کسی خوش بخت کو یہ دو نعمتیں حاصل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پورے قرآن مجید کے معارف سے شناسا ہو سکتا ہے مزید تشریح کے لئے پھر ان دونوں کی ایک ایک مثال عرض ہے۔

**استحضارِ آیات کا فائدہ!** قرآن مجید کی مشہور آیت فسجدوا الا ابلیس (بقرہ ۳۴) پر سوال کیا گیا ہے کہ جب سجدہ کا حکم ہی فرشتوں کو تھا تو ابلیس کے انکار پر وہ کیوں مستوجب سزا ٹھہرا اس کی تشریح اور تفسیر میں کئی اقوال کہے گئے مگر استحضارِ آیات سے یہ سوال حل ہو سکتا ہے اس آیت میں ذکر صرف فرشتوں کا ہے واذ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم (بقرہ ۳۴) لیکن سورۂ اعراف آیت ۱۲ میں فرمایا الا تسجد اذ امرتک۔ اے ابلیس تو نے کیوں سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا۔ یہاں بالکل واضح ہے کہ حکم فرشتوں کے علاوہ ابلیس کو بھی ہوا تھا اور ابلیس کے متعلق فرمایا کان من الجن (الکہف ۵۰) یعنی جنات اور ملائکہ دونوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ تغلیب کے طور پر ذکر ملائکہ کا فرما دیا اور جنات کا نہ فرمایا جیسا کہ قرآنی احکام مرد اور عورت دونوں کے لئے ہیں مگر قرآنی ارشادات تقریباً لفظ مذکر یاایھا الذین امنوا پر مشتمل ہیں جو جمع مذکر کا صیغہ

**کلماتِ قرآنیہ میں تدبر کا فائدہ!** قرآن کریم کی سورہ توبہ آیت ۷۴ میں فرمایا۔ کہ کچھ لوگوں نے کفر کا کلمہ بولا۔ اور یوں وہ اپنے اعلانِ اسلام کے بعد کافر بن گئے۔ اگر توبہ کر لیں تو ان کے لئے بہتر ہے اگر یونہی منہ موڑے رہے تو پھر وہ یاد رکھیں مالھم فی الارض من ولی ولا نصیر جب قرآن کا طالب علم اس آیت کے کلمات اور الفاظ میں تدبر کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ اس آیت میں جو کلمہ فی الارض آیا ہے اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے یہ کلمہ اور نہیں آیا صرف اسی آیت میں اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے آیت کا معنی یہ ہے:۔

فان یتوبوا یک خیراً لھم وان یتولوا فما لھم (ترجمہ) پس اگر وہ توبہ کر لیں تو یہ بات ان کے لئے بہتر ہوگی اور
فی الارض من ولی ولا نصیر۔ | اسی طرح منہ موڑے رہیں گے تو اب ان کے لئے زمین

Marfat.com

نہ کوئی دوست ہے اور نہ کوئی مددگار۔

یعنی منہ سے کلمہ کفر کہنے والوں اور دین اسلام کے خلاف ناکام سازش کرنے والوں نے اگر توبہ کرلی مسلمان ہوگئے تو خیر ورنہ اب ان کے لئے زمین میں کوئی جائے پناہ نہیں۔ اب ان کو کوئی قانون نہیں بچا سکتا۔ یعنی وہ اب غیر محفوظ الدم ہیں۔ اسی کی تفسیر میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من بدل دینا فاقتلوہ جو دین اسلام کو بدل ڈالے (مرتد ہو جاتے) اس کو قتل کر دو اسلامی حکومت کہ اس کو ختم کر ڈالے۔

معارف قرآنی کا باب بڑا ہی وسیع ہے جس قدر قرآنی تلاوت اور کلام اللہ سے دلی تعلق اور ذوق ایمانی پیدا ہوگا اسی قدر معارف قرآنی سے ذہن منور ہوتا جائے گا اور یہی مطلب تدبر فی القرآن کا ہے اور اسی سے کلام اللہ کی جامعیت اور عظمت دلوں پر اثر انداز ہو جاتی ہے اس کی وضاحت میں ایک اور مثال درج کی جاتی ہے۔ قرآن حکیم نے سورہ النحل میں ایسی نسخ آیات کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ نسخ آیات ھدًی وبشری للمسلمین ہے۔ اور دوسری بعض آیات میں قرآن مجید کو ھدی وبشری للمومنین، شفاء ورحمۃ للمومنین فرمایا۔ اس کی حکمت اور فائدہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی ان آیات میں نسخ ہوا ہے جن کا تعلق عمل سے ہے اور عمل کی حیثیت سے اسلام کا لفظ ہی زیادہ مناسب ہے لیکن عقیدہ کے لحاظ سے لفظ ایمان مناسب ہے کیونکہ عقیدہ یقین کا نام ہے اور عقائد میں نسخ نہیں ہوا۔ واللہ اعلم۔

# لغات القرآن

اس عنوان سے مراد نہ صرف قرآنی الفاظ اور کلمات کا معنیٰ جاننا یا متعین کرنا ہے بلکہ یہ مفہوم اپنی وسعت کے اعتبار سے ان تمام قواعد اور ضوابط پر مشتمل ہے جن کا فہم قرآن کے لئے جاننا ضروری ہے جیسے ہماری اردو کی اصطلاح میں قواعد یا گرامر کہہ سکتے ہیں۔ ان قواعد اور ضوابط کو اساس بنائے بغیر قرآن کی تفسیر کرنا درست نہ ہوگا اس پر علماء سلف وخلف کا اجماع ہے حتیٰ کہ سر سید احمد خان

Marfat.com

علیگڈھی نے بھی لکھا ہے :-

"بلاشبہ ہم اس امر میں مجبور ہیں اور بجز اس کے کہ قرآن مجید کے معنٰی قرار دیتے ہیں موجودہ لغت کی کتابوں اور علم ادب کی کتابوں کی طرف رجوع کریں اور کچھ چارہ کار نہیں"

(دیباچہ تفسیر صفحہ ۱۵)

فرقہ اہل قرآن کے بانی عبداللہ چکڑالوی کو بھی اعتراف ہے کہ :-

"یہ بھی یاد رہے کہ قرآن مبین عربی مبین میں نازل ہوا ہے اس کا فہم حاصل کرنے کے لئے عربی مبین کا لحاظ رکھنا از بس ضروری ہے۔ فضول تاویلیں کرنا اور صاف صریح ترجموں کو خواہ مخواہ بدلنا قرآن کریم کو بازیچۂ اطفال بنانا ہے۔" (بیان للناس صفحہ ۱۲۵)

اس کی یہاں ایک مثال درج کی جاتی ہے مَا دُعُوا ماضی منفی کا صیغہ ہے، نہیں بلائے گئے وہ۔ لیکن جب اس پہ اذا کا حرف داخل ہوگا تو یہ ماضی منفی مثبت بن جائے گی اِذَا مَا دُعُوْ کا معنٰی ہوگا جب ان کو بلایا جائے۔ اس لئے اس باب میں لغت اور تمام متعلقات کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے جن کا سمجھنا ایک مترجم اور مفسر کے لئے از بس ضروری ہے۔

فائدہ! جس طرح قرآن مجید کو اپنی ترتیب اور طرز ادا میں خصوصی ممتاز مقام اعجاز حاصل ہے، اسی طرح لغات قرآنی کو بھی ممتاز اعجازی مقام حاصل ہے۔ لغت القرآن کا مطلب یہ ہے کہ قرآنی لغت کو سمجھا جائے اور قرآنی لغت کو امام الکلام کا درجہ دیا جائے اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآنی ارشادات کو بندوں کے کلمات سے حل کیا جائے یہی وجہ ہے کہ :-

"عربوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد لغت عرب میں کسی بھی اندراج لغت کو روک دیا تھا ان کا یہ عقیدہ ہو گیا کہ جب قرآن مجید جیسا مجموعہ فصاحت و بلاغت نازل ہو چکا ہے اب مزید کسی لغت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ (الفہرست صفحہ ۶) اب لغت قرآن مجید کو اسلام میں دینی اعتبار سے مرکزی حیثیت اور مقام حاصل ہے جیسا کہ امام ارباب لغۃ القرآن امام راغب اصفہانی نے کہا :-

Marfat.com

قرآن کریم کے الفاظ لغت عرب کا مغز اور اس کا نچوڑ ہیں، ان ہی پر فقہا اور حکام نے اپنے فیصلوں کی بنیاد رکھی۔" (مقدمہ ص۱۳)

بلکہ نزول قرآن مجید کے بعد بلاغت اور فصاحت کا معیار بھی کلام اللہ ہی رہ گیا جناب سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے جب عرب کے مشہور شاعر ابن ابی ربیعہ کا یہ مصرعہ سنا ع

وغاب قمیر کنت اھوی غروبہ تو اس پر تنقید کرتے ہوئے فرمایا:-

اللہ شاعر کو مارے اس نے اس کلمے کو مُصَغّر کر دیا جس کو قرآن نے مکبر فرمایا یعنی قرآن میں تو قمر آیا ہے مگر اس شاعر نے اس کو قمیر کہہ دیا۔ (اعراب القرآن ص۱۷)

چنانچہ مشہور امام نحو و لغت عبد الملک بن قریب معروف بہ اصمعی م ۲۱۷ھ سے جب قرآنی آیات کی تفسیر پوچھی جاتی تو آپ لغوی بحث کرتے ہوئے یہ فرماتے:-

"عرب اس کا معنی یوں کرتے ہیں اور یوں۔ مگر قرآن اور حدیث میں اس سے کیا مراد ہے یہ میں نہیں جانتا۔"

یہی وجہ ہے کہ نزول قرآن مجید کے بعد خود عربوں نے بھی صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ہی کو حجت سمجھا اور اس کی وجہ امام لغت ابن قتیبہ اور مفکر اسلامی ابن خلدون نے یہ بتائی ہے کہ:-

ترجمہ:- سارے عرب قرآنی معارف اور الفاظ غریبہ اور متشابہات کے سمجھنے میں برابر نہیں بلکہ ان میں سے ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں۔ اس لئے عربوں کو (بھی) قرآن دانی کے لئے صرف لغت عرب ہی کا جان لینا کافی نہ تھا بلکہ وہ بہت سے مسائل میں بسا اوقات ان ارشادات کے محتاج ہوتے جو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے توقیفی طور پر ثابت ہوں۔" جیسا کہ

عَسٰی کا کلمہ عربی زبان میں کسی کام کے یقینی وقوع کے لئے نہیں آیا۔ مگر قرآن مجید میں جہاں بھی عَسٰی کا کلمہ آیا ہے وہ کام واقع ہو گیا صرف سورہ تحریم کی آیت ۵ مذکورہ عسٰی کا وقوع نہیں ہوا اس لئے یہاں مشروط تھا جس کا مطلب یہ کہ اگر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو طلاق کر دیتے تو ان سے بہتر آپ کے عقد مبارک کا شرف حاصل کر لیتیں مگر چونکہ آپ نے ان کو طلاق نہ دی اس لئے جزاء واقع

Marfat.com

نہ ہوئی۔

اَیَّامُ اللّٰہ کا لفظی معنیٰ عربی زبان میں اللہ کے دن ہیں مگر قرآن حکیم میں ان سے مراد قوموں کی عزت اور ذلت کا زمانہ مراد ہے اس کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔

لَعَلَّ کا کلمہ عربی زبان میں شاید کے معنیٰ میں آتا ہے جس میں شک ہوتا ہے۔ مگر کلام خداوندی میں اس کا معنیٰ یقین ہی کا لیا جاتا ہے جیسا کہ نافرمان کی موت کے وقت اس کی دلی خواہش کی تعبیر کرتے ہوئے فرمایا:۔

قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحاً فیما ترکت (المومنون ۹۹) (ترجمہ) کہے گا اے میرے رب مجھے لوٹا دیجئے تاکہ میں نیکی کا کام کروں اس مال میں جو میں نے چھوڑا ہے۔

علمائے تفسیر نے فرمایا ہے کہ سارے قرآن مجید میں لعل کا کلمہ یقینی سبب کے لئے آیا ہے صرف سورۃ الشعراء کی آیت ۱۲۹ میں تشبیہ کے لئے آیا ہے۔ ارشاد قرآنی ہے۔

وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون (ترجمہ) اور بناتے ہو تم کاریگری کی عمارتیں جیسا کہ تم نے ہمیشہ رہنا ہے۔

احزاب کا لفظی معنی حزب کی جمع گروہ ٹولہ خواہ وہ نیکوں کا ہو یا بدوں کا۔ لیکن قرآن مجید میں اس سے مراد منکروں کا وہ ٹولہ ہے جس نے ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور مخالفت کی۔ ارشاد قرآنی ہے

لما رای المومنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ ورسولہ (الاحزاب ۲۲) (ترجمہ) اور جب دیکھا مومنوں نے کفار کی جماعتوں کو کہا یہ تو وہ ہیں جن کا وعدہ کیا ہمارے ساتھ اللہ نے اور اس کے رسول نے

کذبت قبلھم قوم نوح وعاد وفرعون ذوالاوتاد وثمود وقوم لوط واصحب الایکۃ اولٰئک الاحزاب (ص ۱۲ تا ۱۳) ترجمہ جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے اور عادیوں نے اور میخوں والے فرعون نے اور ثمودیوں نے اور لوط کی قوم نے اور جھنڈ والوں نے یہ سب کے سب کافروں کے گروہ ہیں۔

اَصَابَ کا لفظی درست کیا صواب سے بنایا گیا ہے۔ قرآن مجید میں زیادہ تر مصیبت کے پہنچنے اور پہنچانے کے معنی میں آیا ہے فرمایا فَاَصَابَھُمْ (النحل ۳۴ ہود ۸۱) اسی طرح اَخَذَ کا لفظی معنی پکڑنا۔ پکڑا ہے۔ مگر قرآنی ارشادات میں اگر مطلقاً اَخَذَ کا کلمہ آیا ہے تو اس کا معنیٰ عذاب ہلاکت ہے

Marfat.com

رعون کے متعلق فرمایا فاخذہ اللہ (النازعات ۲۵) اور اس کے ساتھ لاگر ذنب کا ذکر ہو تو مراد
رف عذاب ہے ہلاکت نہیں۔
نفقہ کا لفظی معنی مطلقاً خرچ کرنا ہے مگر قرآن کریم میں اس کلمہ سے مراد انفاق فی سبیل اللہ ہے یا وہ
رچ جو حکم خداوندی کے مطابق ہو۔
مطر سے عرف اور لغت میں بارش ہے مگر قرآنی ارشادات میں اس سے مراد پتھروں کی وہ بارش
نافرمانوں پر ہوئی ارشاد قرآنی ہے۔ وامطرنا علیھم مطراً (اعراف ۸۴) اور ہم نے ان پر خاص
رش برسائی (پتھراؤ کیا)
وَلَدٌ کا معنی عربی زبان اور عرف میں بیٹا ہے مگر قرآنی ارشادات میں اس سے مراد مطلقاً اولاد ہے
عنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی وغیرہا۔ آیت میراث میں فرمایا۔ ولم یکن لہٗ ولدٌ
اَلَمْ تَرَ کا لفظی معنی کیا نہیں دیکھا تو نے۔ مگر قرآنی ارشاد میں اس کا معنی کیا نہیں جانتا تو۔ یعنی
واقعہ اس قدر مشہور ہے کہ باوجود کافی زمانہ گزرنے کے آج تک اس میں کوئی شک نہیں کرتا گویا یہ سب
س کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے ہیں۔ فرمایا الم ترکیف فعل ربك بعادٍ (الایۃ الفجر ۶)
ظلم اور ظالم کا لفظی معنی کسی پر زیادتی کرنا، حد سے بڑھ جانا۔ مگر قرآن میں یہ کلمہ اور اس کے سب
شتقات کا معنی شرک اور کفر ہے فرمایا۔ ان الشرك لظلم عظیم (لقمٰن ۱۳) والکافرون
ھم الظالمون (بقرہ ۲۵۴)
غلام کا لفظی اور عرفی معنی تو غلام بمعنی عبد کے ہے مگر قرآن مجید میں یہ کلمہ گیارہ دفعہ آیا ہے سب
یات میں اس سے مراد لڑکا ہے۔ غلام کے لئے عربی زبان میں متبادر عبد کا کلمہ ہے۔
زعم کا لفظی معنی گمان کیا ہے۔ مگر قرآنی اصطلاح میں اس سے مراد جھوٹ کہا لیا گیا ہے۔
مَرَض کا معنی عام طور پر بدنی بیماری لیا جاتا ہے مگر قرآن مجید اس سے مراد دو جگہ زنا کی عادت بد
ہے اور آیات میں اس سے مراد قلبی بیماری نفاق لیا گیا ہے۔
حفظ فرج کا لفظی معنی فرج یعنی شرمگاہ کی حفاظت ہے قرآن کریم میں جہاں حفظ فرج کا حکم

Marfat.com

آیا ہے اس سے مراد زنا سے باز رہنے کا حکم ہے البتہ سورہ نور کی آیت نمبر ۳۱ میں حفظ فرج سے مراد ستر عورت ہے یعنی اپنی شرمگاہوں کو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا ضروری ہے جس سے مراد ستر عورت ہے۔

ملکوت کا لفظ اگرچہ ملک کا مبالغہ ہے مگر اس سے مراد صرف ملک ہی ہے۔ ساری کائنات کا مالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اور یہ کلمہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

یوم کا لفظ عربی زبان میں دن کے لئے آتا ہے مگر قرآن مجید میں اس سے اکثر آیات میں یوم قیامت ہی سے مراد ہے چند آیات میں دنیاوی زندگی بھی مراد ہے جیسا کہ سورۃ النمل میں وھو ولیھم الیوم میں اس یوم سے مراد دنیا کی زندگی ہے یا سورہ المائدہ میں الیوم اکملت لکم میں لفظ یوم سے مراد وہ خاص دن یا سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے مراد ہے۔

عرض کا معنیٰ جسم میں طول کے مقابل آتا ہے مگر قرآن حکیم کی سورہ الحدید آیت ۲۱ میں مطلقاً وسعت کے لئے فرمایا وجنۃ عرضہا السموٰت والارض (ترجمہ) اس جنت کے لئے کوشش کرو جس کی وسعت آسمانوں اور زمین جتنی ہے۔

اسی قاعدہ کے ضمن میں وہ کلمات قرآنی بھی ہیں جن کے معانی شریعت اسلامیہ نے مقرر کر دئے ہیں اب ان کو شرعی لغت سے ہٹا کر لسانی لغت میں سمجھنا اور سمجھانا تحریف ہوگی۔ باب عقائد میں ایمان اسلام، کتاب، ملائکہ، جنت، نار وغیرہا اور باب عبادات میں صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج، طواف، سعی، رکوع، سجود وغیرہا اور عائلی احکام میں رضاعت، حمل، نکاح، طلاق، عدت وغیرہا جملہ کلمات قرآنیہ کی تفسیر اسی ضابطہ سے ہوگی جو شارع اسلام جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے علیٰ ہذا القیاس قرآنی کلمات کا ترجمہ کرتے وقت قرآنی طرز انشاء کا لحاظ ضروری ہے۔ مثلاً قرآن مجید خیر کا کلمہ پنجابی خیر یا فارسی خیر کا کلمہ نہیں کہ کرنا نہ کرنا برابر ہے بلکہ قرآن مجید کا کلمہ خیر شر کا مقابل ہے جس کا معنیٰ ضروری ہوگا۔

(ب) متقارب المعنیٰ کلمات کا فرق۔ قرآن حکیم میں بعض کلمات ایسے ہیں جو بظاہر متقارب المعنیٰ

Marfat.com

معلوم ہوتے ہیں مگر ان کے معانی اور مصداق میں کافی فرق ہے جیسا کہ

لفظ و لد اور مولود بظاہر ایک ہی معلوم ہوتے ہیں لیکن ان میں فرق ہے ولد کا اطلاق تو مطلقاً اولاد پر ہوتا ہے۔ بیٹا، پوتا الی آخرہ اس میں شامل ہے مگر مولود کا اطلاق صرف اپنی اولاد یعنی بیٹے اور بیٹی پر ہوگا۔ فرمایا وعلی المولود لہ رزقہن وکسوتہن بالمعروف (بقرہ ۲۳۳)

ضرر اور اذی بظاہر ایک ہی نظر آتے ہیں۔ مگر ضرر سے مراد عموماً وہ دکھ اور تکلیف ہے جس کا اثر انسانی بدن پر ہو جیسا کہ اندھے اور لنگڑے کو فرمایا اولی الضرر (النساء ۹۵) اور اذی سے مراد وہ تکلیف اور دکھ لیا جاتا ہے جس کا حملہ دل و دماغ پر ہو فرمایا لن یضروکم الا اذی (آل عمران ۱۱۱) یہ کافر تم کو صرف ذہنی کوفت ہی پہنچا سکتے ہیں۔

بخس اور نقص دونوں ایک معلوم ہوتے ہیں مگر بخس کا معنیٰ کھوٹ یعنی کیفیت میں کمی جیسا کہ فرمایا کہ برادران یوسف علیہ السلام نے حضرت یوسف کو گنے ہوئے کھوٹے سکوں کے عوض بیچ دیا تھا۔ وشروہ بثمن بخس دراھم معدودۃ (یوسف ۲۰) اور نقص کا کلمہ کمی نقصان بولا جاتا ہے جس کو کم تولنا کم ناپنا کہا جاتا ہے۔ قوم شعیب علیہ السلام ان دونوں گناہوں کی مرتکب تھی فرمایا:۔

ولا تنقصوا المکیال والمیزان (ہود ۸۴) ولا تبخسوا الناس اشیاءھم (الشعراء ۱۸۳)

الباساء والضراء، الباساء کا کلمہ مال میں نقصان اور الضراء کا جانی نقصان کے لئے ارشاد فرمایا۔

عذاب وعقاب اگرچہ یہ دونوں کلمے دنیاوی اور اخروی سزا کے لئے ارشاد فرمائے گئے مگر لفظ عذاب عام ہے دنیاوی عذاب کے لئے بھی آیا ہے فرمایا فکیف کان عذابی ونذر (القمر) اور اخروی عذاب کے لئے بھی آیا ہے فرمایا وقنا عذاب النار (بقرہ ۲۰۱) لیکن عقاب کا کلمہ عموماً دنیاوی عذاب کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے فرمایا فکیف کان عقاب۔ پس کیسے ہوئی ان کی دنیا میں میری پکڑ۔

آنس و نظر بظاہر دونوں دیکھنے کے معنیٰ میں لئے گئے لیکن انس کا معنیٰ باطنی طور پر دیکھنا یعنی محسوس کرنا اس کا تعلق دیکھنے والے کے وجدان سے ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر تجلی دیکھتے

Marfat.com

ہوئے فرمایا تھا اِنِّیْ اٰنَسْتُ نَارًا میں نے آگ کو محسوس کیا اس لئے کہ وہاں دراصل آگ موجود ہی نہ تھی

یَدْخُلُوْنَ اور یَصْلَوْنَ ۔ یدخلون کا کلمہ عام ہے جنّت اور دوزخ کے داخلہ کے لئے ۔ مگر یَصْلَوْنَ

کا معنی آگ میں جلنے کے لئے داخل ہوں گے ۔ فرمایا سَیَصْلٰی نَارًا (لہب)

**بِرّ و تقوٰی** کا بظاہر مفہوم ایک ہی معلوم ہوتا ہے مگر بِرّ کا تعلق زیادہ تر نیکی کے کام کرنے کے ایجابی

پہلو سے ہے اور تقوٰی کا تعلق زیادہ تر برائی سے بچنے کے ساتھ ہے (واللہ اعلم)

(ج) **حرکات** اور **سکنات** کے معمولی فرق سے بھی معانی بدل جاتے ہیں اس لئے مترجم اور مفسّر کو

اس قاعدہ کا سمجھنا نہایت ضروری ہے اس قاعدہ کا لحاظ نہ کرنے سے بعض بہ تکلف مفسّر بننے والوں نے شدید

ٹھوکر کھائی ہے جیسا کہ ایک مترجم نے ثَمَّ اور ثُمَّ کو ایک ہی سمجھ لیا حالانکہ ثَمَّ کا معنی وہاں اور ثُمَّ کا معنی

پھر ہے ۔ ایک دوسرے مفسر نے حج میں ذبح ہونے والی قربانی اَلْھَدْی کا ترجمہ ہدیہ تحفہ کر دیا ۔ ایسی

سینکڑوں غلطیاں کی گئی ہیں ۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ نصیب فرماوے ۔ اس موضوع کو مفصل سمجھنے کے

لئے میری کتاب **دینی لغات** کا مقدمہ ملاحظہ فرماویں ۔ یہاں چند کلمات درج کئے جاتے ہیں :-

| کلمات | محل ذکر | معانی | کلمات | محل ذکر | معانی |
|---|---|---|---|---|---|
| اَبَا (نَا) | یوسف ع ۱۱ | باپ | اُوْلٰی | والضحٰی ع ۴ | پہلی حالت (دنیا) |
| اَبًّا | عبس ع ۳۱ | چارہ گھاس | اَوْلٰی | احزاب ع ۶ | زیادہ حقدار |
| اَحَقُّ | بقرہ ع ۲۲۸ | زیادہ مستحق حقدار | اَجَلُ | اعراف ع ۱۸۴ | وقت مقرر |
| اَحَقٌّ | یونس ع ۵۳ | کیا یہ بات حق ہے ؟ | اَجْلُ | المائدہ ع ۳۲ | وجہ ۔ سبب |
| اِفْتَرٰی | آل عمران ع ۹۴ | جھوٹ کہا جھوٹ بنایا | بَعِدَتْ | ہود ع ۹۵ | ہلاک ہوئی قوم ثمود |
| اَفْتَرٰی | سبا ع ۸ | کیا جھوٹ کہا اس نے ؟ | بَعُدَتْ | توبہ ع ۴۲ | دور دراز ہوگئی |
| اِصْطَفٰی | آل عمران ع ۴۲ | چن لیا | جَنَّةٌ | بقرہ ع ۳۵ | باغ ۔ جنّت |
| اَصْطَفٰی | الصافات ع ۱۵۳ | کیا چن لیا | جِنَّةٌ | اعراف ع ۱۸۴ | جنون اور دماغی خلل |

Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| جُنَّةً | مجادلہ ۱۶ | ڈھال |
| حُمُرٌ | المدثر ۵۰ | حمار کی جمع گدھے |
| حُمْرٌ | فاطر ۲۷ | احمر کی جمع لال رنگ والے |
| حَجَرٌ | بقرہ ۶۰ | پتھر |
| حِجْرًا | الفرقان ۲۲ | پناہ - بچاؤ |
| حَزَنٍ | القصص ۸ | غم میں ڈالنے والا |
| حَزَنًا | توبہ ۹۲ | غم - رنج - فکر |
| خَطَأً | النساء ۹۲ | غلطی بلا ارادہ گناہ |
| خِطْأً | بنی اسرائیل ۳۱ | بلا ارادہ گناہ کبیرہ |
| خَلْق | بقرہ ۱۶۴ | پیدائش - بنانا |
| خُلُق | الشعراء ۱۳۷ | پرانی عادت |
| دَأَبًا | یوسف ۴۷ | خوب کوشش اور محنت کرنا |
| دَأْبِ | آل عمران ۱۱ | عادت |
| دِيَار | بقرہ ۲۴۳ | گھروں سے |
| دَيَّار | نوح ۲۶ | بسنے والا |
| رُوح | بنی اسرائیل ۸۵ | انسانی روح زندگی |
| رَوْح | یوسف ۸۷ | رحمت |
| سُوًى | طٰہٰ ۵۸ | ہموار |
| سَوّٰى | الاعلیٰ ۲ | فعل - ٹھیک بنایا |
| شِفَاء | النحل ۶۹ | تندرستی، بیماری سے شفا |
| شَفَا | آل عمران ۱۰۳ | کنارہ |
| صِدِّيق | یوسف ۴۶ | سچ پر عمل کرنے والا عمل کا سچا |

| | | |
|---|---|---|
| صَدِيق | نور ۶۱ | دوست |
| ضُرّ | الانبیاء ۸۳ | تکلیف، بیماری، بلا |
| ضَرّ | المائدہ ۷۶ | نقصان |
| طَوْل | النساء ۲۵ | طاقت، استطاعت |
| طُول | بنی اسرائیل ۳۷ | لمبائی |
| عِدَّة | توبہ ۳۶ / الطلاق ۱ | تعداد - گنتی - عدت شرعی |
| عُدَّة | توبہ ۴۶ | تیاری |
| غَرُور | فاطر ۵ | شیطان |
| غُرُور | احزاب ۱۲ | دھوکہ |
| كُفَّار | بقرہ ۱۰۹ | کافر کی جمع مومن کا مقابل |
| كَفَّار | الحدید ۲۰ | کاشتکار |
| لَاتَ | ص ۳ | نہیں |
| لَاٰتٍ | انعام ۱۳۴ | ضرور آنے والا ہے |
| مِصْرًا | بقرہ ۶۱ | کوئی بھی شہر |
| مِصْر | یوسف ۹۹ | خاص مصر کا شہر |
| نَصَبٌ | توبہ ۱۲۰ | تکلیف بے چینی |
| نُصُب | المائدہ ۳ | بتوں کے تھان |
| وَرَق | طٰہٰ ۱۲۱ | پتہ درخت کا |
| وَرِق | کہف ۱۹ | چاندی کا سکہ |
| هُودًا | بقرہ ۱۳۵ | یہودی |
| هُود | ہود ۵۰ | ایک نبی علیہ السلام کا نام ہے |

Marfat.com

(۵) ایک کلمہ کے متعدد معانی ۔ قرآنی الفاظ میں سے ایسے کلمات بھی کثرت سے ہیں کہ ان کے کئی معانی ہیں اور علیحدہ علیحدہ آیات میں ان کے علیحدہ علیحدہ معانی ہی مراد لئے جاتے ہیں اس لئے ان کے سب معانی کا جاننا بھی ضروری ہے اس موضوع کو سمجھنے کے لئے بھی اخفر کی مرتبہ دینی لغات کا مطالعہ مفید ہے یہاں چند کلمات درج کئے جاتے ہیں تاکہ قرآنیات کا طالب علم اس کی اہمیت کو سمجھ سکے۔

| کلمات | محل ذکر | معانی (مراد) | کلمات | محل ذکر | معانی (مراد) |
|---|---|---|---|---|---|
| اِمَام | الحجر ۷۹ | راستہ | | انفال ۴۲ | پیدائش کا حکم |
| | بقرہ ۱۲۴ | پیشوا راہ نما | | آل عمران ۱۵۲ | فتح و نصرت |
| اُمَّة | بقرہ ۲۱۳ | ایک گروہ جماعت | | المائدہ ۹۵ | گناہ |
| | یوسف ۴۵ | مدت عمر | بَلَاء | الصافات ۱۰۶ | آزمائش |
| اَمْر | توبہ ۴۸ | دین اسلام | | انفال ۱۷ | بدلہ |
| | ھود ۴۰ | بات، حکم | | بقرہ ۴۹ | مصیبت |
| | ۴۲ | عذاب | | الدخان ۳۳ | نعمت |
| | آل عمران ۴۷ | حضرت مسیح علیہ السلام | بَصِیْرَة | القیامۃ ۱۴ | دیکھنے والا زیادہ باخبر |
| | انفال ۴۲ | بدر میں کفار کا قتل | | یوسف ۱۰۸ | سمجھ، یقین |
| | توبہ ۲۴ | فتح مکہ | تَقِیًّا | مریم ۱۸ | پرہیزگار |
| | بقرہ ۱۰۹ | بنو قریظہ کا قتل بنو نضیر کی جلاوطنی | | ۶۳ | ڈرنے والا |
| | النحل ۱ | قیامت | ثَانِی | توبہ ۴۰ | دوسرا |
| | الم السجدۃ ۵ | وحی | | الحج ۹ | پھیرنے والا |
| | یونس ۳ | قضا احکام | جَبَّار | الذاریات ۴۵ | زبردستی کرنے والا |

Marfat.com

| | | |
|---|---|---|
| | الحشر ع ۲۳ | غلطی کو درست کرنے والا |
| حمیم | الرحمٰن ع ۴۴ | گرم پانی |
| | حم السجدہ ع ۳۴ | دلی دوست |
| خلاف | الشعراء ع ۴۹ | جانب مخالف |
| | بنی اسرائیل ع ۷۶ | بعد، پیچھے |
| خفیّ | مریم ع ۳ | پوشیدہ۔ آہستہ |
| | الشوریٰ ع ۴۵ | ذلیل |
| رُوح | بنی اسرائیل ع ۸۵ | جسم کا روح، حیات |
| | قدر ع ۴ | جبریل امین |
| | صٓ ع ۷۲ | پھونکنا |
| زوج | بقرہ ع ۳۵ | بیوی |
| | ر ع ۲۳۰ | خاوند |
| | ق ع ۷ | جوڑہ ہمجنس |
| سماء | بقرہ ع ۶۴ | آسمان |
| | ر ع ۲۲ | بلندی |
| | الحج ع ۱۵ | چھت |
| شکور | فاطر ع ۳۰ | قدردان شکر قبول کرنیوالا (اللہ تعالیٰ) |
| | بنی اسرائیل ع ۳ | شکر کرنے والا (بندہ) |
| صالحا | بقرہ ع ۶۲ | نیک کام۔ نیکی |
| | اعراف ع ۱۸۹ | سالم۔ کامل |
| | ر ع ۷۵ | ایک نبی کا نام ہے علیہ السلام |

| | | |
|---|---|---|
| ضلال | الجمعہ ع ۲ | گمراہی |
| | یوسف ع ۹۵ | غلطی، نافہمی |
| عزیز | یوسف ع ۳۰ | عزیز مصر |
| | الحشر ع ۲۳ | اللہ تعالیٰ کا وصفی نام |
| | ہود ع ۹۱ | غالب |
| | توبہ ع ۱۲۸ | گراں |
| | الدخان ع ۴۹ | متکبر |
| فُلک | ہود ع ۳۷ | کشتی |
| | النحل ع ۱۴ | کشتیاں |
| قواعد | النحل ع ۲۶ | بنیاد۔ اساس |
| | النور ع ۶۰ | قاعدہ کی جمع بوڑھی عورتیں |
| کلمہ | النساء ع ۱۷۱ | حضرت مسیح علیہ السلام |
| | الزخرف ع ۲۸ | کلمہ شہادت |
| | اعراف ع ۱۳۷ | بنی اسرائیل کی فتح فرعون پر |
| | توبہ ع ۴۰ | لا الٰہ الا اللہ |
| | ہود ع ۱۱۹ | کفار کا داخلہ جہنم |
| | توبہ ع ۴۰ | مشرکوں کا دین اور نظریہ |
| | المؤمنون ع ۹۹ | کلام حسرت بوقت موت |
| مومن | یوسف ع ۱۷ | ماننے والا |
| | الحشر ع ۲۳ | امن دینے والا |
| | الم السجدہ ع ۱۸ | ایمان والا |

Marfat.com

| | | | |
|---|---|---|---|
| وراء | الدہر ۹ | پیچھے | |
| | المومنون ۱۰۰ | آگے | |
| | ہود ۷۱ | پوتا | |
| وارد | مریم ۷۱ | داخل ہونے والا | |
| | یوسف ۱۹ | پنہارا | |
| یَفْرَقُوْنَ | توبہ ۵۶ | ڈرپوک بنتے ہیں | |
| یُفَرِّقُوْنَ | بقرہ ۱۰۲ | جدائی ڈالتے ہیں | واللہ اعلم |

(۵) صلہ کے بدلنے سے معنی کی تبدیلی ۔ قرآن حکیم میں بعض ایسے کلمات بھی ہیں جن کے معانی صلہ کے بدلنے سے بدل جاتے ہیں ۔ اس لئے ترجمہ اور تفسیر کے لئے ہر کلمہ کے بعد آنے والے صلہ کا معلوم کرنا ضروری ہے جیسا کہ قرآنی ارشادات کے لئے سیاق و سباق کا جاننا ضروری ہے مثلاً

(۱) لفظ قول اور اس کے جملہ مشتقات کا معنی کہنا ہے ۔ لیکن جب ان کے بعد حرف استفہام آ جائے گا تو اب معنی پوچھنا ۔ سوال کرنا ہو گا ۔ جیسا کہ فرمایا قُل ھو اللہ احد (اخلاص ۱) آپ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ یکتا ہے لیکن جب اس کے بعد ہمزہ استفہام کا آیا جیسا کہ فرمایا قُلْ أَنتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللہ (بقرہ ۱۴۰) آپ ان سے پوچھئے کیا تم بہتر جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ ۔ ویقولون متیٰ ھٰذا الوعد ان کنتم صادقین (الملک ۲۵) اور پوچھتے ہیں یہ قیامت کا وعدہ کب آئے گا ۔ اگر تم سچے ہو

(۲) توبہ اور اس کے مشتقات ۔ کا صلہ اگر الیٰ ہو یا بغیر صلہ کے ہوں تو معنی گناہ سے نافرمانی سے اطاعت کی طرف لوٹنا ، رجوع کرنا اس کا موصوف بندہ ہو گا حتیٰ اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الاٰن (النساء ۱۸) (ترجمہ) حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے تو کہتا ہے ۔ میں نے اب توبہ کی ۔ قال سبحٰنک تبت الیک (اعراف ۱۴۳) کہا موسیٰ علیہ السلام نے تو پاک ہے میں نے توبہ کی تیرے حضور ۔ لیکن جب اس کے بعد علیٰ کا کلمہ آ جائے تو اب اس کا موصوف

Marfat.com

خداوند قدوس کی ذات ہوگی اور معنی ہوگا ناراضگی سے رحمت کی طرف لوٹنا فرمایا فتاب علیہ (بقرہ ع ۳۷)
اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی توبہ قبول کی یعنی اپنی ناراضگی سے رجوع کر لیا۔ رحمت کی طرف۔
(۳) اگر اَوْلیٰ کے بعد بِا کا حرف ہوگا تو معنی زیادہ حقدار، زیادہ مستحق، زیادہ بہتر فرمایا۔
النبی اولی بالمومنین من انفسھم (احزاب ع ۶) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں پر
زیادہ حق رکھتے ہیں ان کی جانوں سے بھی۔ لیکن جب اس کے بعد لام آجائے گا تو معنی ہلاکت اور برباد
ہوگا۔ فرمایا فاولی لھم (محمد ع ۲) سو ہلاکت ہے ان کے لئے۔ اَوْلیٰ لک فاولی لک ثم
اولی لک فاولی (القیمۃ ع ۳۴ تا ۳۵) سو خرابی ہے تیرے لئے خرابی پر پھر خرابی ہے۔ تیرے لئے
خرابی پر۔
(۴) رغبت اور اس کے مشتقات کے بعد اگر عن کا کلمہ آجائے تو معنی ہے اعراض کرنا منہ پھیرنا اور
اگر الی آجائے تو معنی ہے رجوع کرنا۔ محبت اور رغبت کرنا۔ فرمایا۔ ومن یرغب عن ملۃ ابراھیم
الا من سفہ نفسہ (بقرہ ع ۱۳۰) اور ملّتِ ابراہیمی سے وہی منہ موڑتا ہے جو اپنے بھلے سے
بے خبر ہو۔ والٰی ربک فارغب (الم نشرح ع ۸) اور اپنے رب کی طرف دل لگا۔

# متعلقات جملہ کا حذف

قرآن مجید میں حذف و ایجاز بھی پایا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رب العلمین کے
مختصر سے ارشادات میں معارف اور حکمت کے دریا سموئے ہوئے ہیں۔ اس موضوع پر علماء کرام
نے کافی کتابیں لکھی ہیں۔ علامہ عبدالعزیز بن عبدالسلام م ۶۶۰ھ کی کتاب کتاب الاشارہ اگرچہ
مختصر ہے مگر بڑی جامع اور مفید ہے جیسا کہ
(۱) دو متکلموں کے کلام کو یکجا کر دیا فرمایا ولا یحزنک قولھم ان العزۃ للہ جمیعا (یونس ع ۶۵)
اس ارشاد میں کافروں کا قول ذکر نہیں۔ ان العزۃ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔ اور ان کے قول کا جواب
ہے ترجمہ یہ ہے۔ اور آپ کے خلاف کافروں کا کہنا آپ کو غمناک نہ کرے۔ بیشک عزت سب اللہ ہی

Marfat.com

کی ہے۔ فرمایا۔

قالوا ماذا قال ربکم قالوا الحق (السبا ۲۳) وہ فرشتے ان سے پوچھیں گے کیا کہا تمہارے رب نے کہیں گے کہا اس نے حق۔ یہاں الحق سے پہلے قال محذوف ہے۔

(۲) شرط کا ذکر نہیں فرمایا اور مشروط کا ذکر فرمادیا جیسا کہ مشرکوں کی بت پرستی کو بیکار ثابت کرتے ہوئے فرمایا۔ اوینفعونکم او یضرون۔ (الشعراء ۷۳)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی کی بیہودگی سمجھائی کیا یہ معبودات باطلہ تم کو نفع دیتے ہیں۔ اگر تم ان کی عبادت کرو یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اگر ان کی عبادت چھوڑ دو۔ یہ جلی عبارت بطور شرط کے ہے جس کا ذکر کلام میں نہیں فرمایا۔

(۳) بعض متعلقات محذوف ہوتے ہیں جیسا کہ انار اور زیتون کے متعلق فرمایا والزیتون والرمان متشابہا وغیر متشابہ (انعام ۱۴۱) زیتون اور انار آپس میں ملتے جلتے بھی ہیں اور نہیں بھی ملتے جلتے یعنی پتّوں کی ساخت اور رنگت میں تو زیتون اور انار ایک جیسے ہیں۔ مگر پھل کی کیفیت اور مزہ وغیرہ میں نہیں ملتے جلتے۔ کفار کے متعلق شیطان کے وسوسں اور اس کی راہ نمائی کا ذکر یوں فرمایا۔ فزینوا لھم ما بین ایدیھم وما خلفھم (حم السجدہ ۲۵) پس شیطان نے ان کی نظر میں خوبصورت کر دکھایا جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔ یہاں پہ ما سے مراد محذوف ہے اور وہ ما بین ایدیھم سے دنیاوی لذائذ اور مسرّتیں اور خواہشات نفس اور ما خلفھم سے مراد قیامت کا انکار یعنی ان کو قیامت کا انکار لذیذ محسوس ہوتا ہے۔

(۴) بعض جگہ پورا فعل محذوف ہوتا ہے جیسا کہ سورہ مریم ۷ میں فرمایا۔ یا ذکریا انا نبشرک بغلام ن اسمہ یحییٰ اس سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا ہے کہ اے اللہ مجھے پاکیزہ اولاد عطا کر اس کا یہ آیت جواب ہے تو یہاں پہ قال یا قلنا محذوف ہے۔ اسی طرح اس کے بعد والی آیت یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ سے پہلے بھی فعل محذوف ہے نقول لہ ہم اس سے کہیں گے۔

(۵) بعض آیات کی ابتداء جملہ شرطیہ سے ہوتی ہے مگر حرف شرط ذکر نہیں ہوتا۔ اس کے لئے عربی زبان

Marfat.com

کے قاعدہ کو سمجھنا ضروری ہے ورنہ ترجمہ درست نہ ہو گا) جیسا کہ فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| قاتلوھم یعذبھم اللہ بایدیکم ویخزھم و ینصرکم علیھم و یشف صدور قوم مومنین و یذھب غیظ قلوبھم (توبہ ۱۴ و ۱۵) | (ترجمہ) (اگر تم ان سے لڑو گے) تو ان کو خدا تعالیٰ سزا دے گا تمہارے ہاتھوں اور ان کو ذلیل کرے گا اور تمہاری ان کے مقابلہ پر مدد فرمائے گا اور مومنوں کے دلوں کو سکون بخشے گا اور ان کے دل کے غصے کو دور کر دے گا۔ |

آیت مذکورہ بالا میں پانچ باتوں کا ذکر فرمایا مگر یہ پانچ موقوف ہیں مسلمانوں کے جہاد اور قتال پر اگر مسلمانوں نے کافروں کے ساتھ دین کے لئے جہاد کیا تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا اور اگر جہاد نہ کیا تو یہ نتائج نہ نکلیں گے۔ ان پانچوں فعلوں پر جزم بطور جزا کے ہے۔ اور قاتلو قائم مقام شرط کے ہے یا جیسا کہ حضرت مریم علیہا السلام سے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| وھزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطباً جنیاً ہ (مریم ۲۵) | (ترجمہ) اور ہلا تو اپنی طرف کھجور کے تنے کو گرائے گا تجھ پر تازہ کھجوریں۔ |

تساقط پر جزم ہے بوجہ جزا ہونے کے۔ اگر تو نے تنے کو نہ ہلایا تو کھجوریں نہ گریں گی۔

(۶) بعض آیات میں مفعول محذوف ہے اور اس کا حذف اس لئے ہے کہ وہ متبادر اور معروف ہے اس لئے فعل اور فاعل کا ذکر تو کر دیا مگر مفعول کا ذکر نہیں فرمایا جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے:۔

| | |
|---|---|
| واذا اردنا ان نھلک قریۃ امرنا مترفیھا (بنی اسرائیل ۱۶) | (ترجمہ) اور جب ہم چاہتے ہیں ہلاک کرنا کسی بستی کو حکم دیتے ہیں وہاں کے عیش پسندوں کو۔ |

کس بات اور کس کام کا حکم دیتے ہیں اس کا یہاں ذکر نہیں فرمایا اس لئے اللہ تعالیٰ جس بات کا حکم دیتے ہیں وہ ظاہر ہے کہ نیکی ہی کا حکم اور فرماں برداری ہی کا حکم ہوتا ہے اس لئے اس کو ذکر نہیں فرمایا

فائدہ! اسی آیت میں اس کے بالکل متصل جو ارشاد خداوندی ہے **ففسقوا فیھا** یہ فا جزائیہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فسق اور نافرمانی کا حکم دیا تھا بلکہ یہ تو اس کا نتیجہ اور ردِ عمل ہے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اطاعت کا اور انہوں نے فسق کی راہ اختیار کر لی۔

Marfat.com

(۷) بعض دفعہ فعل اور متعلقات فعل میں طویل سلسلہ چلا جاتا ہے مگر اعرابات اور دوسری علامات اسی طرح موجود رہتی ہے جیسا کہ سورۃ الجمعہ آیت ۲ و ۳ میں ارشاد فرمایا :-

هوالذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا (ترجمہ) اسی اللہ نے امیوں میں رسول بھیجا جو ان میں سے ہے

| | |
|---|---|
| علیهم ایته ویزکیهم ویعلمهم الکتب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ٥ واخرین منهم لما یلحقوا بهم وهو العزیز الحکیم ٥ | پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب اور دین کی سمجھ سکھاتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے اور یہی نبی پچھلوں کے لئے بھی مبعوث ہے جو ابھی تک ان سے نہیں ملے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ |

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سب کے لئے ہے حاضرین کے لئے بھی اور آخرین کے لئے بھی۔ آخرین کا عطف امیین پہ ہے اس لئے فی کی وجہ سے آخرین کا کلمہ بھی مجرور ہے۔
تنبیہ۔ اگر یہ کہا جائے کہ آخرین کا تعلق کسی محذوف کلام کے ساتھ ہے اور یہ کہا جائے بعد والے لوگوں کو آپ پر نازل کردہ کتاب پاکیزہ بناتی ہے تو اس سے آپ کی نبوت عامہ اور ختم نبوت پر اثر پڑے گا۔ قرآن مجید نے آپ کو ساری کائنات انسانی کے لئے مبعوث فرمایا۔

| | |
|---|---|
| قل یایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا (اعراف ۱۵۸) | آپ فرما دیجئے ! اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ |

(۸) بعض دفعہ پورا فعل ہی حذف ہوتا ہے جیسا کہ سورہ الدہر کی آیت ۳ میں فرمایا :-

| | |
|---|---|
| انا هدینه السبیل اما شاکرا واما کفورا | (ترجمہ) بے شک ہم نے انسانوں کو راہ دکھایا مگر وہ یا تو شاکر بنا اور یا کفور بن گیا۔ |

اس آیت میں اما شاکراً کا فعل اور فاعل دونوں محذوف ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا اس کو سمع اور بصر عنایت فرمائی اسی طرح اس کو راہ راست بتایا مگر انسان نے دنیا میں آکر بعض تو راہ ہدایت اختیار کر لی اور وہ عبد شکور بن گئے اور بعض نے راہ ضلالت اختیار کر لی۔ اور وہ

Marfat.com

عبد کفور بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو جو راہ بتایا وہ راہ ہدایت ہے جیسا کہ سورہ تغابن آیت ۲ میں فرمایا هوالذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا تمہاری پیدائش دین فطرت پر ہے فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا (الروم ۳۰) لیکن تم میں سے کوئی تو کافر بن گیا اور کوئی مومن رہا اس کی وضاحت کے لئے چند مثالیں درج ہیں:۔

| مراد | مذکور |
| --- | --- |
| ادخلو سے پہلے جملہ محذوف ہے نقول لھم ادخلوا الجنۃ ان سے ہم آج کہتے ہیں کہ جنت میں بے خوف وخطر داخل ہو جاؤ | ھٰؤلاء الذین اقسمتم لاینالھم اللہ برحمۃٍ ادخلوا الجنۃ لاخوف علیکم ولا انتم تحزنون (اعراف ۴۹) |
| ناقۃ اللہ سے پہلے محذوف ہے ذروا ناقۃ اللہ چھوڑ دو اللہ کی اونٹنی کو اور اس کے پینے کو | فقال لھم رسول اللہ ناقۃ اللہ وسقیھا (والشمس ع ۱۳) |
| الا اخذنا سے پہلے فعل فکذبو محذوف ہے یعنی انہوں نے جھٹلایا تو عذاب کا شکار ہوئے۔ | وما ارسلنا من نبیٍ الا اخذنا اھلھا بالباساء والضراء (اعراف ع ۹۴) |

# اضمار و اشارہ

قرآن مجید میں ضمیریں اور اسماء اشارہ بھی آئے ہیں جن کا مرجع اور مشار الیہ جاننا ترجمہ کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ یہاں چند قواعد ذکر کئے جاتے ہیں:۔

(۱) ضمیر کا مرجع عموماً ضمیر سے پہلے ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا ذلک الکتاب لاریب فیہ (بقرہ ع ۲) اس کتاب میں کوئی شک اور شبہ نہیں۔ لیکن بعض دفعہ مرجع بعد میں بھی آجاتا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۱۸۴ میں فرمایا وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین ان لوگوں پر جو طاقت رکھتے ہوں کھانا کھلانے کی روزہ کے علاوہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا بھی لازم ہے اس سے مراد صدقہ فطر ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے

Marfat.com

ارشاد فرمایا۔

(۲) مرجع نہ پہلے اور نہ بعد میں ذکر ہوا کیونکہ مرجع اور جو ذکر ہو رہا ہے وہ اس قدر متعارف اور مشہور ہے کہ مرجع کے ذکر کے بغیر بھی سمجھ میں آسکتا ہے فرمایا:۔ انا انزلنا ہ فی لیلۃ القدر ہ کا مرجع قرآن حکیم ہے جو اس قدر متعارف ہے کہ اس کا ذکر ہی کلام میں نہ فرمایا

(۳) کبھی کلام میں ضمائر اور مرجع دو یا دو سے زیادہ جمع ہو جاتے ہیں اس لئے ترجمہ میں ان کا سمجھنا ضروری ہے۔ سورہ زخرف آیت ۳۷ میں ارشاد فرمایا۔ وانہم[۱] لیصدونہم[۲] عن السبیل ویحسبون انہم[۳] مھتدون۔ اس آیت میں تین ضمائر یا زائد آتی ہیں مگر ان کا مرجع جدا جدا ہے پہلی ضمیر کا مرجع شیاطین ہیں۔ اور دوسری کا مرجع کفار ہیں۔ اسی طرح درج ذیل آیت میں مرجع کا متعین کرنا ضروری ہے ورنہ معنیٰ بدل جائے گا۔ ارشاد فرمایا:۔

ثم اورثنا الکتب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ (الفاطر ۳۲)

(ترجمہ) پھر وارث کردیے ہم نے کتاب کے وہ جن کو چن لیا اپنے بندوں میں سے۔ پھر کوئی بندوں میں سے اپنے آپ پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی ہے ان میں بیچ کی چال پر اور کوئی نیکیوں میں بڑھنے والا ہے اللہ کے حکم سے۔

اگر ھم کا مرجع الذین اصطفینا بنایا جائے تو اس سے یہ لازم آجائے گا کہ چنے ہوئے برگزیدہ بندے (انبیاء علیہم السلام) کی تین قسمیں ہیں حالانکہ یہ غلط ہے۔ بلکہ ارشاد قرآنی کا مقصد یہ ہے کہ جب ہمارے چنے ہوئے لوگ تشریف لائے تو ان کو قبول کرنے یا نہ کرنے کی حیثیت میں لوگوں کی یہ تین قسمیں بن گئیں۔ اسی طرح قرآن مجید کی سورہ یوسف کی آیت ۱۱۰ میں ارشاد فرمایا:۔ حتیٰ اذا استا یس الرسل وظنوا انہم کذبوا۔ اس آیت میں ظنوا کا فاعل انبیاء علیہم السلام کی قوم ہے اور ھم کا مرجع انبیاء کرام ہیں۔ ترجمہ یہ ہوگا۔

"یہاں تک کہ جب ناامید ہوگئے رسول علیہم السلام قوم کے ایمان لانے سے اور قوم نے یہ گمان کیا کہ رسولوں کے ساتھ جو وعدہ نصرت کا کیا گیا تھا وہ جھوٹا نکلا۔"

Marfat.com

(۴) قرآن کریم میں اسم اشارہ قریب ھٰذا، ھٰذہ بھی آیا ہے اور اشارہ بعید ذٰلک ذٰلکما ذٰلکم بھی آیا ہے مگر عمومی طور پر اشارہ بعید عظمت اور رفعت شان کے لئے آیا ہے جیسا کہ فرمایا۔

ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ (بقرہ ع۱) (ترجمہ) یہ کتاب ہے جس میں شک نہیں

فذٰلکم اللہ ربکم الحق (آیات کثیرہ) یہ تمہارا اللہ ہے جو تمہارا سچا اور حقیقی رب ہے

کتاب مجید قرآن حکیم تو قریب ہے اسی طرح رب العالمین بھی اقرب ہے مگر رفعت شان اور عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسم اشارہ بعید لائے۔ یہی وہ علمی نکتہ ہے جس کی بنا پر عزیز مصر کی بیوی کا قول حضرت یوسف علیہ السلام کی شان میں اشارہ بعید کے ساتھ بیان ہوا ارشاد فرمایا

فذٰلکن الذی لمتننی فیہ (یوسف ع۳۲) (ترجمہ) وہ شخص یہی ہے جس کے بارے میں تم نے مجھے ملامت کیا

مگر مصری عورتوں کی نظر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی وہ رفعت مکانی نہ تھی اس لئے انہوں نے یہ کہا۔ ما ھٰذا بشرا یہ تو انسان نظر نہیں آتا۔ اسی طرح قرآن حکیم کے اکثر مقامات میں اسم اشارہ قریب بطور تذلیل اور تحقیر کے آیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے باوجودیکہ تارے، چاند، اور سورج آپ سے دور تھے مگر پھر بھی ان پر تنقید کرتے ہوئے ھٰذا کا کلمہ فرمایا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی نے بتوں پر تردید کرتے ہوئے فرمایا

ما ھٰذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون (الانبیاء ع۵۲) کیا ہیں یہ مورتیاں جن کے آگے تم جھکتے ہو۔

(۵) اشارہ اور مشار الیہ میں عموماً اتصال اور قرب ہوتا ہے مگر بعض دفعہ ان کے درمیان دوسری کلام کسی خاص حکمت کے لئے آجاتی ہے ارشاد فرمایا ھٰذا فلیذوقوہ حمیم وغساق (ص ع۵۷) اس کا ترجمہ یوں ہے "یہ ہے کھولتا ہوا پانی اور پیپ سو ان کو چاہیئے کہ ان کو چکھیں"

# قید اور شرط کی بحث

قرآن حکیم کی بعض آیات میں شرط اور قید ہے جن کا ترجمہ میں لحاظ کرنا ضروری ہے جیسا کہ تیمم کی اجازت کو اس شرط سے مشروط فرمایا۔ کہ اگر کوئی بیمار ہو یا پانی نہ پائے تو اس کو تیمم کرنا چاہیئے اگر یہ

Marfat.com

شرط نہ ہو تو پھر تیمم کی اجازت نہ ہوگی۔ مگر بعض آیات میں شرط کا ذکر مزید وضاحت کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا۔

ولا تکرھوا فتیٰتکم علی البغاء ان اردن تحصنا (ترجمہ) مت مجبور کرو اپنی لونڈیوں کو زنا پر جب کہ وہ خود بھی پاکدامنی چاہتی ہوں۔ (نور ع ۳۳)

یہاں حرف ان شرط کے لئے نہیں کہ اگر وہ عصمت نہ چاہے تو کیا پھر ان کو عصمت فروشی کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ شرط کلام سابق کی مزید تحقیق اور تاکید کرتی ہے ترجمہ یوں ہوگا۔ اور مت مجبور کرو تم اپنی لونڈیوں کو زنا پر خصوصاً ایسی صورت میں کہ وہ خود بھی پاکدامنی کی طالب ہوں"

اسی طرح بعض آیات قرآنیہ میں بظاہر قید کا ذکر ہے۔ مگر وہ قید شرط کے معنی میں نہیں بلکہ قید موضحہ کہلائی جائے گی۔ جیساکہ فرمایا

وربائبکم التی فی حجورکم (النساء ۲۳) ربائب ربیبہ کی جمع ہے ربیبہ اس لڑکی کو کہا جاتا ہے جس کی ماں سے کوئی مرد شادی کرلے اگر یہ لڑکی اپنی ماں کے خاوند کے پاس تربیت نہ پائے تب بھی اس پر حرام ہے۔ اس قید فی حجورکم کا ذکر اس نکاح کی شناعت کے لئے ہے کہ اس نکاح کا ارادہ بہت ہی برا ہے۔ اسی طرح قتل اولاد کو منع کرتے ہوئے فرمایا ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق (بنی اسرائیل ۳۱) اور مت قتل کرو اپنی اولاد کو۔ بھوک کے ڈر سے، ظاہر ہے کہ اولاد کا قتل تو ویسے بھی حرام ہے۔ لیکن اس میں اور قباحت بیان فرمائی۔ کہ تم جو باپ ہو کہ اولاد کو بھوک کے ڈر سے قتل کرتے ہو کس قدر بری بات ہے باپ تو اولاد کا مربی اور محافظ ہوتا ہے نہ کہ قاتل اور سفاک۔ قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے اس قید کا نام قید واقعی تجویز فرمایا ہے کہ اس وقت واقعات اس طرح کے تھے اس لئے منع کرتے ہوئے اس کا ذکر فرمایا۔

Marfat.com

# تمیز اور حال

قرآن حکیم میں بعض ارشادات کے ساتھ حال کا ذکر بھی ہے جس کے لئے واو حالیہ لائی گئی۔ اس کی کئی نظائر قرآن میں موجود ہیں۔ فمن یعمل من الصلحات وھو مومن فلا کفران لسعیہ (الانبیاء ع ۹۴) اس آیت میں یہ واو حالیہ ہے جو کہ شرط کے معنی میں ہے ترجمہ یوں ہوگا پس جو کوئی نیکیوں میں سے کچھ بھی عمل کرے گا بشرطیکہ وہ مومن ہو۔ (عقیدہ بھی درست ہو) تو اس کے اعمال ضائع نہ ہوں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس کے عمل اچھے ہیں پس وہ مومن ہے عقیدہ کی ضرورت نہیں یہ واو ہے اور واو حالیہ ہے۔ اگر وہی مراد ہوتی جو بعض لوگ کہتے ہیں تو یہاں پر فا کا حرف بطور جزا کے ہوتا فھو مومن۔ کافر کا کوئی بھی عمل قابل قبول نہیں اور اس کی یہ سب محنت برباد اور ضائع ہے۔ سورہ الفرقان ایت ع ۲۳ میں فرمایا۔

وقدمنا الی ما عملوا من عمل فجعلناہ ھباء منثورا (ترجمہ) اور جو عمل انہوں نے کئے تھے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے پھر انہیں اڑتی ہوئی خاک کر دیں گے۔

اسی کی تفسیر اور تشریح سورہ نور کی آیت ۳۹، ۴۰ میں یوں فرمائی جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

"اور وہ جو کافر ہیں ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے جنگل میں چمکتی ہوئی ریت ہو جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے یہانتک کہ جب ان کے پاس آتا ہے اسے کچھ بھی نہیں پاتا اور اللہ ہی کو اپنے پاس پاتا ہے پھر اللہ نے اس کا حساب پورا کر دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے"

(الآیات)

غزوہ بدر کے متعلق ارشاد فرمایا ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ (آل عمران ۱۲۳)

"بے شک تمہاری مدد کی اللہ تعالیٰ نے بدر میں اس حال میں کہ تم کمزور تھے" غزوۂ بدر میں باوجودیکہ مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ اسباب اور آلات حرب بھی بڑے کم تھے مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و ظفر سے نوازا:

Marfat.com

تمیز: بعض آیات مجمل ہوتی ہیں ان کی تمیز بھی ساتھ آجاتی ہے۔ فرمایا۔ ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ اور کون ہے بہتر بات میں اس سے جو نیک عمل بھی کرے اور اس کا اعلان بھی کرے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

کافروں کے متعلق فرمایا اولئک شر مکاناً یہ کافر برے ہیں باعتبار اپنے ٹھکانے کے (بھی)

تمیز: اکثر اوقات الفاظ میں ذکر ہوتی ہے اور کبھی کبھی ذکر نہیں بھی ہوتی۔ جیسا کہ فرمایا۔ جس عورت کا خاوند مر جائے اس کی عدت وفات اربعۃ اشھر وعشرا ہے۔ اس آیت میں اربعۃ کی تمیز اشھر سے کر دی یعنی چار ماہ مراد ہیں۔ مگر عشرا کی تمیز کا ذکر نہ فرمایا۔ اس سے مراد عشرۃ ایام ہیں دس دن۔

کبھی تمیز کا ذکر پہلے آجاتا ہے اور ممیز بعد میں جیسا کہ فرمایا کہ جو لوگ حج تمتع کریں ان کو دم تمتع بطور شکرانہ کے دینا چاہئے اور اگر قربانی نہ دے سکیں تو پھر دس دن کے روزے رکھیں وہ بھی اس طریقہ پر کہ فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم (بقرہ ۱۹۶) اس آیت میں سبعۃ مجمل ہے اور اس کی تمیز ایام ہے جو کہ پہلے گذر چکی۔ تمیز کبھی کبھی کسی کے شک رفع کرنے کے لئے بھی آتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:۔

نعبد الھک واله اباءك ابراهيم واسمٰعیل واسحٰق الھاً واحداً (بقرہ ۱۳۳) حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اقرار کیا کہ ہم تیرے معبود اور تیرے باپ دادا کے معبود کی عبادت کریں گے۔ اس سے یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید ان کا معبود علیحدہ علیحدہ ہے فرمایا نہیں الھاً واحداً سب کا معبود ایک ہے۔

## مبالغہ اور اسم تفضیل

مبالغہ میں کثرت فی نفسہ ہوتی ہے جیسا کہ علّام بہت علم والا۔ یہاں کسی دوسرے کے علم سے مقابلہ نہیں فرمایا اور اسم تفضیل میں معنی کی کثرت دوسرے کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسا کہ زید اعلم من عمر زید عمر سے زیادہ علم والا ہے۔ مگر قرآن مجید میں جہاں صفات باری تعالیٰ کا ذکر ہے وہاں نفس وصف کا

Marfat.com

ہی ذکر ہے۔ لغت میں بھی بعض الفاظ مبالغہ کے وزن پر ہوتے ہیں مگر ان سے مراد وصفی معنیٰ لیا جاتا ہے جیسا کہ عطار ہر عطر فروش کو کہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ بہت زیادہ عطر بیچنے والا اور عربی کا محاورہ ہے۔ الصیف اَحرُّ من الشتاء گرمی کا موسم سردی سے زیادہ گرم ہے حالانکہ موسم سرما میں گرمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے یہاں مطلقاً وصفی معنیٰ مراد لیا جائے گا۔ اس قاعدہ کی وضاحت مندرجہ ذیل ارشادات قرآنی سے ہو گی۔ فرمایا۔

وما ربك بظلام للعبید (ق ۲۹) اس کا ترجمہ یہ نہ کیا جائے گا۔ کہ تیرا رب بندوں پر زیادہ ظلم کرنے والا نہیں بلکہ ترجمہ یہ ہو گا۔ کہ تیرا رب بندوں پر ذرہ بھی ظلم نہیں کرتا جیسا کہ سورہ یونس آیت ۴۴ میں فرمایا ان اللہ لا یظلم الناس شیئاً بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں پر ذرہ بھی ظلم نہیں کرتا۔ اسی طرح قرآن کریم میں رب العلمین کی صفت بیان فرمائی۔ فتبارك اللہ احسن الخالقین (المومنون ۱۴) تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور بھی خالق ہے حالانکہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جیسا کہ فرمایا ھو اللہ الخالق (الحشر ۲۴) الا لہ الخلق والامر (الاعراف ۵۴) اللہ تعالیٰ کی ساری تخلیق احسن ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل اَحسن ہے ارشاد قرآنی ہے اَحسَن کل شی خلقہ (السجدہ ۷) تورات کے متعلق ارشاد فرمایا وامر قومك یاخذوا باحسنھا (اعراف ۱۴۵) اپنی قوم کو حکم دیجئے کہ اس تورات کے اچھے حکموں پر عمل کریں۔ حالانکہ تورات اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کا سارا کلام احسن ہے۔ شارح بخاری علامہ بدر الدین عینی (م ۸۵۵ھ) نے فرمایا

"ایسی جگہ اسم تفضیل کا صیغہ لانے سے مراد توضیح اور تشریح ہوا کرتی ہے نہ کہ تفضیل" عینی ج ۲ ص ۶۷۶

# نہی اور نفی

فعل نہی کا مطلب کسی کام سے روک دینا ہوا کرتا ہے جو حکم کا معنی رکھتا ہے جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا۔ لَا تنکحوا المشرکت حتّٰی یومنّ (بقرہ ۲۲۱) اور نکاح میں نہ لاؤ مشرک عورتوں کو یہاں تک کہ ایمان نہ لاویں۔ اس آیت میں مشرکہ کے نکاح سے روکنے کے لئے نہی کا صیغہ لایا گیا۔ مگر فعل نفی کبھی نہی

Marfat.com

کا مطلب مجازاً ادا کر دیتا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۱۲۴ میں فرمایا لاینال عھدی الظلمین اس کی تفسیر میں فرمایا گیا کہ یہ فعل نفی حکم میں نہی کے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو فرمایا کہ میرا یہ عہد ان کو مت دو۔ جو میرے احکام توڑنے والے ہیں۔ اور کبھی اس نفی سے مراد کسی کی عادت بھی ہوا کرتی ہے جیسا کہ بعض علماء تفسیر نے فرمایا کہ سورۂ نور کی آیت ۳ میں جو ارشاد فرمایا:۔

الزانی لاینکح الا زانیۃ او مشرکۃ اس میں لاینکح فعل نفی کا ہے جس کا ترجمہ یہ ہوگا زانی نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ عورت یا مشرکہ سے مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ زانی اپنی نفسانی خواہشات میں اس قدر حد سے بڑھ کر بے خود ہو جاتا ہے کہ وہ اگر صحیح نکاح کا ارادہ بھی کرتا ہے تو اس کو اسی طرح کی بدعمل عورت ہی زیادہ پسند ہوتی ہے اور وہ اس شہوت پرستی میں دینی اور مذہبی حدود تک کو روند ڈالتا ہے اس آیت میں قرآن حکیم نے زانی کو مشرکہ کے ساتھ نکاح کی اجازت نہیں دی جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت ۲۲۱ میں گذر چکا ہے۔ بلکہ اس آیت میں زنا کی قباحت بیان فرمائی کہ یہ فعل بد پھر کسی امتیاز کی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ بلکہ اس فعل بد کا مرتکب تو پھر محرمات ابدیہ تک سے گریز نہیں کرتا (نعوذ باللہ منہ)

# تقدیم و تاخیر

قرآن مجید میں آیات قرآنیہ کے بعض حصوں میں تقدیم و تاخیر پائی جاتی ہے اس تقدیم و تاخیر میں کئی حکمتیں پوشیدہ ہیں جن سے قرآنی ارشادات کی بلاغت اور جامعیت سامنے آجاتی ہے جیسا کہ

(۱) سورہ محمد آیت ۱۸ میں فرمایا فانی لھم اذا جاء تھم ذکرٰھم اس کا مطلب اور سلیس ترجمہ تو یہ ہے پس کہاں ملے گی ان کو ان کی سمجھ کرنی جب کہ وہ قیامت آپہنچے گی۔ یعنی جب وہ گھڑی آجائے گی پھر نصیحت پر غور و فکر کرنے سے کیا فائدہ ملے گا اس میں فانی لھم ذکرٰھم اذا جاء تھم کے اعتبار سے ترجمہ کیا جائے گا۔

(۲) کبھی صفت اور موصوف کے درمیان جملہ لایا جاتا ہے ارشاد قرآنی ہے قل بلیٰ وربی لتاتینکم عالم الغیب (السبا ع ۲) اس کا ترجمہ یہ ہے آپ فرما دیجئے مجھے قسم ہے اپنے رب کی جو چھپی

Marfat.com

باتوں کو جاننے والا ہے یہ قیامت تم پر ضرور آئے گی۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کا صحیح وقت تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے جو عالم الغیب ہے۔

(۳) کبھی مفعول موخر اور متعلق مفعول کو مقدم کر دیا جاتا ہے جیسا کہ سورہ الانعام آیت ۱۰۰ میں فرمایا وجعلوا للہ شرکاء الجن۔ میں "الجن" کو موخر فرمایا۔ ترجمہ یہ ہے اور انہوں نے جنوں کو اللہ کے ساتھ شریک بنا لیا۔ اس تقدیم اور تاخیر کی حکمت شرک کی قباحت بیان کرتا ہے کہ ان بدبختوں نے اللہ تعالیٰ کی عظیم ذات کے ساتھ جنوں جیسی ذلیل مخلوق کو شریک ٹھہرایا۔ یہ ان کی نہایت ہی کمینگی ہے۔

(۴) کبھی ایک حکم کی حکمت بیان فرما کر اس پر مرتب اثر اور نتیجہ کو بعد میں ذکر فرما دیا جاتا ہے جیسا کہ سورہ الانعام آیت ۱۵۲ میں فرمایا:۔ ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ واوفوا الکیل والمیزان بالقسط لا نکلف نفسا الا وسعھا اس آیت میں شروع اور بعد میں بھی چند احکام کا ذکر ہے مگر درمیان میں ارشاد فرمایا "ہم ہر جی کو اس کی طاقت کے مطابق حکم دیتے ہیں" اس ارشاد کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام ایسے نہیں جو قابلِ برداشت نہ ہوں بلکہ سب احکام انسانی برداشت کے مطابق ہیں۔

(۵) کبھی شرط کا کچھ حصہ ذکر کر کے جزاء کو ذکر فرمایا جاتا ہے اور شرط کا باقی حصہ بعد میں ذکر کر دیا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا:۔ لولا کلمۃ سبقت من ربک لکان لزاما واجل مسمی (طٰہٰ ۱۲۹) اس ارشادِ قرآنی کا ترجمہ یوں ہوگا۔ اگر تیرے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی جو کہ ان کی ہلاکت کی مقررہ مدت ہے تو ان پر عذاب کا نزول لازمی ہو جاتا۔

(۶) کبھی ایک فعل کی جزاء مرتبہ کا کچھ حصہ بیان فرما کر دوسرے فعل کو لایا جاتا ہے اور سب پر جزاء کا ترتیب ہو جاتا ہے جیسا کہ سورہ المائدہ ۶۰ میں فرمایا:۔ قل ھل انبئکم بشر من ذلک مثوبۃ عند اللہ من لعنہ اللہ وغضب علیہ وجعل منھم القردۃ والخنازیر وعبد الطاغوت اولئک شر مکانا واضل عن سواء السبیل۔ اس آیت میں عبد الطاغوت کا عطف من لعنہ اللہ پر ہوگا۔ تو معنی بلا کسی تاویل کے درست بھلے گا۔

Marfat.com

ترجمہ یہ ہوگا۔

"آپ فرمادیجئے کیا میں تم کو بتاؤں کہ سب سے بری مخلوق اللہ تعالیٰ کے ہاں کونسی مخلوق ہے وہ انسان ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب کیا اور ان میں سے بعض کی شکلیں بندر اور خنزیر کی بنادیں اور وہ بھی بہت برے ہیں جنہوں نے طاغوت کی عبادت کی"

یہی ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:- وکسیکہ پرستند معبود باطل را

# التفات

التفات لغت میں گوشہ چشم کے پھیرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں کلام کے ایک طرز کو چھوڑ کر دوسرا طرز اختیار کرنے کا نام ہے جیسا کہ سورہ فاتحہ میں آیت ۲ تا ۳ سب صیغے غیبت کے ہیں مگر آیت ۴ میں خطاب آگیا۔ فرمایا ایاک نعبد و ایاک نستعین ابتدائی آیات کو ملا کر ترجمہ یہ ہے:-

سب تعریف اس اللہ کو ہے جو سب جہانوں کا پالنے والا، نہایت ہی مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ بدلے کے دن کا مالک ہے تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں، گویا خداوند قدوس کی غائبانہ حمد و ثنا نے بندے کے دل میں اس قدر شوق اور عشق پیدا کردیا کہ وہ اب مقام حضوری تک پہنچ گیا۔

اسی طرح سورہ النحل ۵۶ میں فرمایا ویجعلون لما لا یعلمون نصیبا مما رزقنھم تاللہ لتسئلن عما کنتم تفترون۔ شروع میں ان کے مشرکانہ فعل کو غائب کے صیغوں میں ادا فرمایا۔ اور جزاء کو خطاب کے صیغے سے ادا فرمایا کہ مخاطب اولین وہی مشرک تھے۔ اس خطاب میں ان کے لئے زیادہ تنذیر ہے۔ یہ التفات کبھی دو جملوں میں ہوتی ہے اور کبھی ایک جملے میں۔ بلکہ ایک آیت میں بھی کئی دفعہ آجاتی ہے اس لئے ترجمہ کرتے وقت اس کا لحاظ نہایت ضروری ہے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں فرمایا:-

Marfat.com

سبحان الذی اسری بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ الذی بارکنا حولہ لنریہ من اٰیٰتنا انہ ھو السمیع البصیر

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کرایا وہ مسجد اقصیٰ جس کے ارد گرد ہم نے برکت دی تاکہ دکھائیں ہم اس کو اپنی نشانیوں میں سے بے شک وہ اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں غائب سے متکلم اور پھر متکلم سے غائب کی طرف التفات فرمائی گئی۔

# مجاز

قرآن کریم میں مجازات کا وقوع بھی کثرت سے ہوا اور یہ بات ہر کلام میں مروج ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ لفظ حقیقی کو نہ لا سکے تب مجاز لائے بلکہ اس میں کئی حکمتیں ہیں جن کے لئے تفصیلی دفاتر درکار ہیں۔ جیسا کہ کافر کے متعلق فرمایا فامہ ھاویہ پس کافر کی ماں ہاویہ ہوگی یعنی جس طرح ایک بچے کی تربیت کرنے والی اس کو کھلانے پلانے والی اس کی ماں ہی ہوتی ہے اسی طرح کافر کے لئے جہنم ہی سب کاموں کا مرکز ہوگی۔ وہ اس سے دور نہ جا سکے گا۔ قرآن مجید میں مجاز کے کئی طریقے ہیں۔

## فعل میں مجاز!

(۱) بعض کاموں کا وقوع آئندہ زمانہ میں ہوگا۔ مگر ان کا ذکر ماضی کے کلمہ سے کیا گیا حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح زمانہ گذشتہ میں ہونے والی بات یقینی ہو جاتی ہے اسی طرح یہ بات بھی یقینی طور سے واقع ہوگی۔ اس لئے اس کا ذکر ماضی کے صیغہ سے کر دیا گیا۔ قیامت کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے اس قاعدہ کا لحاظ بہت زیادہ کرنا ہوگا۔ جیسا کہ اذا زلزلت الارض زلزالھا الآیات، اذا وقعت الواقعہ لیس لوقعتھا کاذبہ، ونفخ فی الصور وغیرہا آیات کثیرہ میں مستقبل کا ذکر لفظ ماضی سے فرمایا۔

(۲) اس کے برعکس ذکر فعل مضارع کا ہے اور مراد اس سے فعل ماضی ہے جیسا کہ زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

میں موجود یہودیوں سے فرمایا۔ ففریقاً کذبتم وفریقاً تقتلون (بقرہ ۸۷)

پس ان انبیاء علیہم السلام میں سے بعض کی تم نے صرف تکذیب کی اور بعض کو قتل بھی کر ڈالا۔
اس آیت میں خطاب کا صیغہ ارشاد فرمایا جس کے مخاطب زمانہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں موجودہ یہود ہیں مگر ان کے آباء و اجداد کا فعل تھا ان کو وہ یاد دلایا جیسا کہ قرآن مجید کی سورہ المائدہ آیت ۷۰ میں فرمایا ففریقاً کذبوا وفریقاً یقتلون۔

(۳) بعض آیات میں ذکر فعل مضارع فرمایا۔ مگر مراد اس سے امر ہے جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۲۳۳ میں رضاعت کے متعلق فرمایا والوالدات یرضعن اولادھن اور مائیں اپنی اولاد کو دودھ پلائیں یہاں لام امر مقدر ہے۔

(۴) بعض آیات میں صیغہ فعل نفی کا ہے مگر مراد اس سے فعل نہی ہے جیسا کہ سورہ بقرہ ۸۳ میں فرمایا لا تعبدون الا اللہ، ای لا تعبدوا الا اللہ ذکر فعل مضارع کا ہے اور مراد نہی ہے عبادت نہ کرو مگر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی۔

(۵) بعض آیات میں مذکور ایک فعل ہے مگر اس کے ضمن میں دوسرا فعل بھی مراد ہے جیسا کہ فرمایا کہ نیک عورتوں کی نشانی یہ بھی ہے حٰفِظٰتٌ للغیب بما حفظ اللّٰہ (النساء ۳۴) یہاں فعل محذوف ہے بما امر اللہ بحفظہ یعنی جس چیز کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔

(۶) اگرچہ فعل ماضی اور فعل مضارع اور فعل امر کسی فعل کی ایجاد اور انشاء کے لئے ہے مگر بعض دفعہ یہ دوام استمرار کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ فرمایا وان یکذبوک (فاطر ۴) ترجمہ یہ ہوگا اور اگر یہ آپ کو جھٹلاتے ہی رہیں۔ اُتل ما اوحی الیک (عنکبوت ۴۵) تو پڑھتا رہ جو تیری طرف وحی کیا گیا ہے علیٰ ہذا القیاس فعل میں مجاز چوبیس طریقوں پر آئی ہے جس کا ذکر کتب تفسیر میں کیا گیا ہے۔

Marfat.com

# اسم میں مجاز

(۱) ذکر اسم فاعل کا صیغہ ہے مگر مراد اس سے مفعول ہے جیسا کہ فرمایا خُلق من ماءٍ دافقٍ (الطارق ۶) انسان پیدا کیا گیا اچھلتے ہوئے پانی سے۔ دافق سے مراد مدفوق ہے۔ ذکر مفعول کا وزن اور مراد فاعل ہے فرمایا یا موسیٰ مسحوراً ذکر وزن مفعول کا ہے مگر مراد فاعل ہے یعنی ساحر جادو کرنے والا۔

(۲) کسی کی سابق حیثیت کے ذکر سے کلام فرمانا ارشاد ہے۔ واتوا الیتامیٰ اموالھم (النساء ۲) اور دے ڈالو یتیموں کو ان کے اموال، حالانکہ جب بالغ ہو جائے اس پر یتیم کا اطلاق نہیں ہوتا ان بالغ بچوں کو باعتبار سابق کے یتیم فرمایا۔ اس کے برعکس آنے والی حالت کا ذکر فرما کر مراد موجودہ حالت لی جاتی ہے جیسا کہ سورہ یوسف ۳۶ میں فرمایا انی ارانی اعصر خمراً میں اپنے آپ کو شراب نچوڑتا ہوا دیکھ رہا ہوں حالانکہ اس سے مراد انگور ہے انگور سے شراب نکلتا ہے تو ذکر شراب کا فرمایا۔

(۳) ذکر تعبیر کا اور مراد اس سے مُعبّر لیا گیا۔ جیسا کہ فرمایا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (الحجرات ۲) اپنے آوازوں کو بلند نہ کرو نبی علیہ السلام کے آواز پر۔ ذکر آواز کا فرمایا اور مراد اس سے کلام ہے اس لئے کلام کی تعبیر آواز ہی سے ہو جاتی ہے۔

(۴) ذکر لفظ مفرد اور مراد جمع جیسا کہ فرمایا ھؤلاء ضیفی (الحجر ۶۸) حالانکہ وہ ایک مہمان نہ تھا بلکہ کئی مہمان تھے جو فرشتوں کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ ذکر جمع اور مراد واحد۔ فرمایا واذ قتلتم نفساً (بقرہ ۲) حالانکہ قاتل قوم کا ایک فرد تھا مگر سب قوم کو قاتل کے ساتھ تعبیر فرمایا۔ ذکر تثنیہ مراد واحد جیسا کہ فرمایا ونسیا حوتھما (الکہف ۶۱) حالانکہ مچھلی کو بھولنے والا آپ کا غلام تھا نہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کا خادم دونوں۔

# "حرف کی بحث"

حرف زبان کا وہ کلمہ ہے جو بذات خود کوئی مستقل معنی نہیں رکھتا لیکن اس کے بغیر نہ فعل

Marfat.com

کامیاب اور نہ اسم کامیاب، اس لئے حرف کا مفہوم اور اس کی بحث کا سمجھنا ضروری ہے۔

حرف کا حذف۔ اکثر آیات میں حرف حذف ہے فرمایا سورہ النساء ۹۲۔ فان لم یعتزلوکم ویلقوا الیکم السلم ویکفوا ایدیھم اس آیت میں تین فعل ذکر ہیں مگر لم کا حرف صرف پہلے فعل پر ذکر فرمایا مگر مراد دوسرے فعلوں میں بھی ہے۔ اسی طرح بعض آیات میں چند افعال کا ذکر ہے مگر حرف نہی صرف پہلے پر آیا۔ مگر مراد دوسروں میں بھی ہے۔

ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون (بقرہ ۱۲) (ترجمہ) اور نہ ملاؤ حق کو باطل سے اور نہ چھپاؤ حق کو اور تم جانتے بھی ہو۔

یاایھا الذین اٰمنوا لاتخونوا اللہ والرسول وتخونوا اٰمٰنٰتکم (انفال ۲۷) اے ایمان والو نہ خیانت کرو اللہ کے حکم کی اور اللہ کے رسول کے حکم کی اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں کی۔

مندرجہ بالا دونوں آیتوں میں سب افعال نہی کے ہیں مگر صرف پہلے پر لا کا ذکر ہے باقی پر نہیں۔

تعجب ہے کہ بعض اہل علم نے سورہ محمد کی آیت ۳۶ کا ترجمہ یوں فرمایا:-

فلا تھنوا وتدعوا الی السلم (ترجمہ) پس اے مسلمانو تم بودے نہ بنو اور اپنے دشمنوں کو برابر صلح کا پیغام دیتے رہو۔

اس آیت میں دوسرے فعل تدعو سے پہلے لا کو محذوف نہیں مانا بلکہ اس کو امر کا صیغہ قرار دیا۔ قرآنی آیات میں صلح کے لئے کافروں کا رجحان پایا جانا مذکور ہے فرمایا وان جنحوا للسلم فاجنح لھا (انفال ۶۱) اگر وہ برسرپیکار کافر صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی مائل ہو جائیں۔ اگر مسلمان از خود صلح کا پیغام دیں گے تو اس سے کافروں پر مسلمانوں کی کمزوری ظاہر ہو جائے گی۔ اس لئے فرمایا کہ مسلمان کی شان یہ ہو ولیجدوا فیکم غلظۃ (توبہ ۱۲۳) اور چاہیئے کہ کافر تم میں سختی اور درشتی کو محسوس کریں"۔ مفسر القرآن علامہ عبداللہ القرطبی م ۶۷۱ھ نے فرمایا

"ولان المومنین لم یومروا قط بالدخول فی المسالمۃ التی ھی للصلح وانما قیل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یجنح للسلم اذا جنحوا لہ واما ان یبتدی بہ فلا رواہ الطبری (تفسیر قرطبی جز ۱۶ ص ۲۵۵)

Marfat.com

اسی طرح سیاق کلام کی مناسبت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بعض جگہ لا کا حرف ذکر نہیں مگر مراد ہے جیسا کہ سورہ النساء ع ۱۷۶ میں فرمایا یبین لکم ان تضلوا یہاں تضلو سے پہلے لا کا کلمہ محذوف ہے ترجمہ یہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کا نزول ہدایت ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں جو احکام بیان فرماتے ہیں وہ سب ہدایت کے لئے ہیں اس لئے یہاں لا کا کلمہ محذوف اور مراد ہے ورنہ نزول قرآن کی حکمت کے خلاف ہوگا۔ اسی طرح سورہ بقرہ ۱۸۴ میں فرمایا :- وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ طعام مسکین اس فعل میں لا کا کلمہ محذوف ہے۔ ترجمہ یہ ہوگا اور ان پر جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے (مگر مکلف ہیں) ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ کے لازم ہے۔ اگر ترجمہ لا کے بغیر کیا جائے تو پھر روزہ کی حکمت فوت ہو جائے گی۔ اگر طاقت والے روزہ نہ رکھیں بلکہ وہ فدیہ ادا کریں تو کیا وہ روزہ رکھیں گے جن کی طاقت ہی نہیں۔ حالانکہ ارشادِ قرآنی ہے۔ لا یکلف اللہ نفسًا الا وسعھا (بقرہ ۲۸۶) اللہ تعالیٰ کسی بھی انسان کو اسی حکم کا مکلف فرماتا ہے جو اس کی وسعت اور طاقت میں ہو۔

اختصار کے طور پر یہاں چند حروف کی تشریح کی جاتی ہے۔

اِذْ کا حرف قرآن مجید میں مشہور تو جبکہ کے معنی میں ہے جیسا کہ فرمایا۔ واذ قال ربک اور جب کہا تیرے رب نے مگر بعض آیات میں علت کے معنی میں بھی آیا ہے لن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم (زخرف ۳۹) ترجمہ تم کو آج کے دن عذر کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا اس لئے تم دنیا میں اپنے آپ پر ظلم کر چکے ہو۔ بعض آیات میں بطور شہادت کے بھی آیا ہے جیسا کہ فرمایا۔ واللہ سمیع علیم ۝ اذ قالت امراۃ عمران الایۃ (آل عمران ع ۳۵) اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے جب کہ یعنی جیسا کہ حضرت عمران کی زوجہ محترمہ نے زبان سے دعا کی اور فرمایا ما فی بطنی مگر مراد ان کی بیٹا تھا جس کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے

اِذَا کا معنی جب ہے فرمایا اذا جاء نصر اللہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی۔ مگر بعض آیات میں جزا کے لئے بھی آیا ہے فرمایا وان تصبھم سیئۃ بما قدمت ایدیھم اذا ھم یقنطون

Marfat.com

(الروم ۳۶) ترجمہ :- اور جب ان کو اپنے اعمال کی سزا ملتی ہے تو نا امید ہو جاتے ہیں۔ اور بعض آیات میں اچانک کے معنیٰ میں آیا ہے اِذَا ھُمْ یسخطون (توبہ ۵۸) اچانک وہ غصے ہو جاتے ہیں۔

اِلّا کا حرف اگرچہ استثناء کے لئے آیا ہے یعنی مگر کے معنیٰ میں۔ مگر بعض آیات میں اِن لا کا مخفف ہے یعنی اِن شرطیہ اور لا نافیہ۔ فرمایا اِلّا تفعلوہ (انفال ۷۳) اگر تم نے وہ (جہاد) نہ کیا۔ اسی طرح اِلیٰ اِنْ کے معنیٰ میں بھی آیا ہے فرمایا اِلّا ان تَقَطَّعَ اس آیت میں اِلّا اِلیٰ اَنْ کے معنیٰ میں آیا ہے یہاں تک کہ۔ اسی طرح بعض علمائے نحو نے اِلّا کو لَا کے معنیٰ میں بھی لیا ہے فرمایا لئلا یکون للناس علیکم حجۃ الا الذین ظلموا (بقرہ ۱۵۰) ترجمہ یہ ہوگا "تاکہ نہ رہے لوگوں کا تم پر کوئی اعتراض اور نہ ہی ان کا جنہوں نے ظلم کیا۔

اَلَا کا حرف تخصیص کے لئے آیا ہے ابھارنا، تیار کرنا، بھڑکانا۔ فرمایا الا تقاتلون کیا تم نہیں لڑتے کافروں سے۔ بعض آیات میں اَلَا میں حرف استفہام کا اور لا نافیہ ہے جیسا کہ فرمایا اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ (الملک ۱۴) کیا نہیں جانتا وہ اللہ جس نے پیدا فرمایا۔

اِلیٰ کا حرف تک کے معنیٰ میں آیا ہے اِلَی الْمَرَافِقِ (المائدہ ۶) ہاتھوں کو دھوؤ کہنیوں تک۔ طرف کا معنیٰ بھی دیتا ہے فتوبوا الیٰ بارئکم (بقرہ ۵۴) رجوع کرو توبہ کے ساتھ اپنے پیدا کرنے والے کی طرف۔

قریب کے معنیٰ میں بھی آیا ہے فرمایا وَاِذَا خلوا الیٰ شیاطینھم (بقرہ ۱۴) اور جب وہ اپنے شیطانوں کے قریب ہوتے ہیں۔

ساتھ کے معنیٰ میں بھی آیا ہے فرمایا وَلَا تاکلوا اَمْوَالَھُمْ الیٰ اَمْوالکم (النساء ۲) ان یتامیٰ کے اموال اپنے اموال کے ساتھ نہ ملاؤ۔

اِنْ کا معنیٰ اگر ہے وَاِنْ کُنتم فی رَیْبٍ (بقرہ ۲۳) اور اگر تم شک میں ہو اس کتاب سے جس کو ہم نے اتارا۔ تاکید کے لئے بھی آیا ہے ان کلّ نفسٍ لَمّا علیھا حافظ (الطارق ۴) بیشک ہر جی پر ایک نگہبان مقرر ہے۔

Marfat.com

نفی کے معنٰی میں بھی آیا ہے ان مکنا کم فیہ (احقاف ۲۶) نہیں طاقت دی ہم نے تم کو اس میں
استفہام کے لئے بھی آیا ہے ان عندکم من سلطانٍ بھذا (یونس ۶۸) کیا ہے تمہارے پاس اس پر کوئی دلیل
اَوْ کا حرف اکثر آیات میں یا کے معنٰی میں آیا ہے صَدَقَۃٍ اَوْ نُسُكٍ (بقرہ ۱۹۶) یہ حاجی صدقہ دے یا قربانی دے
جمع کے لئے بھی آیا ہے یتذکر او ان یخشٰی (طٰہٰ ۴۴) نصیحت حاصل کرے اور ڈرے۔
اَوْ کا کلمہ واو کے لئے بھی آیا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اَوْ کا حرف نفی پر داخل ہو جیسا کہ فرمایا:۔ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا (الدھر ۲۴) ترجمہ:۔ اور نہ پیروی کر تو ان میں سے کسی نافرمان اور ناشکرے کی۔

فائدہ! اللہ تعالٰی کے اپنے ارشاد میں اَوْ کا کلمہ پہلے حکم کی تحقیق کے لئے آیا ہے جو کہ بلکہ کے معنٰی میں آسکتا ہے حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا۔ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ (الصّٰفّٰت ۱۴۷) اور بھیجا ہم نے حضرت یونس علیہ السلام کو ایک لاکھ کی طرف بلکہ اس سے زیادہ کی طرف۔ یعنی وہ لاکھ تو تھے ہی اس سے زیادہ بھی تھے۔

فِیْ کا حرف عموماً ظرف کے لئے آیا ہے فرمایا فی قلوبھم مرض ان کے دلوں میں بیماری ہے مگر بعض آیات میں مقابلہ کے معنٰی میں بھی آیا ہے۔ فما متاع الحیٰوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل (توبہ ۳۸) اور نہیں دنیاوی زندگی کا ساز و سامان آخرۃ کے مقابلہ میں مگر بہت ہی تھوڑا۔

با کا حرف قرآن مجید میں مندرجہ ذیل معانی کے لئے آیا ہے۔

۱۔ لام کے معنٰی میں — فرمایا وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ (بقرہ ۵۰) اور جب ہم نے چیرا تمہارے لئے دریا کو
۲۔ وقت کے لئے۔ فرمایا وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ (آل عمران ۱۷) اور بخشش مانگنے والے سحری کو
۳۔ بعد کے معنٰی میں۔ فرمایا فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ (آل عمران ۱۵۳) پس پہنچایا تم کو ایک غم کے بعد دوسرا غم
۴۔ علٰی کے معنٰی میں۔ فرمایا لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ (النساء ۴۲) کاش ان پر زمین برابر کر دی جاتی
۵۔ بطور صلہ کے۔ فرمایا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ (المائدہ ۶) پس تم اپنے چہروں کا مسح کرو
۶۔ مصاحبۃ کے معنٰی میں۔ فرمایا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ (مائدہ ۶۱) اور جب وہ داخل ہوئے کافر تھے
۷۔ الٰی کے معنٰی میں۔ فرمایا مَا سَبَقَكُمْ بِهَا (اعراف ۸۰) نہیں گیا اس کی طرف کوئی

Marfat.com

۸۔ سبب کے معنی ہیں۔ فرمایا وَالَّذِیْنَ ھُم بِہٖ مُشْرِکُوْنَ (النحل ۱۰۰) اور وہ جو شیطان کی وجہ سے مشرک ہو گئے

۹۔ عَنْ کے معنی ہیں۔ فرمایا فَاسْئَلْ بِہٖ خَبِیْراً (الفرقان ۵۹) تو اس بات کے متعلق باخبر ذات سے پوچھ لے

۱۰۔ ساتھ کے معنی ہیں۔ فرمایا فَتَوَلّٰی بِرُکْنِہٖ (الذاریات ۳۹) پس وہ فرعون لوٹا اپنی طاقت سمیت

۱۱۔ مِنْ کے معنی ہیں۔ فرمایا یَشْرَبُ بِھَا المُقَرَّبُوْنَ (الدھر ۶) اس سے پئیں گے مقرب بارگاہ لوگ

اَمْ کا حرف زیادہ تو یا تردیدی کے لئے آیا ہے مگر بعض آیات میں بَلْ کے معنی میں بھی آیا ہے فرمایا اَمْ اَنَا خَیْرٌ (الزخرف ۵۲) (فرعون نے کہا بلکہ میں تو موسیٰ سے بہتر ہوں) جمہور کا قول یہ ہے کہ اَمْ کا حرف بل اور ہمزہ استفہام دونوں کے لئے آیا ہے۔ جیسا کہ سورہ الکہف ع۹ میں فرمایا۔ اَمْ حَسِبْتَ

اَنْ کا یہ حرف قرآن مجید میں اکثر جگہ سابق کی تفسیر کے لئے آیا ہے جیسا کہ فرمایا وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰاِبْرٰھِیْمُ (الصّٰفّٰت ۱۰۴) اور ہم نے اس کو آواز دی وہ آواز کیا تھی اے ابراہیم علیہ السلام اور کبھی سبب اور علت کے لئے بھی آیا ہے اَنْ کُنَّا اَوَّلَ الْمُؤْمِنِیْنَ (الشعراء ۵۱) ہمارے گناہوں کو بخش دے اس لئے کہ ہم سب سے پہلے ایمان لائے۔

مِنْ کا حرف بعض کے معنی میں زیادہ آیا ہے جیسا کہ فرمایا۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ (البقرہ ۳) اور اس مال سے جو ہم نے ان کو دیا کچھ ہماری راہ میں بھی خرچ کرتے ہیں۔ علت اور سبب کے لئے بھی آیا ہے۔ فرمایا مِمَّا خَطِیْئٰتِھِمْ اُغْرِقُوْا (نوح ۲۵) اپنے گناہوں کی وجہ سے وہ غرق کر دئے گئے استغراقیہ بھی ہے یعنی سب کے لئے۔ جیسا کہ فرمایا مَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ (آل عمران ۶۲) اللہ کے بغیر کوئی بھی الٰہ نہیں مقابلہ کے لئے۔ جیسا کہ فرمایا لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَھْبَۃً فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنَ اللّٰہِ (الحشر ۱۳) (ترجمہ) بے شک تمہارا ان کے دلوں میں زیادہ رعب ہے اللہ کے مقابلہ میں۔

مَا کا حرف قرآن کریم میں تین معنوں میں آیا ہے نفی کے لئے۔ فرمایا۔ وَمَا ھُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ (البقرہ ۱۶۷) اور نہ ہوں گے وہ آگ سے نکلنے والے۔ موصولہ فرمایا۔ اِنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ (الانفال ۴۱) جو تم حاصل کرو کچھ بھی مال غنیمت سے۔ شرطیہ۔ فرمایا فَمَا اسْتَقَامُوْا لَکُمْ فَاسْتَقِیْمُوْا لَھُمْ (توبہ ۷)

Marfat.com

(ترجمہ) پس جب تک وہ تمہارے لئے سیدھے رہیں تم بھی ان کے لئے سیدھے رہو۔

**ل** کا حرف قرآن مجید میں دو طرح آیا ہے۔ **مفتوح** اور **مکسور**۔ لام مفتوحہ اسم پر بھی آتا ہے۔ اور فعل اور حرف پر۔ مگر سب جگہ تاکید کے لئے آیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّ **ابراھیم لاواہ حلیم** (توبہ ۱۴/۱۱) بے شک ابراہیم بڑے ہی جھکنے والے اور بردبار ہیں۔ **لیقولنّ** وہ ضرور کہتے ہیں (قسم کھاکر) **و لقد** یہ لام بھی قسم کے معنٰی میں آیا ہے۔

لام مکسور کے گیارہ معانی ہیں:۔

۱۔ مِلک کے لئے لِلّٰہِ مَا فِی السمٰوٰت والارض (بقرہ ۲۸۷/۳) اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے

۲۔ اِلیٰ کے معنٰی میں فرمایا **الحمد للہ الذی ھدٰنا لھٰذا** (اعراف ۴۳/۸) سب تعریف اس اللہ کو ہے جس نے ہماری ادھر راہ نمائی کی۔

۳۔ اَنْ کے معنٰی میں۔ فرمایا ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب (آل عمران ۱۷۹/۴) اِن **یُّطلعکم** کہ تم کو غیب پر مطلع کرتا

۴۔ کَیْ (تا) کے معنٰی میں۔ فرمایا لیجزی الذین اٰمنو (یونس ۴/۱۱) تاکہ ایمان داروں کو جزا دے

۵۔ عَلٰی (پر) کے معنٰی میں۔ فرمایا دَعَانَا لِجَنْبِہٖ (یونس ۱۲/۱۱) پکارا ہم کو پہلو کے بل لیٹے ہوئے۔

۶۔ صلہ۔ فرمایا اِنْ کُنْتُمْ لِلرُّؤیَا تَعْبُرُوْن (یوسف ۴۳/۱۲) اگر تم خوابوں کی تعبیر کرتے ہو۔

۷۔ عِنْد (پاس۔ ہاں) کے معنٰی میں فرمایا۔ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (طٰہٰ ۱۰۸/۱۶) اور پست ہو جائیں گے آواز رحمٰن کے پاس۔

۸۔ امر کے لئے۔ فرمایا لیقیموا الصلوٰۃ (ابراہیم ۳۱/۱۳) ان کو حکم دیا جاتا ہے کہ نماز قائم کریں۔

۹۔ عاقبۃ انجام کے لئے۔ فرمایا لِیَکُوْنَ لَھُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا (القصص ۸/۲۰) نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ان (فرعونیوں) کا دشمن اور ان کو غم میں ڈالنے والا ہو گیا۔

۱۰۔ ظرف مکان (فی) کے معنٰی میں۔ فرمایا لِاَوَّلِ الحشر جمع ہونے کے ابتدائی وقت میں۔

۱۱۔ تعلیل کے لئے۔ فرمایا انما نطعمکم لوجہ اللہ (الدھر ۹/۲۹) ہم کھلاتے ہیں تم کو اللہ کی رضا کے لئے۔

**لولا** کا حرف قرآن کریم میں ستر دفعہ آیا ہے۔ تیس جگہ تو ایک کی نفی کا توقف دوسرے کی نفی پر

Marfat.com

کے لئے ہے اور باقی مقامات پر ھلا تحریض کے معنی میں آیا ہے جس کا معنی کیوں نہ ہوا یہ کام، کیوں نہ ہوئی یہ بات، اس کی تشریح تو بڑی کتابوں میں موجود ہے البتہ یہاں دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ فرمایا:۔

ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لکنتم من الخسرین (بقرہ ۶۴)

(ترجمہ) اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم نقصان والوں سے ہو جاتے۔ یعنی تم نقصان سے اللہ کی رحمت کی وجہ سے محفوظ رہے۔ اور دوسری مثال میں فرمایا:۔ لولا ینھٰھم الربٰنیون والاحبار (المائدہ ۶۳) ایسا کیوں نہ ہوا کہ روکتے ان کو علماء اور مشائخ حرام کھانے سے، اور گناہ کی بات کہنے سے۔

کلّا کا حرف قرآن مجید میں ۳۳ دفعہ آیا ہے۔ چودہ آیات میں تو لا کے معنی میں آیا ہے یعنی ہرگز نہیں فرمایا۔ لعلّی اعمل صالحا فیما ترکت کلّا (المومنون ۱۰۰) موت کے وقت کافر کہتا ہے مجھے لوٹا دو تاکہ چھوڑے ہوئے مال میں نیکی کر آؤں۔ نہیں ہرگز نہیں۔

باقی بارہ مقامات کے حوالے درج ہیں۔

سورہ مریم ۲/۔ الشعراء ۱/۔ القیامۃ ۱/۔ الفجر ۱/۔ الھمزہ ۱/۔ المدثر، ۱۔ المطففین، ۱۔ المعارج ۱/ السباء ۱۔

باقی آیات مندرجہ ذیل حوالہ میں حقّا کے معنی میں آیا ہے۔ یعنی یہ بات یقینی اور حق ہے۔

المدثر، ۱۔ القیامۃ ۱/۔ النباء ۱/۔ عبس ۱۔ الانفطار، ۱۔ المطففین، ۱۔ القلم ۱۔ التکاثر ۱۔

فائدہ۔ بعض علماء نے کلا والقمر (المدثر ۳۲) میں اس حرف کو نعم (ہاں) کے معنی میں لیا ہے اور کلّا ان کتاب الابرار لفی علیّین (التطفیف ۱۸) کو افتتاحیہ ابتدائیہ تسلیم کیا ہے۔

مَن کا حرف قرآن مجید میں تین معانی کے لئے آیا ہے۔ مَن موصولہ جو کے معنی میں فرمایا ومن النّاس من یقول (البقرہ ۸) اور لوگوں سے وہ بھی ہیں جو کہتے ہیں مَن شرطیہ من یّقل منھم اگر کوئی کہے ان میں سے۔ مَن استفہامیہ جیسا کہ فرمایا مَن ذا الّذی یشفع (الآیۃ بقرۃ ۲۵۵) استفہام انکاری

فائدہ! من موصولہ اعراب پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اور من شرطیہ اثر انداز ہو جاتا ہے یعنی فعل مضارع کو جزم دیتا ہے۔ دونوں کی اکٹھی مثال سورہ محمد آیت ۳۸ میں فرمائی۔

Marfat.com

فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسه (ترجمہ) پس تم میں سے کوئی تو بخل کرتا ہے اور جو کوئی بخل کرے گا اس کا بخل اسی پر پڑے گا

اس آیت میں پہلا یبخل مرفوع ہے کہ اس پر من موصولہ ہے اور دوسرا من شرطیہ ہے اس لئے یبخل کے آخر میں جزم ہے۔

فائدہ:- ہر شرط کا وقوع ضروری نہیں تاکہ اس پر جزاء مرتب کی جائے قرآن کریم کی سورہ انبیاء آیت ۲۹ انبیاء علیہم السلام کے متعلق فرمایا ومن یقل منہم انی الٰہ من دونہ اگر کوئی کہے گا ان رسولوں میں سے کہ میں بھی اللہ کے سوا معبود ہوں۔ یعنی کہا نہیں کسی نے۔ اگر بالفرض کہا۔

لَنْ کا حرف نفی مستقبل کے لئے ہے فرمایا ولن تفعلوا (بقرہ ۲۴) اور تم ہرگز نہ کرسکو گے۔ مگر سورہ توبہ آیت ۸۳ میں لانہی کے معنی میں آیا ہے۔ فرمایا فقل لن تخرجوا معی ابداً یہاں معنی نہی کا ہے یعنی تم میرے ساتھ جہاد کے لئے آئندہ ہرگز نہ نکلو۔

اَفَا یہ حرف دو حرفوں کا مجموعہ ہے ہمزہ استفہام اور دوسرا فا ان دونوں کے افعال الگ الگ ہیں تقدیر عبارت یوں ہے انجوتم فامنتم (کیا تم نے غرق ہونے سے نجات حاصل کرلی کہ بے غم ہوگئے ہو)

ھَل کا حرف قرآن مجید میں مندرجہ ذیل طریقوں پر آیا ہے اور ہر عبارت میں معنی علیحدہ ہے فرمایا۔

(۱) ھل اتی علی الانسان (الدھر ۱) یقیناً گزرا انسان پر ایک زمانہ (ھل قد کے معنی میں ہے)

(۲) ھل من مزید (ق ۳۰) کیا کچھ باقی ہے؟ (ھل یہاں استفہام کے لئے ہے)

(۳) ھل من مدکر (القمر ۱۷) کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے (یہ ھل امر کے لئے ہے)

(۴) فھل ینظرون الا الساعۃ (محمد ۱۸) یہ صرف قیامت کے منتظر ہیں (یہ ھل ما کے معنی میں ہے)

واو کا حرف قرآن مجید میں مطلقاً جمع کے لئے آیا ہے فرمایا فآمنوا باللّٰہ ورسولہ پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر۔ قسم کے لئے۔ فرمایا واللہ ربنا قسم ہے اس اللہ کی جو ہمارا

Marfat.com

رب ہے۔

واو حالیہ۔ فرمایا وھو مومن درانحالیکہ وہ مومن ہو۔ واو تفسیریہ۔ فرمایا والذین کفروا وکذبوا بایتنا اور وہ جنہوں نے کفر کیا یعنی جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ اس لئے کہ کفر تکذیب ہی کا نام ہے۔

فائدہ! عربی زبان میں ایک واو ثمانیہ بھی ہے جو سات معدودات کے بعد آٹھویں سے پہلے آتی ہے جیسا کہ سورہ الکہف ۲۲ وثامنھم اور ان کا آٹھواں۔ سورۃ التحریم آیت ۵ میں فرمایا و ابکارًا اور کنواریاں بھی۔ اور سورہ توبہ ۱۱۲ والناھون عن المنکر نیکوں کی آٹھویں علامت فرمائی

س کا کلمہ عموماً استقبال کے لئے آیا ہے جیسا کہ عموماً آیات قرآنیہ میں ہے یہ حرف فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے مگر استمرار کے لئے بھی آیا ہے جیسا کہ فرمایا ستجدون آخرین (النساء ۹۱) تم پاتے رہو گے دوسرے کافروں کو بھی۔ فا کا حرف تعقیب کے لئے آیا ہے یعنی ایک کے بعد دوسرے کا آنا جیسا کہ فانفجرت (بقرہ ۶۰) یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر کو لاٹھی ماری تب اس سے بارہ چشمے پھوٹے۔ پہلے موجود نہ تھے۔ تفسیر کے طور پر آیا ہے جیسا کہ فرمایا فانتقمنا منھم فاغرقنھم (اعراف ۱۳۶) پس ہم نے ان سے بدلہ لیا۔ یوں کہ ان کو غرق کر دیا۔

علت اور سبب کے معنی ہیں۔ فرمایا لا یقضیٰ علیھم فیموتوا (فاطر ۳۶) ان کے بارے میں فیصلہ نہ کیا جائے گا تاکہ مر جائیں۔

ثم کا حرف پھر کے معنی ہیں للتراخی۔ ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون (بقرہ ۲۸) استبعاد کے لئے جس بات کا ذکر ثم کے بعد ہو رہا ہے یہ نہ ہونی چاہیئے تھی فرمایا ثم قست قلوبکم (بقرہ ۷۴) اتنے انعامات کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے حالانکہ ان کو مطیع اور فرماں بردار ہونا چاہیئے تھا۔ اس صورت میں تقدیم اور تاخیر کا کوئی خاص فرق نہ ہوگا۔ جیسا کہ سورہ النساء ۱۵۳ میں فرمایا۔ فقالوا ارنا اللہ جھرۃ فاخذتھم الصاعقۃ ثم اتخذوا العجل اس آیت میں ان کی گئوسالہ پرستی کا ذکر بعد میں ہے حالانکہ یہ پہلے ہو چکا تھا جیسا کہ سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے صرف تعقیب فی الذکر

Marfat.com

فرمایا ثم استویٰ الی السماء اس کا مطلب یہ نہیں اللہ تعالیٰ کے حکم اور فعل میں زمانہ خرچ ہوتا ہے اور وقت لگتا ہے بلکہ وہاں تو یہ ہے اذا قضیٰ امراً فانما یقول لہ کن فیکون (بقرہ ۱۱۷)

ترقی کے لئے، جیساکہ فرمایا ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراھیم حنیفاً (النحل ۱۲۳)

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام اس قدر بلند اور رفیع ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ملتِ ابراہیمی کی پیروی کا امر فرمایا۔ وَاِنْ کُلاًّ لَمَا یہ کلمہ اصل میں وَاِنَّ کُلاًّ لَمَنْ ما الایۃ اس کا ترجمہ یوں فرمایا:-

"یہ سب لوگ ان ہی میں سے ہیں کہ جب وقت مقرر آیا تیرا رب ان کو ان کے اعمال کی پوری پوری جزا دے گا۔"

وَیْکَاَنَّ اس حرف کے متعلق بعض علماء نے فرمایا وَیْکَ وَیْلَکَ کا مخفف ہے اور بعض نے فرمایا وی تعجب کا کلمہ ہے اور بعض نے فرمایا اس کا معنیٰ اَلَمْ تَرَ ہے۔

اَرَاَیْتَکَ اس کلمے میں تین اقوال ہیں۔ کسائی نے کہا۔ ارایت نفسک، فرّاء نے کہا ارایت انت نفسک بصری علماء کا قول ہے کہ کاف محض تاکید کے لئے آیا ہے معنیٰ یہ۔ کہ کیا تُو نے دیکھا۔

لَمَّا کا معنیٰ جبکہ ہے اور مگر۔ ابھی تک، جیساکہ فرمایا بل لما یذوقوا عذاب (ص ۸) "ابھی تک انہوں نے میرا عذاب نہیں چکھا۔" اور بعض جگہ اِلاَّ کے معنیٰ میں آیا ہے۔ جیساکہ فرمایا اِنْ کُلُّ ذٰلِکَ لَمَّا (زخرف ۳۵) اور جس لَمَّا کے بعد فعل ماضی ہے وہ ظرف مکان کے معنیٰ میں ہو گا فرمایا فلما اضاءت (پس اس جگہ کو جب روشن کیا)

لَمَا میں لام تاکید یہ اور ما موصولہ علمائے تفسیر نے فرمایا۔ یہ لام قسم کے لئے ہے معنیٰ یہ ہو گا بخدا وہ جب کہ میں تمہیں کتاب دوں۔

اَمَّا کا حرف شرط کے شروع میں آتا ہے مگر بعض آیات میں اِم ما کا مرکب ہے جیساکہ فرمایا:۔ ءاللہ خیر اما یشرکون (سورہ النمل ۵۹) کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ

Marfat.com

شریک کرتے ہیں۔
اَمَّنْ کا حرف بھی دو حرفوں کا مجموعہ ہے اَمْ مَنْ کیا وہ۔

# قرآنی رسم الخط کا لحاظ

قرآن کریم کا اپنا رسم الخط ہے جو نہ کسی دوسرے خط پر قیاس کیا جاسکتا ہے نہ اس پر کسی اور خط کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔ خطّان لایقاسان خط المصحف وخط العروض (المنح الفکریہ ص۲۲)

یعنی دو خط ہیں جو دوسرے خطوں سے ممتاز اور جدا ہیں جیسا کہ فاعلات کا کلمہ دوسرے معانی میں اسی طرح لکھا جاتا ہے لیکن علم عروض جب کسی بحر کے وزن کی تقطیع کی جائے تو یوں لکھا جاتا ہے فَاعِلَاتُنْ اسی طرح قرآن حکیم کے رسم الخط کو بدلنا بھی ناجائز ہے مثلاً لاالی اللہ تحشرون یہاں پڑھنے میں لَا نہیں لَ ہے۔ اور معنی بھی لام تاکید ہی کا ہے۔ خواہ مخواہ ضرور اللہ کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔ اس لئے اب اسی رسم الخط کی پیروی لازم اور ضروری ہے۔ تفسیر نیشاپوری میں ہے۔

"ائمۃ تفسیر کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ قاری اور علماء اور دوسرے مصنفین پر واجب ہے کہ وہ قرآنی آیات کے لکھنے میں اسی رسم الخط کی پیروی کریں جو آج تک حضرت زید بن ثابت سے منقول چلا آتا ہے اس لئے حضرت زید بن ثابت کاتب وحی تھے آپ پر سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتماد فرمایا اور ان کے لئے دعا فرمائی جس کے طفیل حضرت زید کے لئے علوم قرآنیہ کے وہ معارف کھل گئے جو دوسروں کے لئے نہ کھل سکے۔"

خاص رسم الخط کے موضوع پر علماء نے کتابیں لکھی ہیں جن میں سے الاقتصاد فی رسم الخط مشہور ہے جس کا مصنف شیخ ابوعمرو عثمان بن سعید الدانی م ۴۴۴ھ ہے۔ بعض آیات کے معانی کا تعلق بھی رسم الخط سے ہے جیسا کہ عَلیٰ اور عَلا دونوں کا تلفظ تو ایک جیسا ہے مگر پہلا عَلیٰ حرف جر ہے اور دوسرا فعل ہے۔

(۱) ذیل میں وہ کلمات ذکر کئے جاتے ہیں جو نہ پڑھے جاتے ہیں نہ معنی ہے۔ مگر رسم الخط میں ان کا

Marfat.com

لکھا جانا ضروری ہے۔

لَاْ اِلَی اللہ، اَفَاْئِنْ، مَلَاْئہٖ، لَاْ اوضعوا، مَلَاْ ہُم، ثَمُوْدَاْ، لِتَتْلُوَاْ، لَنْ نَدْعُوَاْ، لٰکِنَّا لِیَرْبُوَاْ لَاْ اِلَی الجحیم، لِیَبْلُوَاْ، سَلٰسِلَاْ، قَوَارِیرَاْ۔ اسی طرح فعل ماضی اور فعل امر کے بعد جو الف لکھا جاتا ہے وہ زیادہ ہے فرمایا خَرَجُوْاْ۔ حَافِظُوْاْ۔

فائدہ:۔ قرآن حکیم میں ہر جمع کی مذکر ماضی اور امر کے آخر میں واو کے بعد الف زائدہ لکھا ہوا ہے لیکن صرف سورۃ التطفیف کی آیت دو میں کالوھم او وزنوھم میں واو کے بعد الف نہیں۔

(۲) وہ حروف جو لکھے پڑھے جاتے ہیں مگر معنی میں مراد نہیں۔ فرمایا:۔ الظنونا۔ الرسولا۔ السبیلا۔ اسی طرح مندرجہ ذیل کلمات میں ہ لکھی بھی جاتی ہے اور پڑھی بھی۔ مگر مراد نہیں۔ لم یتسنہ (بقرہ ۲۵۹) سلطانیہ۔ مالیہ۔ حسابیہ۔ کتابیہ (الحاقہ) اِقْتَدِہ (انعام ۹۰) مَاھِیَہ (القارعۃ ۱۰) بعض علماء کے نزدیک پہلے کلمہ میں ھا زائدہ نہیں بلکہ نفس کلمہ کی ہے۔

(۳) وہ حروف جو نہ لکھے گئے ہیں اور نہ پڑھے جاتے ہیں۔ مگر معنی میں مراد ہیں جیسا کہ۔

الف۔ عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ (النباء ۱) لِمَ تعظون (اعراف ۱۶۴) فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا (والنزعت ۴۳) فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ (الحجر ۵۴) ان میں میم کے بعد الف مراد ہے یہ سب ما کے معنی میں ہیں۔

ب۔ اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ (نور ۳۱) اَیُّہَ السَّاحِرُ (زخرف ۴۹) اَیُّہَ الثَّقَلٰنِ (الرحمن ۳۱) ان کلمات میں اَیُّھَا پڑھا جاتا ہے۔

ج۔ بعض کلمات میں ی محذوف ہے مگر آخری حرف کا کسرہ موجود ہے اس کے لئے۔ وہ آیات درج ذیل ہیں۔

یٰقَوْمِ۔ یٰعِبَادِ۔ ومن اتبعنِ۔ فلا تستعجلونِ۔ واخشونِ۔ وقد ھدٰنِ۔ ثم کیدونِ۔ اَخَّرْتَنِ۔ المھتدِ۔ وَنُذُرِ۔ ان ترنِ۔ اِنْ یوتینِ۔ ماکنا نبغِ۔ ان یھدینِ۔ اتبعونِ۔ فارھبونِ۔ فاتقونِ۔ ولا تکفرونِ۔ اطیعونِ۔ الیہ مابِ۔ متابِ۔ تقبل دعاءِ (ابراھیم) عذابِ۔ عقابِ (الرعد) نذیرِ۔ نکیرِ۔ (الملک) ولا تکلمونِ۔ یطعمونِ۔ سوف یوتِ اللہ۔

Marfat.com

یفضِ الحق - ننج المومنین۔

**فائدہ :** صرف دو کلمات ایسے ہیں جن پر کسرہ نہیں مگر وہاں ی مراد ہے اور وہ سورۃ الفجر کے اکرمن اور اھانن ہیں۔

(۴) تا کا حرف سارے قرآن ۃ کی شکل میں ہے مگر مندرجہ ذیل آیات میں ت لکھا ہوا ہے۔ فرمایا

نِعْمَتْ بقرہ ۲۳۱ - المائدہ ۱۱ - ال عمران ۱۰۳ - ابراھیم ۲۸ - النحل ۸۳ - لقمن ۳۱ - فاطر ۳ - الطور ۲۹

رَحْمَتْ بقرہ ۲۳۱ - اعراف ۵۶ - ھود ۷۳ - مریم ۲ - الروم ۵۰ - زحرف ۳۲ -

اَلسُّنَّتْ انفال ۳۸ - فاطر ۴۳ - المومن ۸۵

اِمْرَاَتْ ال عمران ۳۵ - یوسف ۳۰، ۵۱ - القصص ۹ - التحریم ۹، ۱۰

کلمٰت اعراف ۱۱۶ - یونس ۶۴ - مومن ۶۶ - شجرت - الدخان ۴۳ - معصیت - المجادلہ ۹،۸

لَعْنَتْ ال عمران ۶۱ - نور ۷ - ثمرات فصلت ۴۷ - بقیت اللہ ھود ۸۶ - قرت عین القصص ۹

(۵) دو کلمات میں نون خفیفہ کو تنوین کی شکل میں تحریر کیا گیا ہے ولیکونا یوسف ۳۲ - لنسفعنا العلق ۱۵

(۶) لام اور ہذا دونوں اکٹھے لکھے ہوئے ہیں۔ مگر مالِ ھذا الکتاب الکھف ۴۹ - مالِ ھذا الرسول - الفرقان ۷ - فمالِ ھٰؤلاءِ (النساء ۷۸) فمال الذین (معارج ۳۶) میں لام اور ہذا علیحدہ علیحدہ لکھے گئے ہیں۔

(۷) قرآن حکیم میں اِنّما اور اَنّما اکثر آیات میں حصر کے لئے ہے مگر آل عمران ۱۷۸ اِنّما نملی لھم اور انفال ۴۱ اَنّما غنمتم میں اِنَّ اِنَّ تاکیدیہ اور ما موصولہ ہے۔

(۸) سورۃ النجم آیت ۴۴ میں احیٰی اور باقی آیات میں اَحیا لکھا گیا ہے۔

(۹) قرآن حکیم میں تمام آیات میں علیہ ہے مگر الفتح ۱۰ میں علیہُ اللہ آیا ہے۔

(۱۰) - - - - - اسی طرح اعراف میں عن ما اور الرعد میں اِنْ ما فرمایا۔ اسی طرح النمل ۸۴

Marfat.com

اما ذا دراصل ام ما ذا ہے

(۱۱) اَلَّا کا کلمہ دراصل اَنْ لَا ہے مگر قرآن حکیم کی عبارت متواترہ میں مندرجہ ذیل آیات میں علیحدہ لکھا گیا ہے

اَنْ لا یقول۔ اعراف۔ ان لا ملجاء توبہ۔ ان لا تعبدوا الا اللہ ہود۔ ان لا تشرك۔ الحج۔

ان لا تعبدوا الشیطان۔ یس۔ ان لا تعلوا۔ الدخان۔ ان لا یشرکن باللہ۔ الممتحنہ۔ ان لا

ید خلنہا۔ ن۔

# رموز اوقاف کا لحاظ

اگرچہ دورِ اول میں اوقاف کی موجودہ اصطلاحات وقف لازم اور واجب وغیرہ موجود نہ تھیں کہ وہ اہلِ لسان تھے۔ مگر بعد میں قراء حضرات نے ان کو اصطلاحی طور پر وضع فرمایا۔ سب سے پہلے جس قاری نے اس کو اصطلاحاً مدون فرمایا شیخ ابو عبداللہ محمد بن عیسیٰ مغربی ہے ان کی مختصر سی کیفیت درج ذیل ہے:۔

م ۔ کا حرف وقف لازم کا اشارہ ہے وہاں ٹھہرنا لازم ہے ورنہ مطلب بگڑ جاتا ہے۔

ج ۔ کا مطلب یہ ہے کہ ابھی مطلب پورا نہیں ہوا مگر ملانا اور وقف کرنا دونوں جائز ہیں۔

لا ۔ کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ دونوں کو ملا کر پڑھنے سے ایک بات بن جائے گی ورنہ علیحدہ علیحدہ رہے گی

معانقہ (∴) یہ تین نکتے بعض آیات میں ایک کلمے کے دونوں طرف پائے جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد قرآنی ہے۔

لا ریب ∴ فیہ ∴ ھدی للمتقین، فیہ کا کلمہ دونوں طرف متصل کیا جا سکتا ہے یوں ترجمہ کریں "لا ریب فیہ" اس کتاب میں کچھ شک نہیں۔ یا لا ریب فیہ ھدی للمتقین، اس کتاب میں ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے۔ دونوں ترجمے صحیح اور بامقصد ہوں گے۔

فائدہ (۱) قرآن کریم کے کلمات کی حرکت سکون مقدار حرکت وغیرہا امور کے لئے دور اول میں نقط ایجاد کیے گئے تھے۔ اس موضوع پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ علامہ قاری مقری ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی م ۴۴۴ھ کی کتاب المحکم اس موضوع پر جامع کتاب ہے جو دمشق کی وزارت ثقافت کی حسن تجہ

Marfat.com

سے بہترین طباعت کے ساتھ طبع ہوچکی ہے اسی طرح حکومت کویت کے مطبوعہ مصحف شریف میں دائروں ◯ ⬭ اور نقطوں کی مدد سے حرکات سکنات سمجھائے گئے ہیں۔

**فائدہ (۲)** علامات وقف کی ایک مثال درج کی جاتی ہے۔

م ۔ وقف لازم ۔ انما یستجیب الذین یسمعون م والموتیٰ یبعثھم اللہ

ترجمہ:۔ بات کو وہی قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں (اور دوسری بات یہ ہے) کہ مُردوں کو اللہ تعالیٰ اٹھائیگا

لا ۔ وقف ممنوع ۔ الذین تتوفٰھم الملائکۃ طیبین یقولون سلامٌ علیکم ادخلوا الجنۃ (النحل ۳۲)

(ترجمہ) وہ جن کو فرشتے پاکیزگی کی حالت میں وفات دیتے ہیں (ان سے اسی وقت کہتے ہیں) تم پر سلام ہو جنت میں داخل ہوجاؤ۔

ج ۔ وقف جائز کی تین قسمیں ہیں:۔

(۱) وقف کرنا نہ کرنا دونوں جائز ہیں معنی میں کچھ فرق نہیں پڑتا نحن نقص علیك نباھم بالحق ج ۔ انھم فتیۃ اٰمنوا بربھم وزدنٰھم ھُدیً (کہف ۱۳)

حق پر وقف کریں تب بھی درست نہ کریں تب بھی درست اور جائز ہے۔

(۲) وقف جائز تو ہے مگر ملادیں تو بہتر ہے اس کی علامت صلے ہے جیسا کہ فرمایا:۔

وان یمسسك اللہ بضرٍ فلا کاشف لہٗ الا ھو صلے وان یمسسك بخیرٍ فھو علیٰ کل شئٍ قدیر

(۳) وقف بھی اور وصل بھی جائز ۔ مگر وقف زیادہ بہتر ہے اس کی علامت قلے ہے۔ فرمایا:۔

قل ربی اعلم بعدتھم ما یعلمھم الا قلیل قلے فلا تمار فیھم الکہف ۲۲ (واللہ اعلم)

# لطائف القرآن

کَلَّا کا کلمہ قرآن کریم کے پہلے نصف میں نہیں آیا آخری نصف میں آیا ہے اور جس سورۃ میں یہ کلمہ آیا ہے وہ مکی ہے۔

سورۃ الرحمٰن اور سورۃ الواقعہ میں اللہ کا کلمہ ایک دفعہ بھی نہیں آیا۔ مگر سورہ المجادلہ کی ہر آیت میں

Marfat.com

اللہ کا کلمہ موجود ہے عزّ اسمہ

سارے قرآن مجید میں کسی عورت کا نام سوائے مریم علیہا السلام کے نہیں آیا۔ صحابہ کرام میں سے صرف حضرت زید کا نام نامی آیا ہے۔ رضی اللہ عنہ

قرآن کریم کی دو آیات میں الف سے یا تک سارے حروف تہجی موجود ہیں۔

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ الایۃ (آل عمران ۱۵۴)

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا۔ الایۃ (الفتح ۲۹)

جامعیت الفاظ قرآنی کی مثال میں سورۃ النمل کی مندرجہ ذیل آیت سمجھ لی جائے۔ فرمایا

(۱) یا ایھا النمل ادخلوا مساکنکم لا یحطمنکم سلیمان وجنودہ وھم لا یشعرون

ندا۔ تنبیہ۔ تسمیہ۔ امر۔ نصیحت۔ تحذیر۔ تخصیص۔ تعمیم۔ اشارہ۔ عذر (اس میں آگئے ہیں)

(۲) شاہ جہاں کی مجلس میں پادریوں نے اعتراض کیا۔ قرآن مجید میں کیلنڈر کا ذکر نہیں ملا سعد اللہ وزیر اعظم نے فرمایا۔ قرآن مجید میں قمری سال کا ذکر ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ (یٰس ۳۹) اس پر پادریوں نے کہا۔ اس آیت میں دنوں کا ذکر نہیں۔ آپ نے فرمایا قدرناہ کا عدد ۳۶۰ ہے۔ ق ۱۰۰۔ د ۴۔ ر ۲۰۰۔ ن ۵۰۔ الف ۱۔ ہ ۵۔ مجموعہ ۳۶۰

# آداب تلاوت قرآن مجید

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا گیا کہ جس طرح جبریل امین قرآن پڑھتے ہیں۔ اسی نہج اور طرز پر آپ بھی پڑھا کریں۔ فرمایا۔ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (القیامہ ۱۸) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یہ بھی ہوا کرتی تھی۔

وَارْزُقْنِیْ اَنْ اَتْلُوَهٗ عَلَى النَّحْوِ الَّذِیْ یُرْضِیْكَ عَنِّیْ (ترجمہ) اور میرے نصیب میں یہ کر کہ میں قرآن مجید تیرے پسندیدہ طریقہ پر تلاوت کروں۔ آپ کا طریقہ تلاوت قرآن حکیم ترتیل تھا۔ اداء الحروف بمخارجہا

Marfat.com

اگرچہ قرآنِ حکیم کا نزول حسبِ ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سات قراتوں پر اور دس قراتوں پر ہوا ہے مگر اب یہ سب طریقے متروک ہیں صرف فن کے طور پر مختلف قراتوں کا سیکھنا درست ہے مگر ان سب کو عوام میں رواج دینا درست نہیں اس سے امت میں نہ تو لغت کے اعتبار سے اور نہ ہی قرات شاذہ کے اعتبار سے قرأت کا رواج دیا جائے۔ بلکہ جس طرح کتابت توقیفی ہے اسی طرح قرأت بھی توقیفی ہے۔ جیسا کہ فِیْہِ کا کلمہ سارے قرآنِ حکیم میں ہ کی زیر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے مگر سورۃ الفرقان آیت ۶۹ میں فِیْہٖ پڑھا جانا متواتر اور متوارث ہے اس لئے یونہی پڑھا جائے گا۔ علیٰ ہذا القیاس سارے قرآن حکیم میں عَلَیْہِ آیا ہے مگر سورہ الفتح ۱۰ میں ہ کی رفع کے ساتھ عَلَیْہُ اللّٰہ پڑھنا متوارث ہے۔

تجوید کے ضروری مسائل سیکھنا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہیں یہاں چند وہ صورتیں درج کی جاتی ہیں جن میں سے بعض حرام ہیں اور بعض مکروہ ہیں۔

| عنوان | تشریح | عنوان | تشریح |
|---|---|---|---|
| تَرْعِید | مد اور حرکت میں آواز کا ہلانا | وَ ثْبَہ | پہلے حرف کو ناتمام چھوڑ کر دوسرے کو پڑھنا |
| تَنْفِیْش | حرکتوں کو پوری طرح ادا نہ کرنا | زمزمہ | قرآن کریم کو گانے کی طرز پر پڑھنا |
| تَجِیْل | اس قدر جلدی سے پڑھنا کہ حروف سمجھ میں نہ آئیں۔ | ھمہمہ | کسی حرف مخفف کو مشدد پڑھنا |
| | | غنغنہ | حرف میں عین کی آواز ملا دینا |
| تَطْنِین | ہر حرف میں غُنّہ کر جانا یا ہر حرف میں ہمزہ کا لہجہ پیدا کرنا۔ | رکزہ | بے موقع ادغام کرنا |
| | | تعویق | کسی کلمے کے وسط میں وقف کرکے آگے پڑھنا |
| تمضیغ | ہر حرف کو چبا چبا کر پڑھنا | | |

محبت، عقیدت اور عظمت کے ملے جلے جذبات کو پیش رکھ کر قرآن کریم کی تلاوت کرے تو اس سے

Marfat.com

برکت اور نورانیت پیدا ہوگی۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی تلاوت کو سن کر سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:- الحمد للہ الذی جعل فی امتی مثلک۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:-

"مجھے میرے استاد اور دوسرے ہم عصر علماء سے بہ تواتر یہ خبر پہنچی ہے کہ ان کے استاذ امام تقی محمد بن احمد الصائغ مصری نے ایک دن نماز فجر میں سورۃ النمل پڑھی جب آپ مَالِیَ لَآ اَرَی الْهُدْهُدَ پر پہنچے تو آپ کے سر پہ ہدہد پرندہ آکر بیٹھ گیا اور پورے سکون سے قرأت سنتا رہا۔ (المنح الفکریہ ص۲)

صحابہ کرام اور بعد کے اہل علم اور روحانی علماء سے قرآن کریم کی تلاوت تین دن، پانچ دن، سات دن اور آٹھ دنوں میں کرنا ثابت ہے۔ مگر عمومی طور پر پسندیدہ یہ امر ہے کہ ایک ماہ میں ختم قرآن مجید مکمل کیا جائے۔

# آیات قرآنی کے پڑھنے اور نقل کرنے میں احتیاط

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس پر احاطہ اور عبور طاقت بشری سے باہر ہے اور یہ بھی اعجاز قرآنی کا ایک شعبہ ہے کئی دفعہ بڑے بڑے علماء اور قراء کو تلاوت میں تشابہ ہو جاتا ہے اور تحریر مضامین میں آیات کے الفاظ قرآنی کے خلاف لکھ جاتے ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے سیرۃ النعمان میں ایک عنوان (عمل ایمان کے بعد شروع ہوتا ہے) کی بنیاد رکھتے ہوئے آیات قرآنی یوں تحریر فرمائی۔

ومن یومن باللہ فیعمل صالحاً حالانکہ یہ الفاظ قرآن میں موجود ہی نہیں۔ بلکہ ولعمل صالحاً ہے۔ اور بعض حضرات تو مصحف دیکھنے کی تکلیف بھی گوارا نہیں کرتے جیساکہ ایک علمی ڈاکٹر نے شاہ عبداللطیف بھٹائی قدس سرہ کے فلسفہ تصوف پر مقالہ میں تحریر کیا:-

"شاہ صاحب سے پہلے قریب قریب تمام صوفی عارفین اور شعراء نے فنا کے عقیدہ کو جو آیۃ قرآنی موتوا قبل ان تموتوا پر مبنی ہے زندگی کے بنیادی مسلک کے طور پر قبول کیا ہے۔" (ماہ نو کراچی اکتوبر ۱۹۶۷ء)

حالانکہ مذکورہ عبارت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں ہے۔

Marfat.com

# آیات قرآنیہ سے اقتباس

جس طرح احکام کا استنباط قرآنی آیات سے درست اور جائز ہے۔ اسی طرح معارف علمیہ کا استنباط اور اقتباس بھی جائز ہے علامہ شامی نے فرمایا۔ الاقتباس من القران جائز عندنا (ج ۳ ص ۲۲۹) ملاجیون رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر احمدی میں اس کی ایک مثال دی ہے کہ سورۃ المنافقین کی آیت ۶۳ میں سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی طرف اشارہ ہے چنانچہ سورۃ التغابن اس کے بعد آئی ہے اس سورۃ میں تغابن (نقصان) کی طرف اشارہ ہے سب سے بڑا نقصان جو امت کو پہنچا وہ آپ کی رحلت ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا "میری امت کے لئے میری رحلت سے بڑھ کر اور کوئی صدمہ نہیں پہنچے گا۔ (شمائل)

# تراجم قرآن حکیم کا انتخاب

کتاب کے شروع میں گزر چکا ہے کہ ترجمہ اور تفسیر میں مفسر اور مترجم کی روحانیت اثر انداز ہوتی ہے برصغیر میں اگرچہ کافی زمانہ پہلے ترجمہ اور اردو تفسیر کا کام ہوتا رہا مگر جس قدر قبولیت خاندان ولی اللہی کو حاصل ہوئی اتنی اور کسی کو نہیں ہوئی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی م ۱۱۷۶ھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام سمجھنے کا خصوصی ملکہ نصیب فرمایا تھا۔

ترجمۃ القرآن کے متعلق جو عام جمود برصغیر میں تھا اس کو سب سے پہلے کامل طریقہ پر آپ نے توڑا۔ فتح الرحمٰن کے نام سے قرآن مجید کا فارسی ترجمہ کیا۔ اور حاشیہ پر مختصر تفسیری فوائد مرتب فرمائے تفسیری سلسلے میں الفوز الکبیر اور فتح الخبیر دو آپ کے رسالے جامع اور مفید ہیں۔ ویسے آپ کی ہر تصنیف اور تالیف میں آیات قرآنیہ کی تشریح اور حکمت موجود ہے اور یہ آپ کا امتیازی وصف ہے کہ کلام اللہ کا فہم حکیمانہ طور پر آپ کو عطا کیا گیا

آپ کے تینوں صاحبزادے مفسر القرآن ہیں حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی مرتبہ تفسیر عزیزی مطبوعہ پارہ اول الٓمٓ پارہ دوم ۲/۱ اور پارہ انتیس و تیس کی تفسیر پر مشتمل تو عام دستیاب ہے

Marfat.com

بعض محققین کا حالیہ انکشاف ہے کہ آپ نے پورے قرآن مجید کی تفسیر مرتب فرمائی تھی مگر وہ ہنگامہ دہلی کی نذر ہو گئی۔

آپ کے دوسرے صاحبزادہ شاہ رفیع الدین م ۱۲۳۳ھ نے لفظی ترجمہ اردو زبان میں فرمایا جو حضرت شاہ ولی اللہ کے فارسی ترجمہ کا اردو عنوان معلوم ہوتا ہے۔ آپ کے تیسرے صاحبزادہ شاہ عبدالقادر م ۱۲۳۰ھ نے بھی اردو ترجمہ فرمایا۔ اور تفسیر بھی بنام موضح القرآن مرتب فرمائی۔ بعد میں آنے والے جلیل القدر علمائے تفسیر نے ان ہی کی خوشہ چینی کی۔ محدث عصر حضرت انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیری تالیفات مثلاً مشکلات القرآن میں موضح القرآن کو پیش نظر رکھا۔

اس دور کے شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہ نے تفسیر و ترجمہ میں حضرت شاہ عبدالقادرؒ کو راہ نما سمجھا۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا نور اللہ مرقدہ نے فرمایا:۔

"اگر یہ مقدسین اکابر (شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہم) قرآن شریف کی اس ضروری خدمت کو انجام نہ دے جاتے تو اس شدت ضرورت کے وقت میں ترجمہ کرنا بہت دشوار ہو جاتا۔"

چنانچہ آپ نے اپنے ترجمہ اور حاشیہ تفسیری میں ان ہی سے راہ نمائی حاصل کی آپ نے مقدمہ ترجمۃ القرآن میں شاہ صاحب کے ترجمہ کی جامعیت پر تبصرہ کرتے ہوئے مختصر الفاظ میں یوں فرمایا:۔

**الرحمن الرحیم** کا فرق شاہ صاحب نے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا کے الفاظ میں فرمایا **الحمد للہ** کا ترجمہ سب تعریفیں اللہ کے لئے دو جگہ **لا یشعرون** آیا ہے مگر شاہ صاحب نے دونوں کا فرق کرتے ہوئے اول میں بوجھتے اور دوسرے میں سمجھتے فرمایا۔ **یکذبون** کا معنی جھوٹ بولتے تھے نہیں بلکہ جھوٹ کہتے تھے فرمایا اور یہی درست ہے۔

اس گنہ گار محمد زاہد الحسینی نے حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ اور تفسیر میں وہ کچھ پایا جو عمر بھر کے مطالعہ سے حاصل نہ کر سکتا صرف چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:۔

Marfat.com

الف۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۱۶ میں فرمایا اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا کے ترجمہ میں بڑی مشکلات پیش تھیں حضرت شاہ صاحب نے ففسقوا کا ترجمہ بے حکمی فرماکر سب مسئلہ حل کردیا جس کا معنٰی یہ ہوا:۔

"جب ہم کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے عیش پرستوں کو حکم دیتے ہیں (نیکی کا) مگر وہ بے حکمی کرتے ہیں (برے ہی رہتے ہیں)

ب۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ سورۃ النساء ۱۱۳ وعلمك مالم تكن تعلم (ترجمہ) اور سکھایا تجھ کو جو تو نہ جان سکتا اس سکتا کے کلمہ میں سارے علوم نبوت، خصوصیات نبوت کی جان ہے یعنی علوم نبوت کی جان ہے یعنی علوم نبوت وہبی ہیں نہ کہ کسبی کہ کوئی انسان محنت اور کوشش کرکے علوم نبوت حاصل کرکے نبی بن جائے۔ نبوت بھی وہبی، علوم نبوت بھی وہبی معجزات نبوت بھی وہبی ہیں۔

ج۔ سورۃ الاحزاب کی آیت ۴۰ کے ارشاد و خاتم النبیین کا ترجمہ فرمایا "اور مہر سب نبیوں پر" یہ پر کا کلمہ فرماکر سب تاویل اور تحریفات متنبی کو مردود قرار دے دیا۔ سب نبیوں کی مہر اور سب نبیوں پر مہر میں بڑا فرق تھا اس کو دور فرمادیا۔

د۔ سورۃ یوسف آیت ۱۰۸ کے ارشاد وما انا من المشرکین کا ترجمہ "اور میں نہیں شریک بنانے والا" اس قدر محتاط اور کامل جامع مانع ترجمہ ہے کہ اب کسی تاویل اور دفع وہم کی ضرورت نہیں رہتی۔

# "احقر کا معمول"

بحمد اللہ تعالیٰ احقر کو جب ۱۹۳۹ء میں بیت اللہ شریف کے حج اول کی سعادت نصیب ہوئی تو حضرت شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہ نے اپنا مترجمہ و محشی قرآن مجید عنایت فرمایا۔ حضرت کے اخلاص اور روحانی توجہ کی یہ برکت تھی کہ اس مصحف شریف سے لگاؤ پیدا ہوا اور آج تک میں اسی سے راہ نمائی

Marfat.com

حاصل کرتا ہوں اور اکثر تلاوت بھی اسی میں کرتا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری حواشی اور ہر رکوع پر چند حروف میں رکوع کا خلاصہ اس قدر جامع ہے کہ اس کی شرح و بسط سے کئی جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ مزید تشریح کے لئے تفسیر موضح القرآن اور تفسیر فتح الرحمٰن سے راہ نمائی حاصل کر لیتا ہوں۔

# حفظِ قرآن و معارفِ قرآنی سمجھنے کے لئے

مندرجہ ذیل نوافل بہت ہی بابرکت اور اثر انگیز ہیں۔ یہ نوافل سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قوتِ حافظہ کے لئے ارشاد فرمائے اکابر علمائے کرام کا یہ معمول رہا ہے۔ طلبائے حفظ قرآن اور طلبائے علوم اسلامیہ اگر ان نوافل پر مداومت فرمادیں تو ان شاء اللہ مفید رہے گا۔

شبِ جمعہ کو رات کے کسی بھی حصہ میں چار رکعت نفل یوں ادا کریں کہ پہلی رکعت میں سورہٗ فاتحہ کے بعد سورہ یٰس اور دوسری میں سورہ فاتحہ کے بعد حمٓ الدخان اور تیسری میں فاتحہ کے بعد الم السجدہ اور چوتھی میں فاتحہ کے بعد سورہ الملک پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد مندرجہ ذیل دعا کریں:-

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِیْ اَبَدًا مَّا اَبْقَیْتَنِیْ وَارْحَمْنِیْ اَنْ اَتَكَلَّفَ مَا لَا يَعْنِيْنِيْ وَارْزُقْنِیْ حُسْنَ النَّظَرِ فِيْمَا يُرْضِيْكَ عَنِّیْ۔ اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَ نُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِیْ حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَّمْتَنِیْ وَارْزُقْنِیْ اَنْ اَتْلُوَهٗ عَلَى النَّحْوِ الَّذِیْ يُرْضِيْكَ عَنِّیْ۔ اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُنَوِّرَ بِكِتَابِكَ بَصَرِیْ وَاَنْ تُطْلِقَ بِهٖ لِسَانِیْ وَاَنْ تُفَرِّجَ بِهٖ عَنْ قَلْبِیْ وَاَنْ تَشْرَحَ بِهٖ صَدْرِیْ وَاَنْ تَسْتَعْمِلَ بِهٖ بَدَنِیْ فَاِنَّهٗ لَا يُعِيْنُنِیْ عَلَى الْحَقِّ غَيْرُكَ وَلَا يُؤْتِيْهِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِيْمِ ۝

الحمد للہ یہ گناہ گار آج نئی ترتیب سے معارف القرآن کی تحریر سے فارغ ہوا ——

Marfat.com

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ
واصحابہ وازواجہ وذریاتہ اجمعین۔ آمین

ہیچمداں قاضی محمد زاہد الحسینی
جامعہ مدنیہ کیمبل پور
۱۸ ربیع الاول ۱۳۸۷ھ ۲۷ جون ۱۹۶۷ء

Marfat.com

# فہرست مضامین معارف القرآن

| مضمون | صفحہ |
|---|---|
| مقدمہ | ۱ |
| تقاریظ | ۶ |
| لفظِ قرآن سورۃ آیت کی تشریح | ۱۱ |
| تفسیر، تاویل، تحریف | ۲۲ |
| تفسیر کی مختصر سرگزشت | ۳۱ |
| برصغیر میں تفسیر کی سرگزشت | ۳۶ |
| مشورہ | ۳۹ |
| تحریف اور اسکے اسباب | ۴۴ |
| قرآن فہمی کی بڑی شرط | ۵۰ |
| تفسیر بالرّائے پر تبصرہ | ۵۹ |
| مکّی اور مدنی پر بحث | ۷۷ |
| فہرست بترتیب نزول | ۸۵ |
| تقسیم الفاظ قرآنی | ۸۸ |
| ربط و مناسبت | ۹۴ |
| ابتدار سُوَر پر تدبّر | ۱۱۳ |
| خاتمہ آیات کی بحث | ۱۲۲ |
| اسمارِ حسنیٰ | ۱۲۵ |
| جملہ آیات متعلقہ کا لحاظ | ۱۲۸ |
| شانِ نزول کی بحث | ۱۳۵ |
| طریقہ فہم کلماتِ قرآنیہ | ۱۴۳ |
| کلماتِ متبادلہ | ۱۴۵ |
| طریقہ تفہیم مطالب | ۱۵۱ |
| مقاصد قرآن حکیم (توحید) | ۱۶۳ |
| نبوّت و رسالت | ۱۸۲ |
| قیامت (معاد) | ۲۰۸ |
| قصصُ القرآن | ۲۱۳ |
| اقسامُ القرآن | ۲۱۸ |
| امثالُ القرآن | ۲۲۳ |

Marfat.com

| | |
|---|---|
| محاوراتُ القرآن | ۲۲۷ |
| مُبہماتُ القرآن | ۲۳۲ |
| الفاظِ قرآن میں انسانوں کی اقسام | ۲۳۵ |
| مُشکلاتُ القرآن | ۲۴۰ |
| تدبر فی القرآن | ۲۴۸ |
| لغاتُ القرآن | ۲۵۷ |
| اضمار و اشارہ | ۲۷۳ |
| قید اور شرط | ۲۷۵ |
| تمیز اور حال | ۲۷۷ |
| مُبالغہ اور تفضیل | ۲۷۸ |
| نہی اور نفی | ۲۷۹ |
| تقدیم و تاخیر | ۲۸۰ |
| التفات | ۲۸۲ |
| مجاز | ۲۸۳ |
| قرآنی رسمُ الخط | ۲۹۶ |
| اوقافِ قرآنی | ۲۹۹ |
| لطائفُ القرآن | ۳۰۰ |
| آدابِ تلاوت | ۳۰۱ |
| اِنتخاب تراجمِ قرآنی | ۳۰۴ |
| حفظِ قرآن مجید کے لئے نوافل | ۳۰۷ |
| بعض تصانیفِ مُصنّف کا تعارف | ۳۱۲ |


## دینی کتابیں ملنے کا پتہ

# دارُ الارشاد کیمبل پور مغربی پاکستان

(منظور عام پریس پشاور)

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

○

وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا ہُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحۡمَۃٌ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿بنی اسرائیل ۸۲﴾

ترجمہ

اور ہم جو قرآن اُتارتے ہیں یہ شفاء اور ایمانداروں کیلئے رحمت ہے

○

؎

گر تو مے خواہی مسلماں زیستن!
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

○

Marfat.com

# معارف القرآن

از قلم

قاضی محمد زاہد الحسینی غفرلہ

شائع کردہ

دار الارشاد - کیمبل پور

AL-MASHRAQ PUBLISHERS
22-ABKARI ROAD,
LAHORE.

Marfat.com